يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

معارفِ درود وسلام

جلاء الافهام
فی
فضل الصلوٰۃ والسلام
علی محمد خیر الانام

مصنّف

شیخ شمس الدین ابن قیم الجوزیؒ

المتوفی ۷۵۱ھ

ترجمہ وتقدیم

محمد محی الدین

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

معارف درود و سلام

جلاء الأفهام

في فضل الصلوة والسلام على محمد خير الأنام

مصنف

شیخ شمس الدین ابن قیم الجوزیہ

متوفی ۷۵۱ھ

ترجمہ و تقدیم

تنویر الافہام فی مسائل الصلوۃ والسلام

محمد محی الدین

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

85209

عربی کتاب کا نام	•=•=•=•	جلاء الافہام
مؤلف	•=•=•=•	شمس الدین ابن قیم الجوزیہ
اُردو ترجمے کا نام	•=•=•=•	معارف درود وسلام
مترجم	•=•=•=•	محمد محی الدین
اشاعت اوّل۔	•=•=•=•	دسمبر ۲۰۰۵ء
طابع	•=•=•=•	ملک شبیر حسین
تعداد	•=•=•=•	۱۱۰۰
مطبع	•=•=•=•	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	•=•=•=•	روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر نزد سنٹر ماڈل ہائی سکول 40 اُردو بازار لاہور 7246006

Marfat.com

ترتیب

مضامین	صفحہ
عرضِ ناشر	۱۰
حدیثِ دل	۱۲
تنویرالافہام فی مسائل الصلوٰۃ والسلام	۱۵
مقدمۃ الکتاب	۲۳
پہلا باب	۲۴
درود وسلام سے متعلق احادیث	"
حضرت ابومسعود سے منقول حدیث	"
پہلی فصل:	۲۵
احادیث درود وسلام نقل کرنے والے	
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	"
حضرت ابومسعود کی روایت کے طرق	۲۷
حضرت ابومسعود انصاری	۲۹
حضرت کعب بن عجرہ سے منقول حدیث	۳۰
حضرت ابوحمید ساعدی سے منقول حدیث	۳۲
حضرت ابوسعید خدری سے منقول حدیث	۳۳
حضرت علی سے منقول حدیث	۳۷
حضرت ابوہریرہ سے منقول	۴۰
قبرانور کے پاس درود وسلام پڑھنا	۴۱
ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیے	۴۳
وسیلہ کیا ہے؟	۴۴

مضامین	صفحہ
جملہ انبیاء پر درود بھیجو	۴۴
راویانِ حدیث پر نقد	۴۵
ایک اہم وعید	"
رغم کا مفہوم	۴۷
مسجد میں داخلے کے وقت درود شریف	
پڑھنا چاہیے	۴۸
آپ ﷺ خود سلام کا جواب دیتے ہیں	۵۰
آپ ﷺ اور فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں	"
درود شریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی	۵۱
تشہد کے کلمات	۵۴
قربِ نبوی کا حصول	۵۵
درود شریف کا وظیفہ	۶۰
درود شریف کفارے کی حیثیت رکھتا ہے	۶۲
درود شریف اور قبولیت دعا	۶۵
بیوی کے لیے صدقے کی فضیلت	۶۶
حضرت عمر سے منقول حدیث	۶۷
فرشتے درود خواں پر سلام بھیجتے ہیں	۶۸
حدیثِ قدسی	۷۰
درود ہی کافی ہے	"
ابنِ تیمیہ کی تشریح	۷۲

Marfat.com

مضامین	صفحہ
سندِ حدیث پر تنقید	۷۳
ابن قیم کی وضاحت	۷۶
جمعے کے دن کی فضیلت	۷۷
جمعے کے دن بکثرت درود پڑھو	۷۸
جمعے کے دن درود پڑھنے کی ترغیب	۷۹
گھروں میں بھی درود پڑھو	۸۰
ہر جگہ درود پڑھو	۸۱
ذکرِ مبارک سن کر درود پڑھو	"
مسجد میں داخلے کے وقت درود پڑھنا	۸۲
حضرت براء بن عازب کی حدیث	۸۳
دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پڑھنا	۸۴
نمازِ حاجت کا طریقہ	۸۵
شفاعتِ مصطفیٰ کا حصول	۸۶
حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر	۸۸
درود سننے والا فرشتہ	۸۹
نمازِ جنازہ کا طریقہ	۹۱
روایت کی تحقیق	"
حضرت مالک بن حویرث کی روایت	۹۳
حضرت ابنِ عباس کی روایت	۹۴
درود شریف لکھنے کا ثواب	۹۵
امام باقر کی روایت	۹۷
حضرت ابوبکر صدیق کی روایت	۹۸
حاجت روائی کا وظیفہ	۱۰۱
صبح و شام درود پڑھنے کا ثواب	"

مضامین	صفحہ
دوسرا باب	۱۰۳
مرسل اور موقوف روایات	"
حضرت حسن کی روایت	"
حسنین کریمین کا واقعہ	۱۰۴
امام باقر کی روایت	۱۰۵
حضرت عبداللہ بن مسعود کا فرمان	۱۰۶
حضرت سعید بن مسیب کا فرمان	۱۰۹
حضرت کعب کا بیان	۱۱۰
امام زین العابدین کی روایت	۱۱۲
حضرت ابن عباس کی دُعا	۱۱۳
تیسرا باب	۱۱۵
درودِ شریف کے الفاظ اور مسائل کی تحقیق	"
پہلی فصل: ''اللھم'' کی تحقیق	"
بصری ماہرین کے دلائل	۱۱۷
ابن تیمیہ کی تحقیق	۱۲۰
مختلف الفاظ کی مثالیں	۱۲۱
''م'' کے اسرار	۱۲۳
پریشانی میں مانگی جانے والی مسنون دعا	۱۲۵
اسم اعظم	۱۲۶
دعا کی قسمیں	۱۲۷
دوسری فصل: نبی اکرم پر درود بھیجنے کا مطلب کیا ہے؟	۱۲۹
فصل:	۱۳۲
اقوال پر تنقید	۱۳۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ
صلوٰۃ اور لعنت	۱۳۸
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۳۹
علم چھپانا گناہ ہے	۱۴۲
نبی اکرم کے اسمائے صفات	۱۴۷
تیسری فصل:	۱۵۰
اسم مبارک "محمد" کی تحقیق	"
نبی اکرم کے اسمائے صفات	۱۵۱
ایک بدوی کا واقعہ	۱۵۲
قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے	۱۵۳
قرآن کا اسلوبِ بیان	۱۵۴
قرآن میں غور و فکر کی دعوت	۱۵۷
فصل:	۱۵۹
حشر کے دن شانِ مصطفیٰ	۱۶۰
آمدِ مصطفیٰ کی بہاریں	۱۶۱
اسوۂ حسنہ کامل ترین ہے	۱۶۳
العالمین کی تفسیر	۱۶۴
تورات میں نبی اکرم کا ذکرِ مبارک	۱۶۵
حضرت علی کا بیان	۱۶۶
ابوجہل کا اعتراف	۱۶۷
امام حسن کی روایت	۱۶۹
اسم اعظم	۱۷۲
احمد اور محمد میں فرق	۱۷۴
ایک مشہور مسئلہ کا بیان	۱۷۵
حضرت کعب بن زہیر کا شعر	۱۷۶

مضامین	صفحہ
"احمد" اور "محمد" کے اسرار	۱۷۸
فصل:	۱۷۹
حضرت موسیٰ کی خواہش	"
تورات میں ذکرِ مصطفیٰ	۱۸۰
عبرانی اسم مبارک کے اسرار	۱۸۱
عربی اور عبرانی زبان میں مماثلت	۱۸۲
حضرت موسیٰ کو خراجِ تحسین	۱۸۵
شریعت کی اقسام	۱۸۸
چوتھی فصل:	۱۹۰
لفظ آل کے معنی، اشتقاق اور احکام کا بیان	"
لفظ آل کی تحقیق پر اعتراضات	"
لفظِ آل کی دوسری تحقیق	۱۹۲
آلِ یاسین کی تحقیق	۱۹۵
تحقیق پر نقد و تبصرہ	"
فصل:	۱۹۹
فصل:	۲۰۱
آل سے مراد کیا ہے؟	"
فصل:	۲۰۵
آل سے مراد اولادِ پاک اور	
ازواجِ مطہرات ہیں	"
فصل:	۲۰۹
آل سے مراد تمام امتی ہیں	"
فصل:	۲۱۰
آل سے مراد پرہیزگار لوگ ہیں	"

Marfat.com

مضامین	صفحہ
فصل:	٢١٨
لفظ ''زوج'' کی تحقیق	"
فصل:	٢٢٤
اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ ؓ	"
سیّدہ خدیجہ ؓ اور سیّدہ عائشہ ؓ کی خصوصیات	"
فصل:	٢٢٦
اُم المؤمنین سیّدہ سودہ ؓ	"
فصل:	٢٢٧
اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ	"
سیّدہ عائشہ صدیقہ ؓ کی خصوصیات	"
لوگوں کی غلط فہمیاں	٢٢٩
اُم المؤمنین سیّدہ اُم حبیبہ ؓ	٢٣٠
صحیح مسلم کی ایک روایت پر نقد و تبصرہ	٢٣٢
شیخ منذری کے جواب پر تبصرہ	٢٣٤
بعض متأخرین کا جواب	٢٣٥
امام شافعی کا استدلال	٢٣٦
ابن جوزی کا تبصرہ	٢٣٨
امام بیہقی کی تاویل	٢٣٩
اس تاویل پر تبصرہ	"
شیخ طبری کی تحقیق	٢٤٢
اُم المؤمنین سیّدہ اُم سلمہ ؓ	"
ام المؤمنین سیّدہ زینب بنت خزیمہ ؓ	٢٤٥
ام المؤمنین سیّدہ جویریہ بنت الحارث ؓ	"
ام المؤمنین سیّدہ صفیہ ؓ	٢٤٥
اُم المؤمنین سیّدہ میمونہ بنت الحارث ؓ	٢٤٧
فصل:	٢٤٨
لفظ ذرّیت کی تحقیق	"
پانچویں فصل:	٢٥٧
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ	"
چھٹی فصل:	٢٧١
ایک اہم مسئلے کی وضاحت	"
ساتویں فصل:	٢٨٨
آل پر درود بھیجنے کا مفہوم	"
آل پر درود سے متعلق احادیث	"
ایک اعتراض اور اس کا جواب	٢٩٤
ماثور دعاؤں کا اسلوب	٢٩٦
اہلِ علم کی دو آراء	٢٩٧
آٹھویں فصل:	٢٩٩
برکت کی تحقیق	"
آلِ ابراہیم کا تذکرہ	٣٠٦
آلِ ابراہیم کی خصوصیات	٣٠٧
نویں فصل:	٣١٣
حمید و مجید کی تشریح	"
دسویں فصل:	٣٢٠
مسنون دعاؤں و اذکار کا قاعدہ	"
چوتھا باب	٣٢٥
کن مواقع اور مقامات پر درود پڑھنا	"

Marfat.com

مضامین	صفحہ
مستحب یا واجب ہے	۳۲۵
فصل: پہلا مقام	"
آخری تشہد	"
فصل: دوسرا مقام	۳۵۷
پہلا تشہد	"
فصل: تیسرا مقام	۳۶۰
قنوت کے آخر میں	"
فصل: چوتھا مقام	۳۶۳
نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد	"
فصل: پانچواں مقام	۳۶۸
خطبے کے دوران درود شریف پڑھنا	"
فصل: چھٹا مقام	۳۷۱
اذان یا اقامت کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھنا	"
فصل: ساتواں مقام	۳۷۵
دعا میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: آٹھواں مقام	۳۷۸
مسجد میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: نواں مقام	۳۸۰
صفا اور مروہ میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: دسواں مقام	۳۸۲
محافل میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: گیارہواں مقام	۳۸۳
مضامین	صفحہ
آپ کا ذکر مبارک سن کر درود شریف پڑھنا	۳۸۳
فصل: بارہواں مقام	۴۰۰
تلبیہ سے فراغت کے بعد درود شریف پڑھنا	"
فصل: تیرہواں مقام	۴۰۱
حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: چودھواں مقام	۴۰۲
روضہ مبارک پر حاضری کے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: پندرھواں مقام	۴۰۳
بازار اور دعوت وغیرہ میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: سولہواں مقام	۴۰۴
بیدار ہونے پر درود شریف پڑھنا	"
فصل: سترہواں مقام	۴۰۵
ختم قرآن کے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: اٹھارہواں مقام	۴۰۸
جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا	"
فصل: انیسواں مقام	۴۱۰
مسجد کے پاس سے گزرتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: بیسواں مقام	۴۱۱
محفل سے اُٹھتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: اکیسواں مقام	۴۱۲
مشکل یا ہر پریشانی میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: بائیسواں مقام	۴۱۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ
اسم مبارک کے ہمراہ درود شریف لکھنا	۴۱۴
فصل: تیئسواں مقام	۴۱۸
درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور تبلیغ	"
کے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: چوبیسواں مقام	۴۲۳
صبح وشام درود شریف پڑھنا	"
فصل: پچیسواں مقام	۴۲۴
گناہ کے ارتکاب کے بعد بطور کفارہ	
درود شریف پڑھنا	"
فصل: چھبیسواں مقام	۴۲۶
تنگدستی میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: ستائیسواں مقام	۴۲۷
پیغام نکاح بھجواتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: اٹھائیسواں مقام	۴۲۸
چھینک آنے پر درود شریف پڑھنا	"
فصل: انتیسواں مقام	۴۳۱
وضو کرنے کے بعد درود شریف پڑھنا	"
فصل: تیسواں مقام	۴۳۲
گھر میں داخل ہوتے وقت	
درود شریف پڑھنا	"
فصل: اکتیسواں مقام	۴۳۳
محافل ذکر میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: بتیسواں مقام	۴۳۴
کوئی چیز بھولنے پر درود شریف پڑھنا	"
فصل: تینتیسواں مقام	۴۳۵
کوئی حاجت درپیش ہونے پر	

مضامین	صفحہ
درود شریف پڑھنا	۴۳۵
فصل: چونتیسواں مقام	۴۳۸
کان کی تکلیف کے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: پینتیسواں مقام	۴۳۹
نماز کے بعد درود شریف پڑھنا	"
فصل: چھتیسواں مقام	۴۴۰
جانور ذبح کرتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: سینتیسواں مقام	۴۴۲
تشہد کے علاوہ نماز میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: اڑتیسوں مقام	۴۴۳
صدقے کے بدل کے طور پر درود شریف پڑھنا	"
فصل:- انتالیسواں مقام	۴۴۴
سوتے وقت درود شریف پڑھنا	"
فصل: چالیسواں مقام	۴۴۶
ہر اچھے کام کے آغاز میں درود شریف پڑھنا	"
فصل: اکتالیسواں مقام	۴۴۷
تکبیرات عیدین کے درمیان	
درود شریف پڑھنا	"
پانچواں باب	۴۴۹
درود شریف کے فوائد وثمرات کا بیان	"
چھٹا باب	۴۶۲
غیر نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم	"
فصل:	۴۷۰
آل پر درود بھیجنے کا حکم	"
فصل:	۴۷۱
آل پر انفرادی درود بھیجنے کا حکم	"

Marfat.com

شرف انتساب

اعلیٰ حضرت کے استاد اور مربی

مخدوم شاہ ابوالحسین قادری برکاتی

کی نذر

برتر قیاس سے ہے، مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو، رفعت بام ابوالحسین

بستہ دامِ ابوالحسین

محمد محی الدین

(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے)

Marfat.com

عرضِ ناشر

اللہ کی ذات، تمام تر تعریفوں کی مستحق ہے اور نبی اکرمؐ آپ کی آلِ پاک، اصحاب، ازواج اور اُمت پر درود و سلام نازل ہو۔

ضروری شرعی مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ضروری مسائل کے علاوہ مزید مسائل، عقائد، آیات اور احادیث کے علم کا حصول بندۂ مومن کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے اور دنیا و آخرت میں حصولِ نجات کا سبب ہے۔

انسان یہ علم ان کتابوں سے حاصل کر سکتا ہے جو امت کے جلیل القدر ائمہ، علماء، صلحاء صوفیاء نے تصنیف کی ہیں۔ یہ کتابیں جنہیں علامہ اقبال نے علم و نور کے موتی قرار دیا ہے ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں۔ تاہم ان کی بڑی تعداد عربی زبان میں ہے جس کی وجہ سے عام اُردو دان طبقہ ان سے استفادہ نہیں کر سکتا۔

آپ کے ادارے ''شبیر برادرز'' کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے مختلف اسلامی موضوعات پر تحریر کی جانے والی اُردو کتب کے ہمراہ ایسی کتابوں کے تراجم شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو اسلامی تعلیمات کا بنیادی مآخذ ہیں۔ ان میں سیرت، سوانح، تاریخ، فقہ تمام موضوعات کی کتب شامل ہیں۔

بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود بھیجنا ہر مسلمان کے ایمان اور عمل کا حصہ ہے۔ متقدمین اہلِ علم کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ کسی ایک موضوع پر ایسی جامع و مانع کتاب تالیف کرتے ہیں جو متعلقہ موضوع کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہو۔ انہی میں سے ایک کتاب ''جلاء الافہام'' ہے جسے آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز محقق ''علامہ ابن قیم الجوزیہ'' نے مرتب کیا ہے۔ جس میں درود شریف سے متعلق تمام اہم مباحث کو نہایت جامعیت اور اختصار کے

Marfat.com

ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ کتاب آپ کی لائبریری میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوگی اور اس کے مندرجات آپ کی معلومات میں مزید اضافے کا باعث بنیں گے۔

ہمارے محترم دوست محمد محی الدین صاحب نے اس کتاب کو اُردو میں منتقل کیا ہے اور کتاب کے آغاز میں ایک مختصر اور مفید مقدمہ تحریر کیا ہے۔ آپ اس سے پہلے بھی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے اہل ایمان کے لیے نافع بنائے۔

ملک شبیر حسین

Marfat.com

حدیثِ دل

اللہ کی ذات جملہ اقسام کی تعریف وتوصیف کی حقیقی مستحق ہے جس نے ہم پر بے پایاں انعام واکرام نازل کیا۔ جس میں عظیم ترین انعام یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب کی امت میں پیدا کیا' آپ پر ایمان لانے کی توفیق عطا کی۔

نبی اکرم پر اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اہل ایمان اور تمام مخلوقات کی طرف سے بے حد وشمار درود وسلام نازل ہو۔

ان پر سلام جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر درود جن پہ تحیت شجر کی ہے

بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی روایت صحابہ کرام کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک چلی آ رہی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گی بلکہ بروزِ قیامت اور قیامت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

آج جبکہ سائنسی ایجادات نے زندگی کے ہر شعبے میں بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں دیگر معاملات کی طرح نشر واشاعت کے شعبے میں بھی انقلابی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے جن کتابوں کے صرف نام لکھے اور بیان کیے جاتے تھے۔ اب وہ شائع ہو کر منصہ شہود پر آ چکی ہیں۔ اسلامی موضوعات پر مشتمل عربی کتب کی اشاعت کے حوالے سے شام اور لبنان کو نمایاں مقام حاصل ہے جہاں سے شائع ہونے والی کتب باطنی خوبی و رعنائی کے ہمراہ ظاہری حسن ودلکشی سے بھی مزین ہوتی ہیں۔ اور ان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں موجود آیات اور احادیث کی تخریج شامل ہوتی ہے۔

شیخ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر' آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز فضلاء میں سے ایک ہیں دیگر بہت سے موضوعات کے علاوہ آپ نے درود شریف کے موضوع پر ایک

Marfat.com

نہایت عمدہ کتاب مرتب کی ہے جس کا نام ''جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیرالانام'' ہے۔

اس کتاب میں درود شریف سے متعلق بیشتر احادیث کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ درود شریف کے الفاظ کے بارے میں روایات کے اختلاف کی وضاحت کی گئی ہے۔ درود شریف کے الفاظ کی لغوی واصطلاحی تحقیق کی گئی ہے۔ اس بارے میں علماء اور فقہاء کے اختلاف کو نقد وتبصرے کے ہمراہ نقل کیا گیا ہے۔ کون سے مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنا واجب یا مستحب ہے؟ اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ غرضیکہ یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک عمدہ کاوش ہے۔

برادرِ مکرم ملک شبیر صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کتاب کو اُردو میں منتقل کیا جائے تاکہ علماء وخطباء کے ہمراہ عام اُردو دان طبقہ بھی اس سے استفادہ کر سکے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فضل کی امید اور بھروسے پر میں نے اس خدمت کی بجا آوری کی ہامی بھری۔ اور یہ محض اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہے کہ مجھ جیسا عاجز اور کم علم شخص اس سے عہدہ برآ ہوا۔

ہمارے سامنے اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ ''دار ابن کثیر'' دمشق' بیروت سے شائع ہوا ہے اس کی تحقیق وتخریج ڈاکٹر ایمن عبدہ الشوا اور یوسف علی بدیوی نے کی ہے۔ ہم نے ان کی تحقیق وتخریج کو بھی اُردو میں منتقل کر دیا ہے۔ تاہم اس میں تبدیلی یہ کی ہے کہ انہوں نے کتاب یا مصنف کے نام کا مشہور حصہ نقل کیا ہے اور ہم نے ان کا پورا نام نقل کر دیا۔ تاکہ حاشیہ زیادہ خوبصورت نظر آئے۔

کتاب کے آغاز میں مختصر سی گفتگو' ملفوظات کی طرز پر تحریر کی گئی ہے جس میں بعض موجودہ متنازع مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس بارے میں وہی احادیث بیان کی گئی ہیں' جو اس کتاب میں موجود ہیں۔

نبی اکرم کی محبت' آپ پر درود وسلام بھیجنے کی روایت کا سبق ہمیں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان سے حاصل ہوا ہے۔ اسی نسبت اور تعلق کے اظہار کے لیے اس کتاب کا انتساب اعلیٰ حضرت کے محترم استاد مخدوم شاہ ابوالحسین نوری کی نذر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کے ترجمے کے دوران جو غلطی اور کوتاہی رہ گئی ہو اسے اپنی کامل رحمت کے وسیلے سے معاف فرمائے۔ حضرت رضا بریلوی کے لفظوں میں

ایک میں کیا' میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

کتاب کے ترجمے کے دوران جن دوستوں کی مہربانی اور شفقت شامل حال رہی میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ بطور خاص برادر مکرم مدثر اصغر اعوان جنہوں نے تصنیف و تالیف کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا۔ برادرِ عزیز محمد احمد فریدی جنہوں نے اس کتاب کا مسودہ تحریر کیا۔ محترم ملک شبیر حسین صاحب جنہوں نے اس کی جلد از جلد طباعت کا انتظام کیا۔ برادرِ مکرم قاسم شاہد جنہوں نے مختصر سے عرصے میں مسودہ کمپوز کیا' اور وہ تمام دوست جو مسلسل حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

میرے استاد ' ماں باپ ' بھائی بہن
اہل ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

آپ کا مخلص

محمد محی الدین

(اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے)

Marfat.com

تنویر الافہام فی مسائل الصلوٰۃ والسلام

از۔محمد محی الدین

عرض کی گئی...... درود شریف کا مطلب کیا ہے؟

ارشاد فرمایا...... عربی زبان میں درود شریف کے لیے لفظ ''صلوٰۃ'' استعمال ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ کے دو معانی ہیں۔ دعا کرنا اور برکت دینا۔

عرض کی گئی...... قرآن نے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے درود کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ اور اہل ایمان کو بھی درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں درودوں کے درمیان فرق کیا ہے؟

ارشاد فرمایا...... مخلوق، خواہ کوئی بھی ہو، انسان ہوں یا فرشتے، پتھر ہوں یا درخت، ان کے درود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم کے روحانی مراتب و درجات کی بلندی کی دعا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف درود کی نسبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کے ان درجات کو بلند کرتا چلا جائے۔ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف و توصیف کرے۔

عرض کی گئی...... اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے فرشتوں کے سامنے نبی اکرم کی تعریف و توصیف کرتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... جو امور مخلوق کی خصوصیت ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت مجازی یا اصطلاحی معنی میں کی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ صفتِ کلام سے متصف ہے لیکن اس کی صفتِ کلام کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ ہمارے علم، عقل اور فہم سے ماورا ہے۔

Marfat.com

لیکن جب ہم بندوں کی طرف کلام کی نسبت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان، ہونٹوں، مسوڑھوں اور حلق کے مختلف آلات کو حرکت دیتے ہوئے آواز کا مخصوص زیر و بم پیدا کریں۔

انسانوں کی تعریف و توصیف، زبانی کلامی یا تحریری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس معروف معنی کے اعتبار سے زبان و کلام یا تحریر سے پاک ہے۔ اس لیے اس کے تعریف کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مخلوق کے سامنے نبی اکرم کے اوصاف و کمالات کی مختلف جہات کو ظاہر کرتا چلا جاتا ہے۔

عرض کی گئی...... یعنی درود ایک دعا ہے اور اس کا نتیجہ اسی طرح سامنے آتا ہے جیسے دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... صیغۂ درود کے الفاظ ہی اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ یہ ایک دعا ہے اس میں اور عام دعاؤں میں فرق یہ ہے کہ عام دعا کا تعلق صرف انسان کی اپنی ذات کے ساتھ یا دیگر مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے مگر درود شریف وہ دعا ہے جس کا تعلق خاص نبی اکرم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ہے۔ اور ان حضرات کے ساتھ ہے جنہیں آپ سے خصوصی تعلق کا شرف حاصل ہے۔ جیسے صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار، ازواجِ مطہرات، آلِ پاک اور اُمتِ نبوی۔

عرض کی گئی...... اگر یہ ایک دعا ہے تو اس کا اثر کس طرح ظاہر ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... اس دعا کے اثر کے ظہور کی مختلف صورتیں ہیں۔ جیسے نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ (اس کے نامۂ اعمال میں) دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کے دس گناہ معاف ہوں گے۔ اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے۔ اور اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا"۔

(صفحہ نمبر ۱۰۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ بات منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں نبی اکرم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"تمہاری اُمت کا جو فرد تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود

Marfat.com

بھیجوں گا''۔

عرض کی گئی...... اس کا مطلب یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے انسان کو نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا...... انسان کی دعا کا تعلق یا تو اس کے دنیاوی امور کے ساتھ ہوتا ہے یا آخرت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ابی روایت کرتے ہیں' ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

یا رسول اللہ! اگر میں ہر وقت آپ پر درود پڑھتا رہوں تو آپ کے خیال میں یہ کیسا عمل ہے؟ اس کے جواب میں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''ایسا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہارے تمام دنیاوی اور اخروی امور کے لیے کافی ہوگا''۔ (صفحہ ۳۶۰)

اسی طرح ایک اور روایت میں یہ بات موجود ہے۔

حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور فقر و فاقہ و تنگدستی کی شکایت کی۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم اپنے گھر میں داخل ہو' تو وہاں کوئی موجود ہو یا نہ ہو مجھ پر سلام بھیجو اور ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لو''۔

حضرت سہل کہتے ہیں: اس شخص نے اس بات پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا عطا کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی مدد کرنے کے قابل ہوگیا۔ (صفحہ ۳۷۳)

عرض کی گئی...... ان احادیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیاوی مصائب و پریشانیوں سے بچنے کے لیے درود شریف بہترین وظیفہ ہے۔

ارشاد فرمایا...... صرف دنیاوی امور میں ہی نہیں بلکہ اخروی معاملات میں بھی درود شریف انسان کے لیے بہترین توشہ ثابت ہوگا۔ جیسا کہ خود نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا رہا ہوگا''۔ (صفحہ ۸۱)

ایک اور حدیث' جسے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا

Marfat.com

ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچائے گا۔ یہ درود اس شخص کے دنیاوی اور اخروی امور کے لیے کافی ہوگا اور میں قیامت کے دن اس شخص کے لیے گواہی بھی دوں گا اور اس کی شفاعت بھی کروں گا‘‘۔ (صفحہ ۶۹)

عرض کی گئی...... کیا عربی زبان میں درود شریف پڑھنا جائز ہے؟ یا دیگر زبانوں میں بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... میں پہلے اس بات کی وضاحت کر چکا ہوں کہ درود شریف کے لیے عربی زبان میں لفظ ’’صلوٰۃ‘‘ استعمال ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ کا معنی دعا کرنا ہے۔ عام دعا کا تعلق انسان کی اپنی ذات یا دیگر مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ درود شریف والی دعا کا تعلق نبی اکرم کے ساتھ ہے۔

اس لیے اب ہمارے سامنے یہ سوال آئے گا کہ کیا عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں دعا مانگی جاسکتی ہے؟

ظاہری بات ہے کوئی بھی شخص اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں دعا مانگنا جائز ہے بلکہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دیگر زبانوں میں دعا مانگی جاسکتی ہے۔

اس لیے جب عام دعا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں مانگی جاسکتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ دیگر زبانوں میں درود شریف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ درود شریف بھی درحقیقت دعا ہی کی ایک قسم ہے۔

عرض کی گئی...... کیا نثر میں درود شریف پڑھا جاسکتا ہے؟

ارشاد فرمایا...... دعا کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی حاجت کی تکمیل کے لیے دستِ سوال دراز کیا جائے۔ اس کے لیے نظم یا نثر شرط نہیں ہے۔ اس لیے درود شریف میں بھی نظم یا نثر کو شرط قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پوری اُمتِ مسلمہ ’از شرق تا غرب‘ قصیدۂ بردہ پڑھتی اور سنتی ہے صدیوں سے یہ قصیدہ اہل ایمان کے ورد میں شامل ہے۔ یہ قصیدہ درحقیقت منظوم درود ہے۔ اور اُمت میں کسی ایک نے بھی اس قصیدے پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ منظوم کیوں ہے؟

اسی طرح اُردو زبان میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کا شہرۂ آفاق سلام

Marfat.com

”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ پورے ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ یہ بھی منظوم کلام ہے اور کسی نے بھی اس کے منظوم ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔

عرض کی گئی...... الفاظ کی نشست و برخاست، معنوی وسعت اور خیال آفرینی کے حوالے سے یہ بہت بہترین کلام ہے۔

ارشاد فرمایا......اس کی دیگر تمام خوبیاں تو ایک طرف ہیں اس کا اختتام بہت اعلیٰ ہے۔ اس کے آخر میں اعلیٰ حضرت یہ آرزو کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کا جلال زور پر ہوگا۔ اور اس وقت جب نبی اکرم ہزاروں فرشتوں کے جلو میں میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے اور سب اہلِ محشر آپ پر درود و سلام بھیجیں گے۔ اس وقت کاش آپ کے خدام فرشتے مجھ سے یہ فرمائش کریں کہ رضا! مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ پڑھو۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حشر کا شورِ دارو گیر، اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالیت کا اظہار اور پھر فرشتوں کی یہ فرمائش کہ سلام وہ پڑھو جس میں مصطفیٰ کریم کو ”جانِ رحمت“ قرار دیا گیا ہے۔ کہ اسی ”جانِ رحمت“ کے وسیلے اور برکت سے قیامت کے دن بنی نوع انسان کو نجات نصیب ہوگی...... ان تمام امور نے مل کر ان اشعار میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کل بروزِ قیامت واقعی خدامِ ادب یہ فرمائش کریں اور اس کے جواب میں تمام اہلِ محشر پڑھنا شروع کر دیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

عرض کی گئی...... ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد یہ سلام بطورِ اہتمام پڑھا جاتا ہے اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

ارشاد فرمایا...... حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

”ہر جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جمعے کے دن میری اُمت کا

Marfat.com

سلام میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے لہٰذا جو شخص مجھ پر جتنی کثرت سے درود بھیجے گا وہ میرے اتنا ہی زیادہ قریب ہوگا''۔ (صفحہ ۱۰۱)

ایک اور روایت کے مطابق' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جن دنوں میں سورج نکلتا ہے ان میں سب سے بہترین دن جمعے کا دن ہے اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا' اسی دن میں انہیں زمین پر اُتارا گیا' اسی دن میں ان کی توبہ قبول ہوئی' اسی دن ان کا انتقال ہوا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی جمعہ کے دن ہر چوپایہ صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک اس ڈر سے خاموش رہتا ہے کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ صرف انسان اور جنات ایسا نہیں کرتے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی بھی ہے کہ اگر اس وقت کوئی مسلمان نماز (یا درود شریف) پڑھ رہا ہو تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا''؟ (صفحہ ۱۰۰)

عرض کی گئی...... کیا یہ بات نبی اکرم کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص ہے؟

ارشاد فرمایا...... حضرت ابو درداء روایت کرتے ہیں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ یہ فرشتوں کی حاضری کا دن ہے۔ جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے''۔

(حضرت ابو درداء فرماتے ہیں) میں نے عرض کی کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ تو نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس بات کو زمین کے لیے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو خراب کرے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق عطا کیا جاتا ہے''۔ (صفحہ ۱۰۰)

عرض کی گئی...... بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ باقاعدگی کے ساتھ ایسا کرنا بدعت ہے؟

ارشاد فرمایا...... دو ایک روایات میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں جن سے یہ بات بہرحال ثابت ہو جاتی ہے کہ جمعے کے دن باقاعدگی سے درود شریف پڑھنا سنت کے مطابق ہے۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر بہت سی روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ جمعے کے دن

Marfat.com

کو درود شریف پڑھنے کے لیے باقاعدگی سے اختیار کرنا سنت ہے' بدعت نہیں ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جمعے کے دن میں خاص جمعے کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ تو پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ جب نبی اکرم نے جمعے کے دن درود شریف پڑھنے کی ترغیب دی تو اس سے مراد کوئی معین وقت ہے؟

یہ طے ہے کہ احادیث میں جمعے کے دن کسی معین وقت کی تخصیص کی روایت نہیں ملتی۔ اور یہ بھی مشکل ہے کہ انسان جمعے کے دن' سارا دن درود شریف پڑھتا رہے۔ اس لیے لازمی طور پر اسے درود شریف پڑھنے کے لیے کوئی وقت مخصوص کرنا پڑے گا۔

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

''ایک دن نبی اکرم ان کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ان کے پاس ایک خاتون موجود تھیں۔ نبی اکرم نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو سیّدہ عائشہ صدیقہ نے بتایا کہ فلاں خاتون ہے اور پھر ان کی کثرتِ نماز کا ذکر کیا تو نبی اکرم نے فرمایا: ٹھہرو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تھکتا نہیں ہے مگر تم تھک جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جسے باقاعدگی سے کیا جائے''۔ (بخاری حدیث ۴۱)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی نفلی عمل کی کثرت کی بجائے اس کی باقاعدگی شریعت کی نظر میں محمود ہے۔ اس لیے جمعے کے دن انسان کو درود شریف پڑھنے کے لیے اسی وقت کا انتخاب کرنا چاہیے جب وہ باقاعدگی کے ساتھ درود شریف پڑھ سکے۔

عرض کی گئی...... یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص جمعے کے دن فجر یا عصر کے بعد یا کسی اور وقت کو درود شریف کے لیے مخصوص کرلے اور پھر باقاعدگی کے ساتھ اسی مخصوص وقت میں درود شریف پڑھتا رہے؟

ارشاد فرمایا...... یہ بہت بہتر ہے ہم اس شخص کے عمل پر اعتراض نہیں کررہے بلکہ ہم تو اس شخص کو سمجھانے کی کوشش کررہے ہیں جو ہم پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ ہم جمعے کی نماز کے بعد ''صلوٰۃ وسلام'' کیوں پڑھتے ہیں؟

صلوٰۃ وسلام ایک مستحب عمل ہے۔ اگر کوئی نہیں پڑھتا تو ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے' لیکن اگر کوئی شخص پڑھ لیتا ہے تو اب کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

جمعے کے دن لوگ اکٹھے ہوتے ہیں

Marfat.com

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اپنی مجالس کو درود شریف کے ذریعے آراستہ کرو''۔ (صفحہ ۳۳۸)

عرض کی گئی...... پھر تو ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیے؟

ارشاد فرمایا...... ایسا ہی ہونا چاہیے یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ گیارہویں شریف' میلاد شریف' محفل نعت یا کسی بھی دینی محفل کے اختتام پر ہمیشہ باقاعدگی سے ''صلوٰۃ وسلام'' پڑھتے ہیں۔

عرض کی گئی...... آپ نے سیّدہ عائشہ کا قول نقل کیا ہے۔ کیا نبی اکرم کے فرامین سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے؟

ارشاد فرمایا...... حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: ''جب کچھ لوگ ایک جگہ پر اکٹھے ہوں' اور اس محفل میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اس کے نبی پر درود نہ بھیجیں تو قیامت کے دن وہ مجلس ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی اگر اللہ نے چاہا تو انہیں معاف کر دے گا اور اگر چاہا تو ان پر گرفت کرے گا''۔ (صفحہ ۷۰)

اسی مضمون کی روایات مختلف الفاظ میں منقول ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ہر محفل کے اختتام پر نبی اکرم پر درود بھیجنا چاہیے۔ اور اسی لیے اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنی محافل کے اختتام پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔

85209

Marfat.com

مقدمة الكتاب

رَبِّ يَسِّرْ وَاعِن وَصَلَّى اللّٰهُ علٰى محمَّدٍ وّآلہٖ وَسَلَّم

شیخ، امام، عالم، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب زرعی حنبلی (المعروف) امام الجوزیہ تحریر کرتے ہیں:

میں نے اس کتاب کا نام

جلاء الافهام فی فضل الصلٰوة والسلام علٰی محمدٍ خیر الانام

تجویز کیا ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک لاجواب کوشش ہے۔ اس سے پہلے کسی کتاب میں اتنے فوائد اکٹھے نہیں کئے گئے۔ اس کتاب میں ہم نے درود و سلام سے متعلق صحیح، حسن اور معلول احادیث نقل کی ہیں اور ان کی علل پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اس کے علاوہ درود شریف کے اسرار، اس کی بزرگی، حکمت اور فوائد پر گفتگو کی ہے۔ ان مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ درود شریف کے وجوب سے متعلق اہل علم کے اختلاف کو نقد و تبصرے کے ہمراہ تحریر کیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عمدہ کوشش ہے۔

والحمد للّٰہ ربّ العالمین

Marfat.com

پہلا باب

درود وسلام سے متعلق احادیث

حضرت ابومسعود سے منقول حدیث:

حضرت ابومسعود روایت کرتے ہیں ہم حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل کر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر بھی جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی اور تو حضرت محمد ﷺ پر برکتیں نازل کر اور ان کی آل پر بھی جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکتیں نازل کی تھیں۔'' [1]

(پھر آپ نے فرمایا) سلام پڑھنے کے طریقے سے تم واقف ہو۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث کو امام احمد، مسلم، نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام احمد کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں (کہ بشیر بن سعد نے یہ سوال کیا تھا)

فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا

''نماز کے دوران جب ہم نے آپ پر درود بھیجنا ہو تو کس طرح درود پڑھیں۔''

---

[1] مسلم، ابن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (405)، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (980) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2220) مالک بن انس، موطا (165/1)

Marfat.com

پہلی فصل:

احادیث درود وسلام نقل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

درود شریف سے متعلق روایات درج ذیل صحابہ سے منقول ہیں۔

۱۔ حضرت ابومسعود انصاری بدری

۲۔ حضرت کعب بن عجرہ

۳۔ حضرت ابوحمید الساعدی

۴۔ حضرت ابوسعید خدری

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ

۶۔ حضرت زید بن حارثہ (بعض روایات کے مطابق) حضرت زید بن خارجہ

۷۔ حضرت علی بن ابوطالب

۸۔ حضرت ابوہریرہ

۹۔ حضرت بریدہ بن حصیب

۱۰۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود

۱۲۔ حضرت فضالہ بن عبید

۱۳۔ حضرت ابوطلحہ انصاری

۱۴۔ حضرت انس بن مالک

۱۵۔ حضرت عمر بن خطاب

۱۶۔ حضرت عامر بن ربیعہ

۱۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

۱۸۔ حضرت ابی بن کعب

۱۹۔ حضرت اوس بن اوس

Marfat.com

۲۰۔ حضرت امام حسن بن حضرت علی

۲۱۔ حضرت امام حسین بن حضرت علی

۲۲۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔

۲۳۔ حضرت براء بن عازب

۲۴۔ حضرت رویفع بن ثابت الانصاری

۲۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ

۲۶۔ حضرت ابورافع، جو نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن ابواوفیٰ

۲۸۔ حضرت ابوامامہ باھلی

۲۹۔ حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود

۳۰۔ حضرت ابوبردہ بن نیار

۳۱۔ حضرت عمار بن یاسر

۳۲۔ حضرت جابر بن سمرہ

۳۳۔ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف

۳۴۔ حضرت مالک بن حویرث

۳۵۔ حضرت عبداللہ بن جرءِ زبیدی

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس

۳۷۔ حضرت ابوذر غفاری

۳۸۔ حضرت واثلہ بن اسقع

۳۹۔ حضرت ابوبکر صدیق

۴۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو

۴۱۔ حضرت سعید بن عمیر انصاری اپنے والد حضرت عمیر سے روایت کرتے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

Marfat.com

۴۲۔ حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہم اجمعین

حضرت ابومسعود کی روایت کے طرق:

حضرت ابومسعود (کے حوالے سے نقل کی جانے والی روایت) صحیح حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ اور امام ابوداؤد نے قعنبی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں حضرات مالک سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو اسحاق بن موسیٰ اور معن کے حوالے سے مالک سے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کو ابوسلمہ اور حارث بن مکین کے حوالے سے ابن قاسم سے نقل کیا ہے۔ جو مالک، نعیم، المجمر کے حوالے سے محمد بن عبداللہ بن زید سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

امام احمد نے نماز میں درود کی بابت استفسار کا جو اضافہ نقل کیا ہے اس کی سند یہ ہے۔ یعقوب اپنے والد کے حوالے سے ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری کے حوالے سے حضرت ابومسعود انصاری کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

أَقْبَلَ رَجلٌ حَتّٰى جلسَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ، فَقَدْ عرفناهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: فصمتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى أَحْبَبْنَا أَنَّ الرجلَ لَمْ يسألْه۔ فَقَالَ: "إِذَا أَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ......")

"ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ ہم بھی اس وقت وہاں حاضر تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ ہم جانتے ہیں' نماز کے دوران جب ہم نے آپ پر درود بھیجنا ہو تو کن الفاظ میں درود بھیجیں؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل

Marfat.com

کرے۔ (راوی کہتے ہیں) اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے یہ سوچا کہ کاش اس شخص نے سوال نہ کیا ہوتا مگر پھر آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مجھ پر درود بھیجنا چاہو تو یہ کلمات پڑھو۔

"اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جو اُمی نبی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر بھی جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل کی۔ (اس کے بعد حدیث کے مزید الفاظ بھی ہیں جو امام احمد نے نقل کئے ہیں)"[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت کو ابن خزیمہ اور حاکم نے اپنی تصانیف میں اس اضافے کے ہمراہ نقل کیا ہے حاکم کے بیان کے مطابق یہ اضافہ امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے تاہم یہ حاکم کی غلط فہمی ہے کیونکہ امام مسلم بنیادی روایات میں ابن اسحاق کو مستند نہیں سمجھتے البتہ (ثانوی نوعیت کے) متابعات اور شواہد میں ان سے روایت نقل کر دیتے ہیں۔

اس روایت میں بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اس اضافے کو نقل کرنے میں ابن اسحاق منفرد ہیں جب کہ دیگر تمام راویوں نے اسے نقل نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ابن اسحاق قابل اعتماد ہیں اور ان پر ایسی تنقید نہیں کی گئی جس کے نتیجے میں ان کی نقل کردہ روایت کو مکمل طور پر ناقابل اعتماد قرار دیا جائے۔ علم حدیث کے ماہرین نے ان کی یادداشت اور سچائی کی تعریف کی ہے اور یہی دو بنیادی خصوصیات راوی میں موجود ہونی چاہئیں۔ اس کا ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن اسحاق کی روایات میں تدلیس کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن اس روایت میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث شیخ محمد بن ابراہیم ہی سے سنی ہے لہٰذا اس روایت کے بارے میں تدلیس کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

امام دارقطنی نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں...... آپ نے یہ بات سنن دارقطنی میں تحریر کی ہے۔ مگر "العلل" میں یہ بات تحریر ہے کہ امام دارقطنی سے ابن اسحاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صاحب محمد بن ابراہیم تیمی سے محمد بن عبداللہ بن زید اور حضرت ابومسعود کے

---

[1] احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' "المسند" (119/4)' ابن خزیمہ' (711) حاکم' ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ' "المستدرک علی الصحیحین" (268/1)

Marfat.com

حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں جبکہ اسی روایت کو نعیم مجر نے بھی محمد بن عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے مگر ابن اسحاق کی روایت نعیم سے مختلف ہے کیونکہ اس روایت کو امام مالک بن انس نے نعیم، محمد اور حضرت ابو مسعود کے حوالے سے نقل کیا ہے جب کہ قعنبی، معن اور موطا کے دیگر راویان نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے لیکن حماد بن مسعدہ، مالک اور نعیم کے حوالے سے محمد بن زید کی ان کے والد سے روایت نقل کرتے ہیں جو غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اس روایت کو داؤد بن قیس الفراء نے نعیم اور حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے اور یہ بات امام مالک کی روایت کردہ نقل کے خلاف ہے۔ تاہم امام مالک کی نقل کردہ روایت درست ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے خیال میں اصل اختلاف ابن اسحاق کی نقل کردہ روایت میں پیدا ہوا کیونکہ انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جبکہ اسی روایت کو زہیر بن معاویہ نے ابن اسحاق سے اس اضافے کے بغیر نقل کیا ہے۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں احمد بن یونس کے حوالے سے جبکہ طبرانی نے معجم میں عباس بن فضل، احمد بن یونس کے حوالے سے زہیر کی یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری:

عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی ''نسب الانصار'' میں تحریر کرتے ہیں۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ البدری، انہیں بدری اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بدر کے مقام پر پانی لینے کے لئے ٹھہرے تھے یا شاید انہوں نے وہاں کچھ دیر قیام کیا تھا تاہم مؤرخین کے نزدیک انہیں غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں تاہم اس پر اتفاق ہے کہ انہیں ''بیعت عقبہ'' میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت علی جب صفین جانے کے لئے کوفہ سے نکلے تھے تو آپ نے اپنی غیر موجودگی میں انہیں کوفہ کا امیر مقرر کیا تھا جہاں انہوں نے نمازِ عید کی امامت کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق 40 ہجری اور دوسری روایت کے مطابق 60 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہماری تحقیق کے مطابق علم حدیث کے ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرات یہ ہیں۔ امام بخاری، ابن

Marfat.com

اسحاق اور زہری۔

حضرت کعب بن عجرہ سے منقول حدیث:

یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے منقول ہے جسے اہل صحیح اور اصحاب سنن ومسانید نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اس روایت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ صحیحین (بخاری ومسلم) کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ: لقینی کعبُ بن عُجْرة فَقَالَ: اَلاَ اُهدی لك هدِیَّةً خرجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ فَقُلْنَا: قَدْ عَرَفْنَا کَیْفَ نُسَلِّم عَلَیْكَ، فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ علٰی آل ابراهیم، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ"

ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں؟ (پھر خود ہی فرمانے لگے) ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یہ بات ہم جان چکے ہیں کہ ہمیں آپ کی خدمت میں کس طرح ہدیۂ سلام پیش کرنا چاہئے مگر ہدیہ درود کس طرح پیش کیا جائے؟ (اب ہم یہ جاننا چاہتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یہ الفاظ پڑھو۔

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی تھی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی تھی ...... بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

دوسری حدیث:

حضرت کعب بن عجرہ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام حاکم نے مستدرک

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6357)' مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (406)

Marfat.com

میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "احضُروا {المِنبَر}" فحضَرْنَا، فَلَمَّا ارتقى الدرجة قَالَ: "آمين" . ثم ارتقى الدرجةَ الثانية فَقَالَ: "آمين"" ثم ارتقى الدرجة الثالثة، فَقَالَ "آمِيْن" ، فَلَمَّا نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، قُلنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نسمعُهُ، فَقَالَ: "اِنَّ جِبْرِيلَ عَرَضَ لِيْ، فَقَالَ: بَعُدَ من أدركَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفِر لَهُ، فَقُلْتُ: آمِيْن، فَلَمَّا رقيتُ الثَّانِيَةَ، قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ . فَقُلْتُ: آمِيْن، فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ من أُدرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرُ أَوْ أَحدَهُمَا، فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: آمين"

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا منبر کے پاس آ جاؤ ہم قریب آ گئے جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین پھر جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی یارسول اللہ! آج ہم نے آپ کی زبانی وہ بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے اور انہوں نے کہا وہ شخص (خوش نصیبی سے) دور ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ تو میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو جبریل نے دعا کی وہ شخص (عافیت) سے دور ہوا جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اور میں نے کہا! آمین۔ پھر جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو جبریل نے دعا کی وہ شخص (رحمت سے) دور ہو جائے جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر (ان کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو سکے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

حاکم فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

---

[1] مستدرک (153/4) الترغیب والترہیب (2495)

Marfat.com

حضرت کعب بن عجرہ:

حضرت کعب بن عجرہ انصاری کی کنیت ابواسحاق ہے۔ انہیں بنو سالم میں شمار کیا جاتا ہے جو غنم بن عوف کے بھائی تھے جسے ''نوفل'' کہا جاتا ہے اور اس کی اولاد ''قواقلہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوف بہت معزز اور مالدار شخص تھا جب کوئی پریشان حال اس کے پاس آتا تو وہ یہ کہا کرتا تھا۔

''نوفل حیث شئت'' (تسلی رکھو جو تم چاہتے ہو وہی ہوگا)

ابن عبدالبر فرماتے ہیں حضرت کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن الحارث البلوی، ثم السوادی آپ کا تعلق بنو سواد سے ہے جو انصار کے حلیف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ بنو حارثہ بن حارث بن خزرج کے حلیف ہیں اور ایک ہدایت کے مطابق یہ عوف بن خزرج کے حلیف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ انصار کے قبیلے بنو سالم کے حلیف ہیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ آپ انصار کے حلیف نہیں بلکہ انصار ہی کا ایک فرد ہیں جبکہ ابن سعد بیان کرتے ہیں میں نے انصار کے نسب میں ان کا نام تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں مل سکا۔ آپ کی کنیت ''ابومحمد'' ہے۔ قرآن کی یہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ:196)

آپ کوفہ تشریف لے آئے تھے مگر آپ کا وصال مدینہ منورہ میں 51، 52 یا 53 ہجری میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر 75 برس تھی۔ مدینہ منورہ اور کوفہ کے رہنے والوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوحمید ساعدی سے منقول حدیث

یہ حدیث حضرت ابوحمید الساعدی سے منقول ہے۔ اسے امام بخاری اور ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدی فرماتے ہیں۔

اِنَّهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ''قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں؟ تو

Marfat.com

اللہ کے رسول نے یہ ارشاد فرمایا تم یوں پڑھو:

''اے اللہ! تو حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اس روایت کو امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

حضرت ابوحمید ساعدی:

ابن عبدالبر فرماتے ہیں حضرت ابوحمید ساعدی کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ کے درج ذیل اسماء کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۔ منذر بن سعد بن منذر

۲۔ عبدالرحمٰن بن سعد بن منذر

۳۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد

۴۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن منذر

۵۔ عبدالرحمٰن بن سعد بن مالک

۶۔ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ

آپ کو اہل مدینہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ کے عہد خلافت کے آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ صحابۂ کرام میں سے حضرت جابر اور تابعین میں سے حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عباس بن سہل بن سعد، حضرت محمد بن عمرو بن عطاء، حضرت خارجہ بن زید بن ثابت اور مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

یہ روایت حضرت ابواسید اور حضرت ابوحمید سے منقول ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ ان دونوں حضرات سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6360) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (407) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (979) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (1293) ابن ماجہ (905)

Marfat.com

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتو وہ یہ دعا پڑھے۔

(اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

''اے اللہ! تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''

اور جب مسجد سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔'' [۱]

حضرت ابوسعید خدری سے منقول حدیث:

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ' كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ' كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی تھی۔'' [۲]

اس روایت کو امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری:

حضرت ابوسعید خدری کا نام مبارک سعد بن مالک بن سنان ہے مگر آپ اپنی کنیت کے حوالے سے مشہور ہیں۔ ابن عبدالبرء نے لکھا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شرکت کی اور پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ غزوات میں شریک ہوئے۔

[۱] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (713) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (465) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (728) ابن ماجہ (772)

[۲] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6358) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (1292) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (9093)

Marfat.com

آپ کو بہت سی احادیث یاد تھیں۔اس لئے بہت سے اہل علم نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔آپ کا شمار انصار کے صاحب علم وفضل معززین میں ہوتا ہے۔ 74 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر درود کس طرح بھیجا جائے؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اسی روایت کو امام نسائی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے۔
ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے نبی ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [2]

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (162/1)

[2] نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (1290) ابویعلیٰ' احمد بن علی' المسند ر (653)

Marfat.com

امام نسائی اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ یوں نقل کرتے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھیں تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (وَآلِ مُحَمَّدٍ) کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

اس حدیث کے راوی عثمان بن عبداللہ بن موہب کو امام بخاری اور مسلم مستند تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت زید بن خارجہ سے منقول حدیث:

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ یوں نقل کیا ہے۔

خالد بن سلمہ فرماتے ہیں حضرت عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر حضرت موسیٰ بن طلحہ کو مدعو کیا اور وہاں ان سے دریافت کیا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے حوالے سے آپ کو کیا معلوم ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے جواب دیا میں نے حضرت زید بن خارجہ سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ پر کس طرح درود بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا:۔

تم درود بھیجو اور پوری کوشش کرو پھر یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

---

[1] نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (1289) ابویعلیٰ (652)

Marfat.com

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' ؎1

اس روایت کو امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے جبکہ اسماعیل بن اسحاق نے ''فضل الصلوٰۃ علی النبی'' میں نقل کیا ہے جبکہ حافظ ابوعبداللہ بن مندہ نے اپنی کتاب ''الصحابہ'' میں نقل کیا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ آپ کا نام ونسب یہ ہے:۔

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ آپ کا تعلق بنوسلمہ سے ہے۔

ایک روایت کے مطابق اس حدیث کے راوی حضرت زید بن خارجہ ہیں جو خزرجی انصاری ہیں۔ ابن مندہ نے اپنی کتاب ''الصحابہ'' میں تحریر کیا ہے۔ درست یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت زید بن خارجہ ہیں آپ ابوزہیر انصاری خزرجی کے صاحبزادے ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت عثمان کے عہد خلافت میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ نے وصال کے بعد بھی کلام کیا جس کا تذکرہ ابونعیم، ابن مندہ اور ابن عبدالبر نے کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق راوی حدیث کا نام خارجہ بن زید ہے لیکن پہلا قول درست ہے۔

حضرت علی سے منقول حدیث

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ ' فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' ؎2

اس روایت کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح غریب'' قرار دیا ہے اور ترمذی کے بعض

؎1 احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (199/1) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (1291)

؎2 ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3546) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (201/1) ابن حبان (909) حاکم' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ' ''المستدرک علی الصحیحین'' (549/1)

Marfat.com

نسخوں کے مطابق صرف غریب قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' اور حاکم کے متدرک میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ

مَا مِنْ دُعَآءٍ اِلَّا وَبینہٗ وَبَیْنَ السَّمَآءِ حِجَابٌ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ، فَاِذَا صُلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ ﷺ انْخَرَقَ الْحِجَابُ ، وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَآءُ، وَاِذَا لَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ لَمْ یُسْتَجِبِ الدُّعَاءُ۔

''دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب موجود رہتا ہے جب تک محمد پر درود نہ بھیجا جائے اور جب (اللہ کے) نبی پر درود بھیج دیا جائے تو وہ حجاب ہٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن اگر نبی پر درود نہ بھیجا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں تین خامیاں ہیں:

۱۔ اسے حارث الاعور نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

۲۔ شعبہ کہتے ہیں ابو اسحاق نے حارث سے صرف 4 احادیث نقل کی ہیں اور پھر انہوں نے وہ چاروں احادیث بیان کر دی ہیں لیکن ان میں یہ روایت شامل نہیں تھی۔ العجلی نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

۳۔ (اس روایت کے راوی) ثابت نے ابو اسحاق کے حوالے سے اس روایت کو حضرت علی کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام نسائی اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اسے ہم پر درود پڑھنے کا پورا اجر و ثواب عطا کیا جائے تو وہ یوں درود پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ ، وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَذُرِّیَّتِہٖ ، وَاَھْلِ بَیْتِہٖ ، كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ،

---

[1] اتحاف السادہ المتقین (42/5)

Marfat.com

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور برکتیں حضرت محمد جو نبی ہیں، ان کی ازواج جو اہل ایمان کی مائیں ہیں، ان کی اولاد اور ان کے اہل بیت پر نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

(اس روایت کے ایک راوی) حبان بن یسار کو ابن حبان نے مستند قرار دیا ہے جب کہ امام بخاری فرماتے ہیں ان صاحب کی یادداشت آخری عمر میں کمزور ہوگئی تھی۔ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ صاحب نہ تو زیادہ مستند ہیں اور نہ ہی انہیں مکمل ترک کیا جائے گا۔ ابن عدی کہتے ہیں ان صاحب کی آخری عمر کی ذہنی معذوری کے باعث ان کی روایات میں بعض خامیاں موجود ہیں۔

سند حدیث پہ تبصرہ

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں بھی ایک خامی ہے اور وہ یہ کہ شیخ موسیٰ بن اسماعیل نے عمرو بن عاصم کی روایت سے مختلف روایت نقل کی ہے۔ وہ اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یکتالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی

''جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ (اس کے اعمال کا) پورا وزن کیا جائے۔'' [2]

(اس سے آگے انہوں نے مکمل روایت نقل کی ہے) اس روایت کو امام ابوداؤد نے موسیٰ بن اسماعیل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت کی سند میں دوسری خامی یہ ہے کہ عمرو بن عاصم نے حبان بن یسار کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن طلحہ خزاعی سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ شیخ موسیٰ بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبیداللہ بن طلحہ بن عبیداللہ بن کریز ہے۔ امام بخاری کی تاریخ میں ابن ابی حاتم کی کتاب میں ابن حبان کی کتاب ''الثقات'' میں ہمارے شیخ

---

[1] القول البدیع (67)

[2] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (982) سنن کبریٰ (151/2)' مشکوٰۃ المصابیح (932)

Marfat.com

ابوالحجاج المزی کی تصنیف تہذیب الکمال میں یہی نام منقول ہے۔ لہٰذا عمرو بن عاصم کو ان کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے اور بالفرض اگر یہ دو مختلف حضرات ہوں تو عمرو بن عاصم کے بیان کردہ عبدالرحمٰن نامی صاحب کے بارے میں کچھ پتہ نہیں اور اس حدیث کے علاوہ ان سے کوئی دوسری روایت منقول نہیں ہے۔ اسماء الرجال کے قدیم ماہرین نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اگر شیخ عمرو بن عاصم سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث نقل کی ہیں تاہم شیخ موسیٰ بن اسماعیل حفظ کے اعتبار سے ان سے زیادہ مستند ہیں اور موسیٰ بن اسماعیل کی روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جو دوسری سند اور متن کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے جس کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ سے منقول

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول سے دریافت کیا ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا تم یوں درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے تمام جہانوں میں حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت اور برکت نازل کی تھی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

(اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

''سلام کے طریقے سے تم واقف ہو۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث کی سند امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے اور اسے عبدالوہاب بن مندہ نے خفاف کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام شافعی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا...... ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا

1. القول البدیع (63)

Marfat.com

یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ' وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ' كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ' وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ ' وَاٰلِ مُحَمَّدٍ ' كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ)

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی اور حضرت ابراہیم کی آل پر'' (پھر آپ نے فرمایا) پھر تم مجھ پر درود بھیجو۔ [1]

اس کے راوی ابراہیم بن محمد بن ابویحیٰ اسلمی ہیں۔ ان کی خامیوں کے باوجود امام شافعی نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ابراہیم کو آسمان سے گرا دینا ان کی تکذیب کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ امام مالک اور دیگر محدثین نے انہیں مشکوک قرار دیتے ہوئے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے بلکہ امام مالک، امام احمد، یحیٰ بن سعید قطان، یحیٰ بن معین اور امام نسائی نے صراحتاً ان کی تکذیب کی ہے۔ حافظ ابن عقدہ کہتے ہیں میں نے ابراہیم بن ابویحیٰ کی بہت سی احادیث کی تحقیق کی ہے۔ وہ منکر نہیں ہیں۔ ابواحمد بن عدی نے بھی یہی بات کی ہے کہ میں نے ان کی بیشتر احادیث کی تحقیق کی ہے اور ان میں کوئی حدیث منکر نہیں ہے تاہم ان کے بعض مشائخ میں ضعف پایا جاتا ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں میں نے ان کی احادیث کی تحقیق کی تو ان کی تمام احادیث میں کوئی بھی حدیث منکر نہیں ہے۔ امام شافعی کے ہمراہ محمد بن سعید اصفہانی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے چند دیگر احادیث بھی منقول ہیں۔

قبر انور کے پاس درود وسلام پڑھنا

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے عشاری نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ وَكَّلَ اللهُ بِهٖ مَلَكًا يُبَلِّغُنِيْ وَكُفِيَ اَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهٖ ' وَكُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا

---

[1] مسند شافعی (278) سخاوی

Marfat.com

''جو شخص میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو مقرر کیا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچا دے گا اور (یہ درود) اس شخص کی دنیا اور آخرت کے (جملہ) امور کے لئے کافی ہوگا اور قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں گا۔ (راوی کو شک ہے کہ شاید آپ نے گواہ کی جگہ فرمایا) میں اس کا شفیع ہوں گا۔'' [1]

اس روایت کے راوی محمد بن یونس بن موسیٰ الکدیمی متروک الحدیث ہیں۔

دوسری حدیث کے مطابق حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا فَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهٖ ﷺ اِلَّا كَانَ مَجْلِسُهُمْ عَلَيْهِمْ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ' اِنْ شَاءَ ' عَفَا عَنْهُمْ ' وَاِنْ شَاءَ اَخَذَهُم

''جب کچھ لوگ کسی محفل میں بیٹھیں اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور اللہ کے نبی پر درود نہ بھیجیں تو وہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہو گی اگر اللہ نے چاہا تو انہیں معاف کر دے گا اور اگر چاہا تو ان پر گرفت کرے گا۔'' [2]

اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

یوسف بن یعقوب نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ دونوں سے نقل کیا ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب ''فضل الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جبکہ ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ یہ روایت نقل کی ہے جو امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ [3]

---

[1] شعب الایمان (1583) تاریخ بغداد (291/3) [2] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3380) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (446/2) مستدرک (496/1) شعب الایمان (546) [3] ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (590) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' ' عمل الیوم واللیلۃ (408)

Marfat.com

ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیے

ابن حبان نے ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ وَيُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ

''جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر وہاں اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجتے تو قیامت کے دن یہ بیٹھک ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی اگرچہ وہ لوگ جنت میں کیوں نہ داخل ہو جائیں۔'' [1]

اس روایت کی سند شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔اس روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اور اسے امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے مگر حاکم کی یہ رائے محل نظر ہے کیونکہ ابراہیم بن حسن نے یہ روایت آدم بن ابوایاس سے نقل کی ہے جو ضعیف ہے اور اس پر تنقید کی گئی ہے۔اس روایت کی سند میں علت یہ ہے کہ ابواسحاق الفزاری نے اسے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

اس کے ایک راوی صالح تو مہ ہیں۔شعبہ ان سے روایت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔امام مالک فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہیں لہٰذا ان سے کوئی روایت حاصل نہ کرو۔

یحییٰ کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہیں اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا یہ ثقہ نہیں ہیں۔سعدی کہتے ہیں ان کی ذہنی حالت تبدیل ہوگئی ہے۔نسائی کہتے ہیں یہ ضعیف ہیں۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہماری تحقیق کے مطابق علم حدیث کے ماہرین کی ان کے بارے میں تین آراء ہیں اور تیسری رائے زیادہ بہتر ہے کہ یہ صاحب بذات خود اور ہیں لیکن عمر کے آخری حصے میں ان کی ذہنی کیفیت تبدیل ہوگئی لہٰذا جن حضرات نے اس تبدیلی سے پہلے ان سے احادیث روایت کی ہیں ان کی روایت درست ہے اور جس نے بعد میں روایت کی ہے ان کی روایات مشکوک ہیں۔ان کے پہلے کے شاگردوں میں ابن ابوذئب، ابن جریج اور زیاد بن سعد شامل ہیں۔امام مالک اور ثوری جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (463/2)' ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح'' (591)

Marfat.com

ان کی یادداشت کمزور ہو چکی تھی۔ یہ رائے امام احمد نے پیش کی ہے کہ جن حضرات نے ان سے ابتدائی زمانے میں احادیث روایت کی ہیں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی روایت کو سلیمان بن بلال نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے اور ابن ابی اویس نے اپنی سند کے ہمراہ اس کی متابعت کی ہے۔

وسیلہ کیا ہے؟

اسماعیل ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں تحریر کرتے ہیں، سلیمان بن حرب نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

صَلُّوْا عَلَیَّ ، فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلٰی زَکٰوۃٌ لَّکُمْ ، قَالَ: وَاسْأَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ

''مجھ پر درود بھیجو! کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے تزکیے کا باعث ہو گا (پھر فرمایا) اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔''

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، پھر آپ نے خود ہی بیان کیا یا شاید ہم میں سے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا۔

اَلْوَسِیْلَۃُ اَعلی دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃ، لَا یَنَالُھَا اِلا رَجُلٌ ، وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الرَّجُلَ

''وسیلہ جنت کا بلند ترین درجہ ہے جس تک کوئی ایک شخص پہنچ سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔'' [1]

اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند میں نقل کیا ہے۔

جملہ انبیاء پر درود بھیجو

اسماعیل ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] احمد' ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (2/365) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3612) مصنف عبد الرزاق' (3120) مصنف ابن ابی شیبہ' (11/405)

Marfat.com

صَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ ' وَرُسُلِهٖ ' فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِی ' صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ

''(دیگر) انبیاء ومرسلین پر بھی درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا ہے۔ (درود ان الفاظ میں بھیجو) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر نازل ہو۔'' [1]

راویانِ حدیث پر نقد

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کے ایک راوی سعید بن زید، حماد بن زید کے بھائی ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے انہیں شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ سعدی فرماتے ہیں محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے یہ صاحب مستند نہیں ہیں۔ نسائی کے بیان کے مطابق یہ قوی نہیں ہیں جبکہ امام مسلم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام احمد کی رائے ان کے بارے میں بہتر ہے۔ آپ فرماتے ہیں ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین اور امام بخاری نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

اس روایت کی سند کے دیگر راوی عمر بن ہارون، موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت اگرچہ مستند نہیں ہیں مگر اس حدیث کے دیگر شواہد موجود ہیں اور اس نوعیت کی روایات کو ثانوی دلیل کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔

ایک اہم وعید

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ' وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یَّغْفِرَ لَهٗ ' وَرَغِمَ اَنْفُ رجلٍ اَدركَ عِنْدَهٗ اَبواه الْكِبَرَ فَلَمْ یُدْخلاهُ الْجَنَّةَ

''وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ شخص بھی رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور وہ مہینہ گزر جائے مگر اس کی بخشش نہ ہو اور وہ شخص بھی رسوائی کا شکار ہو جس کے والدین

---

[1] المطالب العالیہ (3327) القول البدیع (80) فضل الصلوٰۃ علی النبی (45)

Marfat.com

اس کے سامنے بڑھاپے کی حدود تک پہنچ جائیں (اور اس کی خدمت کے باعث) اسے جنت میں نہ لے جاسکیں۔" ۱

امام ترمذی فرماتے ہیں اس بارے میں حضرت جابر اور حضرت انس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے اس کا ایک راوی ربعی بن ابراہیم اسماعیل بن ابراہیم کا بھائی ہے۔ یہ ثقہ ہے اور یہی ابن علیہ ہے۔

بعض اہل علم سے یہ بات منقول ہے ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنا کافی ہے۔ یہی بات امام حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہیں۔ امام مسلم نے انہیں مستند قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔ بعض محدثین نے ان پر تنقید بھی کی ہے جبکہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ ثقہ تو ہیں مگر عقیدے کے اعتبار سے قدری ہیں۔

اسماعیل بن اسحاق ابن اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رقی المنبرِ فَقَالَ: "آمین ' آمین ' آمین" فَقِيْلَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ الله! مَا كنتَ تصنعُ هٰذا! فَقَالَ: "قَالَ لي جبريلُ: رَغِمَ انفُ رجلٍ دخلَ عليه رمضانُ ولم يُغفَرلَهٗ ' فَقُلْتُ: آمين . ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ اَنفُ عَبدٍ اَدركَ اَبويه اَوْ اَحدَهُما الْكِبَرُ لَم يَدخُلِ الْجَنَّةَ' فَقُلْتُ: آمين . ثُمَّ قَالَ: رَغِمَ اَنفُ عَبدٍ ذُكِرتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ ' فَقُلْتُ: آمين"

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے تو آپ نے فرمایا آمین، آمین، آمین۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ نے پہلے کبھی ایسا نہیں کہا تو آپ نے فرمایا، جبریل نے مجھ سے کہا وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو سکے تو میں نے کہا آمین۔ پھر جبریل نے کہا وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے

---

۱ ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3545) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' "المسند" (254/2) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' "الصحیح" (908) القول البدیع (212)

Marfat.com

(اوران کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو سکے، میں نے کہا آمین
پھر جبریل نے دعا کی وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے آپ کا نام لیا
جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

اس روایت کے ایک راوی کثیر بن زید ہیں۔ انہیں ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوزرعہ انہیں "صدوق" میں شمار کرتے ہیں تاہم ان پر تنقید بھی کی گئی ہے۔

ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ ' فَمَاتَ ' فَدَخَلَ النَّارَ ' فَأَبعدَه الله ' قل: آمين ' فقلت: آمين"

"(جبریل نے کہا) جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور وہ مر جائے پھر جہنم میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی امت سے) دور کر دیا۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین" [2]

اس روایت کے راوی محمد بن عمرو ہیں۔ امام بخاری اور مسلم متابعات میں ان سے احادیث نقل کرتے ہیں ابن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ ترمذی نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔

رغم کا مفہوم

(ابن قیم کہتے ہیں) "رغم" میں 'غ' پر زیر پڑھی جائے گی یعنی وہ خاک آلود ہو۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں "غ" پر زیر پڑھی جائے گی اور اس کا معنی ذلیل و رسوا ہونا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول روایات میں ایک وہ حدیث بھی شامل ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ واحدةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

---

[1] فضل الصلوۃ علی النبی (18)

[2] ابن حبان (907) الادب المفرد (646)، مسند بزار (3169) صحیح ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحٰق "الصحیح" (1888)

Marfat.com

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔'' [1]

اس روایت کو امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسی حدیث کو ابن حبان نے ان الفاظ میں بھی نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَّاحِدَةً كُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اس کے عوض میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' [2]

مسجد میں داخلے کے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے منقول روایات میں وہ حدیث بھی شامل ہے جسے ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا دخلَ اَحدُكم الْمَسْجِدَ، فَلْيُسَلِّم على النَّبِيِّ، وَلْيَقُلْ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَاِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنَ الشَّيْطٰنِ''

''جو شخص مسجد میں داخل ہو اسے چاہئے کہ وہ نبی پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے اے اللہ! تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اسی طرح جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو نبی پر سلام بھیجے اور یہ دعا پڑھے اے اللہ! تو مجھے شیطان سے محفوظ رکھ۔'' [3]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (408) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1530) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (485) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (50/3) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (485/2) ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (906)

[2] ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (905) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (262/2) ابویعلیٰ احمد بن علی ''المسند'' (6527) فضل الصلوٰۃ علی النبی (11) مجمع الزوائد (160/10)

[3] نسائی احمد بن شعیب عمل الیوم واللیلہ (90) ابن حبان (773) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (207/1) سنن کبریٰ (442/2) ابن خزیمہ ابوبکر محمد بن اسحٰق ''الصحیح'' (452)

Marfat.com

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ایک روایت یہ ہے جسے ''الجزء المعروف'' کے مصنف حسن بن احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے بنی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا' وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا' وَصَلُّوْا عَلَىَّ' فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تبلُغنى حَيْثُمَا كُنْتُمْ

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ مجھ پر درود پڑھو بے شک تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔'' [1]

فرشتے درود پہنچاتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ایک روایت وہ ہے جسے مسلم بن ابراہیم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لله سَيَّارَةً مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِذَا مَرُّوا بِحلق الذِّكر ' قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اقعدُوا' فَإِذَا دعا القومُ اٰمَنُوا عَلٰى دُعَائِهِمْ ' فَإِذَا صَلُّوْا عَلَى النَّبِىِّ ﷺ صَلُّوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَفْرَغُوْا' ثُمَّ يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: طُوْبٰى لِهٰؤُلَاءِ يَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ

''اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں جب وہ ذکر کی محفل کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان میں سے بعض دوسروں کو کہتے ہیں بیٹھو جب وہ لوگ دعا کرتے ہیں تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب وہ نبی پر درود بھیجتے ہیں تو یہ فرشتے بھی ان کے ہمراہ درود بھیجتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں یہ سب لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ یہ اس حال میں واپس جائیں گے کہ ان سب کی بخشش ہو چکی ہو گی۔'' [2]

شیخ ابو سعید النقاص نے اس روایت کو اپنی کتاب ''فوائد'' میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2042) احمد' ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (367/2)

[2] القول البدیع' (348)

آپ ﷺ خود سلام کا جواب دیتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے جسے امام احمد اور امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ اِلَيْهِ السَّلَامَ

''جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' [1]

اس روایت کے راوی ابوصغر کا نام حمید بن زیاد ہے اس روایت کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا یزید بن عبداللہ (جنہوں نے یہ روایت حضرت ابوہریرہ سے نقل کی ہے) نے حضرت ابوہریرہ سے احادیث سنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے (گویا اس حدیث کی سند مشکوک ہے کیونکہ) یزید بن عبداللہ ضعیف ہیں اور ان کا حضرت ابوہریرہ سے سماع محل نظر ہے۔

ابوشیخ اپنی کتاب ''الصلوۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ من بعيدٍ اُعْلِمْتُهٗ

''جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود کے بارے میں مجھے بتا دیا جاتا ہے۔'' [2]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ حدیث بہت نادر ہے۔

آپ ﷺ اور فرشتے سلام کا جواب دیتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت ابوہریرہ سے منقول ایک حدیث وہ ہے جسے حافظ ابونعیم اصفہانی نے طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فِيْ شَرْقٍ وَّلَا فِيْ غَرْبٍ، اِلَّا اَنَا وَمَلَائكةُ

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2041) مسند احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (527/2)

[2] الجامع الصغیر (8838) القول البدیع (227)

Marfat.com

رَبِّیْ نردُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ ' فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا بَالُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ؟ قَالَ: وَمَا یُقَالُ لکریم فِیْ جِیرتِهٖ و جیرانِهٖ ' اِنَّهٗ مِمَّا اُمِرَ بِهٖ من حفظِ الْجَوَارِ وَحفظِ الْجیرانِ"

''جو مسلمان مشرق یا مغرب میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اور میرے پروردگار کے فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اہل مدینہ کا کیا حال ہوگا تو آپ نے فرمایا کسی معزز شخص سے ہمسائیگی اور ہمسایوں کے بارے میں کیا توقع کی جاسکتی ہے یہی کہ وہ ہمسائیگی اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھے گا۔'' [1]

حافظ محمد بن عثمان کہتے ہیں اس روایت کو عمری نے وضع کیا ہے اور ایسا ہی ہے کیونکہ یہ سند حدیث سے مطابقت نہیں رکھتی۔

حسن بن شاذان اپنی سند کے ہمراہ حضرت بریدہ کا بیان نقل کرتے ہیں۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اجعلْ صَلواتِكَ ' ورحمتَكَ علٰى مُحَمَّدٍ ' وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جعلتَها عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو اپنا درود اور رحمتیں حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر نازل فرما جیسے تو نے اسے حضرت ابراہیم پر نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [2]

اس روایت کے راوی ابوداؤد کا نام نفیع بن حارث الاعمی ہے یہ اگرچہ متروک الحدیث ہیں تاہم جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس نوعیت کی روایات کو ثانوی تائیدی دلیل کے طور پر نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ بنیادی اصول کے طور پر انہیں نقل نہیں کیا جاسکتا۔

درود شریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی

حضرت سہل بن سعید الساعدی کی روایت کو طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ ''معجم'' میں

---

[1] سخاوی' القول البدیع (320)

[2] احمد 353/5' مجمع الزوائد 144/2

Marfat.com

نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لاَ صَلاۃَ لِمَنْ لاَ وُضوء له ' وَلا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ' وَلاَ صَلاۃَ لِـمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ' وَلاَ صَـلاۃَ لِمَنْ لَّا يُحِبُّ الْاَنْصَارَ

''جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو (وضو کے آغاز میں) اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو نہیں ہوگا اور جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو شخص انصار سے محبت نہ رکھتا ہو اس کی بھی نماز نہیں ہوتی۔'' [1]

اس روایت کو امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ عبدالمھیمن بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جو ابی بن عباس رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں جہاں تک ابی بن عباس رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے احادیث روایت کی ہیں مگر امام احمد، یحییٰ بن معین اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے مگر ان کے بھائی عبدالمھیمن کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ ''متروک الحدیث'' ہیں اگر یہ اپنے بھائی کی احادیث نقل کرتے ہیں تو اس روایت میں کوئی حرج نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہ مرتبہ حسن سے کم نہیں ہوگی لیکن اگر ابن ابی فدیک یا ان سے کم مرتبے کے لوگوں نے غلط فہمی کے باعث ان کے بھائی ابی کی بجائے ان کا نام لے لیا ہے اور شاید ایسا ہی ہوا ہے تو یہ ایک مضبوط خامی ہے کیونکہ یہ حدیث عبدالمھیمن کے حوالے سے بھی معروف ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی سے درود شریف کے بارے میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام بغوی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے حضرت سہل فرماتے ہیں۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَـاِذَا اَنَا بِاَبِیْ طَلْحَۃَ ' فَقَامَ اِلَيْهِ ' فتلقّاہ' فَقَالَ: بِـاَبِـیْ اَنْـتَ وَاُمِّـیْ يَـا رَسُوْلَ اللهِ! اِنِّیْ لَارَی السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِكَ ' قَالَ: ''اَجل ' اِنَّهٗ اَتَانِی جبرِيْلُ آنفًا' فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَنْ صَلّٰی عَلَيْكَ مَرَّۃً- اَوْ قَالَ وَاحِدَۃً' كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِهَا عَشَرَ حَسَنَاتٍ' وَمَحا عَنْهُ بِهَا عَشَرَ سَيِّئَاتٍ' وَرَفَعَ لَهٗ بِهَا عَشَرَ دَرَجَاتٍ''

[1] ابن ماجہ 400 'طبرانی' معجم کبیر 120/6

Marfat.com

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، میرے ہمراہ حضرت ابوطلحہ بھی موجود تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ سے ملاقات کی اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آج آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ابھی کچھ دیر پہلے جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے محمد! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔" [1]

اس حدیث کے ایک راوی ابن حبیب کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا! فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل کریں گے۔"

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ روایت سند کے اعتبار سے حضرت سہیل کی بجائے حضرت ابوطلحہ کی سند میں زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ مستدرک میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص نماز میں تشہد پڑھے تو یہ (درود) پڑھے۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ، وَبَارَكْتَ، وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ"

"اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت اور برکت نازل کی اور ان پر رحم کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔" [2]

امام بیہقی نے بھی "سنن کبریٰ" میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کے ایک راوی یحییٰ بن سباق اور ان کے شیخ عدالت و جرح کے اعتبار سے غیر معروف ہیں۔ ابوحاتم بن حبان نے اپنی کتاب "الثقات" میں یحییٰ بن سباق کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] نسائی عمل الیوم واللیلہ 44/3' ابن حبان 915' طبرانی' معجم کبیر 4720

[2] بیہقی' سنن کبریٰ 379/2' حاکم 269/1)

Marfat.com

تشہد کے کلمات

امام دارقطنی نے اپنی سند کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے تشہد کے کلمات اس طرح سکھائے ہیں جیسے آپ ہمیں قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے۔ (اور وہ کلمات یہ ہیں)

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلٰوةُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ، اَللّٰهُمَّ بارك علٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا، مَعَهُمْ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

''تمام قولی، جسمانی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام نازل ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں بے شک حضرت محمد اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! ان کے ہمراہ ہم پر بھی رحمت نازل فرما اے اللہ! حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! ان کے ہمراہ ہم پر بھی برکت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی طرف سے اُمی نبی حضرت محمد پر درود نازل ہو (پھر سلام پھیرتے ہوئے کہے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (دارقطنی 353/1)

Marfat.com

(امام مجاہد فرمایا کرتے تھے) جب نمازی اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی کے نزول کی دعا کرتا ہے تو گویا وہ تمام آسمانوں اور زمین میں رہنے والی جملہ مخلوقات کی سلامتی کی دعا کرتا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث میں علت یہ ہے کہ یہ عبدالوہاب بن مجاہد سے منقول ہے۔ یحیٰی بن معین، دارقطنی اور دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ حاکم ان کے بارے میں کہتے ہیں یہ صاحب اپنے والد سے جھوٹی احادیث روایت کرتے ہیں۔

اس میں دوسری علت یہ ہے کہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' تک تشہد کا حصہ حضرت ابن مسعود سے محفوظ طور پر منقول ہے اور بعد والا حصہ موقوف اور مرفوع دونوں طرح سے منقول ہے۔

''جب تم یہ الفاظ پڑھ لو تو تمہاری نماز مکمل ہو گئی اب اگر تم اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے رہنا چاہو تو بیٹھے رہو۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) زیادہ درست اور قرین قیاس رائے یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن مسعود سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے محمد بن حمدان اعروزی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَلَا دِيْنَ لَهٗ

''جو شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا وہ بے دین ہے۔''

قربِ نبوی کا حصول

امام ترمذی اپنی جامع ''میں'' اپنی مسند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَىَّ صَلٰوةً

''قیامت کے دن میرے رب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو (دنیا میں) کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا تھا۔'' [2]

---

[1] القول البدیع 222 [2] ترمذی 484' ابن حبان 911' ابن ابی شیبہ 505/11

Marfat.com

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسی روایت کو ابو حاتم بن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔

یہ روایت مسند بزار میں بھی موجود ہے۔

تاہم ترمذی اور ابو حاتم کی مسند میں ذرا سا اختلاف ہے۔ اس روایت کو امام بغوی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ہمراہ اپنی ''سنن'' میں حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''جب تم بارگاہ رسالت میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرو تو اسے اچھے الفاظ میں پیش کرو کیونکہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ شاید اسے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا جائے۔''

آپ کے شاگردوں نے عرض کی، آپ ہمیں سکھائیں (کہ ہم کن الفاظ میں درود شریف پڑھیں) تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، اِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ (عَلٰى) اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

''اے اللہ! تو اپنا درود اور رحمت اور برکتیں (اس ہستی پر) نازل فرما جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ پرہیز گاروں کے پیشوا ہیں سب سے آخری نبی ہیں۔ (جن کا نام نامی) حضرت محمد ہے جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں۔ رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ!

Marfat.com

تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن مسعود سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلائکۃً سیّاحین، یبلّغون عَنْ اُمّتی السّلام

''بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام (مجھ تک) پہنچاتے ہیں۔'' [2]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کی سند صحیح ہے۔

اسی روایت کو ابوحاتم بن حبان نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید کی حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ یوں نقل کیا ہے حضرت فضالہ فرماتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے نماز میں دعا کے دوران نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو آپ نے فرمایا اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے پھر آپ نے اسی شخص کو یا کسی اور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُم فلیبدأ بِتَحْمِیْدِ رَبِّہٖ، وَالثَّنَآءِ عَلَیْہِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ، ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَآءَ

''جب کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر جو چاہے دعا کرے۔'' [3]

اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ اسی روایت کے الفاظ ہیں

[1] ابن ماجہ 906 نسائی 43/3، عبدالرزاق، مصنف، 3116، ابن ابی شیبہ 517/2 بزار 845، طبرانی، معجم کبیر 10528 [3] ابوداؤد 481، ترمذی 3477، نسائی 44/3، حاکم 230/1

Marfat.com

جبکہ امام نسائی اور ترمذی نے (الفاظ کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ) اسے نقل کیا ہے۔ (ترمذی نے) اسے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔

امام ترمذی نے ایک سند کے ہمراہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اپنی سند کے ہمراہ اسے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری کی روایت کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری فرماتے ہیں۔

اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَوْمًا طَیِّبَ النَّفْسِ ' یُرٰی فِیْ وَجْهِهِ الْبِشْرُ ' قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللهِ! اَصبحتَ الْیَوْمَ طَیِّبَ النَّفْسِ یُرٰی فی وجهكَ الْبِشْرُ ' قَالَ ' "اَجلْ! اَتَانِی اٰتٍ مِّنْ رَّبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ ' مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ مِن اُمَّتِكَ صَلاةً كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا عَشَرَ حَسَنَاتٍ ' ومحا عنه عشرَ سیئاتٍ ' وَرَفَعَ لَهُ عَشَرَ دَرَجَاتٍ ' وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَهَا

"ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ کا مزاج نہایت خوشگوار تھا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آج آپ کا مزاج زیادہ خوشگوار ہے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر ہو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ابھی میرے پروردگار کا فرستادہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بتایا۔ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اُسے دس نیکیاں عطا کرے گا۔ اس کے دس گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس درجات بلند کریگا اور اسی کی مانند اسے جواب عطا کرے گا۔" (احمد 29/4)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوطلحہ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ والسُّرورُ یُرٰی فِیْ وَجْهِهٖ ' فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنا لنری السُّرُوْرَ فِیْ وَجْهِكَ؟ فَقَالَ: "اِنَّهُ اَتَانِی الْملكُ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَما یُرْضِیكَ اَنْ ربَّك عزّوجلَّ یَقُوْلُ: اِنَّهُ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا ' وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عشرًا ' قَالَ: بَلٰی!

Marfat.com

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو خوشی کے آثار چہرۂ مبارک پر صاف محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے رخ انور پر زیادہ خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور بولا اے محمد! کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا اور آپ کی امت کا جو فرد آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے گا تو میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔ (راوی کہتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں!'' [1]

امام نسائی اور ابن حبان نے اس روایت کو اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام نسائی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلْيُصَلِّ عَلَيَّ ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے (کیونکہ) جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔'' [2]

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت منقول ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وحطّ عَنْهُ بِهَا عَشْرَ سَيِّئَاتٍ ورفعه بها عشرَ درجاتٍ

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔'' [3]

---

[1] احمد 30/4 ' ابن حبان 915 ' حاکم 420/2 ' ابن ابی شیبہ 516/2 [2] (نسائی' العمل الیوم' 61 ' المعجم الاوسط 2788)

[3] نسائی 50/3 ' احمد 102/3 ' ابن حبان 904 ' حاکم 550/1

Marfat.com

اس روایت کو امام احمد نے ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے جبکہ ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اس میں علت یہ ہے جس کی طرف امام نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں بھی اشارہ کیا ہے کہ اس روایت کو حسن نے حضرت انس سے نقل کیا ہے لیکن یہ علت قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب حسن نے حضرت انس بن مالک سے احادیث سنی ہوں جبکہ حضرت برید بن ابی مریم کا حضرت انس سے یہ حدیث سننا بھی صحیح ہے۔ اسی لئے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔

امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے لیکن اس سند کے مطابق برید بن ابی مریم نے یہ حدیث براہ راست حضرت انس سے سنی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ برید نے یہ روایت پہلے امام حسن سے سنی ہو اور پھر براہ راست حضرت انس سے سنی ہو اور اسے دونوں اعتبار سے روایت کر دیا ہو۔

یہاں ایک احتمال موجود ہے کہ شاید یہ روایت حضرت ابوطلحہ انصاری والی روایت ہے جسے حضرت انس نے بطور ''مرسل'' نقل کر دیا ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے قاضی اسماعیل بن اسحاق نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں حضرت ابوطلحہ فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو خوشی کے آثار رخ انور سے ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابۂ کرام نے عرض کی آج آپ کے چہرۂ مبارک پر زیادہ خوشی کے آثار محسوس ہو رہے ہیں۔''

اس کے بعد آگے وہی روایت ہے جو حضرت ابوطلحہ کے حوالے سے پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

درود شریف کا وظیفہ

عشاری اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ لم یمتْ حتّٰی یری مقعدَہ مِن الجنَّۃِ

''جو شخص روزانہ مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے گا وہ اس وقت تک فوت نہیں

Marfat.com

ہو گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔"[1]

حافظ ابوعبداللہ المقدسی اپنی کتاب "الصلوٰۃ علی النبی" میں تحریر کرتے ہیں یہ روایت صرف حکم بن عطیہ کے حوالے سے منقول ہے۔

دارقطنی فرماتے ہیں حکم' ثابت سے ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کی تائیدی روایت نہیں مل سکتی۔

امام احمد فرماتے ہیں ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابوداؤد "طیالسی" نے ان سے منکر احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ایک روایت کے مطابق یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔

جعفر فریابی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں۔

ارتقی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ المنبرَ ' فرقی درجةً ' فَقَالَ: آمین' ثم ارتقی درجةً ' فَقَالَ: "آمین" ' ثم ارتقی الثالثة ' فَقَالَ: "آمین" ' ثم استوی ' فجلسَ ' فقال اَصحابهُ: اَیْ نَبِیَّ اللهِ! علام اَمَّنتَ؟ فَقَالَ: أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: رَغِمَ اَنْفُ امرئٍ اَدْرَكَ اَبَویه الْکِبَرُ اَوْ احدهما لم یَدْخُلِ الْجَنَّةَ ' فقلتُ: آمین' ورَغِمَ اَنْفُ امرئٍ اَدركَ رمضانَ فَلَمْ یُغفرْ لهٗ فَقُلْتُ: آمین ' (قَالَ): وَرَغِمَ اَنْفُ امرئٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ ' فَقُلْتُ: آمین"

"ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے جب آپ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر آپ سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ صحابہؓ کرام نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی! آپ نے کس بات پر آمین کہا؟ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے"۔

وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے (اور ان کی خدمت کے باعث) جنت میں داخل نہ ہو تو میں نے کہا آمین۔

---

[1] الترغیب والترہیب 2483۔

Marfat.com

(پھر جبریل نے کہا) وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ میں نے کہا آمین۔

(پھر جبریل نے کہا) وہ شخص رسوائی کا شکار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

ابوبکر شافعی نے اس روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے اس کی سند کے ایک راوی سلمہ علم حدیث میں کمزور ہیں۔ ان پر تنقید بھی کی گئی ہے تاہم ان کی روایات کو مکمل طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ بطور خاص ایسی روایات جن کے شواہد موجود ہوں اور اس حدیث کے دیگر شواہد موجود ہیں۔

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ابویعلیٰ الموصلی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحابَّيْنِ يَسْتَقْبِلُ اَحدُهما صاحِبَهُ ' وَيُصَلِّيان على النَّبيِّ ﷺ اِلا لَم يتفرّقا حتى تغفرَ لهما ذُنُوبُهما ' ما تقدّم منها ' وَمَا تَاَخَّرَ

"جب ایک دوسرے سے محبت کرنے والے دوست ایک دوسرے سے ملیں اور وہ اس ملاقات کے دوران نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج دیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے سابقہ اور آئندہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" [2]

درود شریف کفارے کی حیثیت رکھتا ہے

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن ابی عاصم نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

صَلُّوا عَلَيَّ ' فَاِنَّ الصَّلاةَ عَلَيَّ كَفَّارةٌ لَكُمْ ' فَمَنْ صَلّى عَلَيَّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ

"مجھ پر درود بھیجو کیونکہ یہ تمہارے لئے کفارے کی حیثیت رکھتا ہے جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا۔" [3]

درود شریف کے بارے میں حضرت انس سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن

---

[1] بزار 3168 [2] ابویعلیٰ 2960 [3] القول البدیع 184

Marfat.com

شاہین نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یوم الف مرة لم یمت حتی یری مقعده من الجنة

''جو شخص مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔'' [1]

یہی روایت اس سے پہلے ایک اور حوالے سے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

حدثنا سلمة بن وردان ' قَالَ: سمعت انس بن مالك قَالَ: خرج النبی ﷺ یتبرز' فلم یجد احدا یتبعه' ففزع عمر فاتبعه بمطهرة- یعنی اداوة—فوجده ساجدا فی شربة ' فتنخی عمر' فجلس راء ه حتی رفع راسه ' قَالَ: فَقَالَ: احسنت یا عمر ! حین وجدتنی ساجداً فتنحیت عنی ' ان جبریل اتانی ' فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ واحدة صلی الله علیه عشرًا' ورفعه عشر درجات

''حضرت انس روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ پانی لے جانے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر گھبرائے اور خود پانی کا برتن لے کر پیچھے چل دیئے آگے جا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ ایک حوض کے پاس سربسجدہ ہیں۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے اور پیچھے آ کر بیٹھ گئے جب نبی اکرم ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا تو فرمایا:

اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ جب مجھے سجدے میں دیکھا تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے کیونکہ جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے بتایا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔'' [2]

یہ احتمال موجود ہے کہ اس حدیث کو ''مسند انس'' میں شامل کیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے ''مسند عمر'' میں شامل کیا جائے تاہم اسے مسند عمر میں شامل کرنا زیادہ مناسب ہے۔

[1] القول البدیع 185 [2] الادب المفرد 642' مجمع الزوائد 287/2

Marfat.com

اس کے دو بنیادی سبب ہیں ایک یہ کہ واقعہ کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ حضرت انس خود اس موقع پر موجود نہیں تھے بلکہ وہاں صرف حضرت عمر موجود تھے اور دوسرا یہ کہ اسی روایت کو قاضی اسماعیل نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عمر سے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔

خرج النبی ﷺ یتبرز ' فاتبعته باداواة من ماء ' فوجدته ساجداً فی شربة فتنحیت عنه ' فلما فرغ ' رفع رأسهٗ ' فَقَالَ: "احسنت یا عمر حین تنحیت عنی ' ان جبریل اتانی ' فَقَالَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ صلاة صلی الله علیه عشرًا ' ورفعه عشر درجات"

''نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل دیا میں نے ایک حوض کے کنارے آپ کو سجدے کی حالت میں پایا تو پیچھے ہٹ گیا۔ جب فارغ ہو کر آپ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا عمر تم نے اچھا کیا کہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے اور یہ بتا رہے تھے۔

جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ یہ دوسری حدیث پہلی حدیث کی علت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے مطلق اس کے راوی سلمہ بن وردان نے یہ روایت مالک بن اوس سے سنی ہے۔

(جب کہ پہلی روایت کی سند کے مطابق انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک سے سنی ہے)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی علت نہیں ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ سلمہ بن وردان نے یہ روایت ان دونوں حضرات سے سنی ہو۔

ابوبکر اسماعیلی اپنی کتاب ''مسند عمر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ (رفع حاجت کے لئے) تشریف لے گئے تو حضرت عمر بھی

---

[1] طبرانی، معجم صغیر 994

Marfat.com

پانی کا برتن اور پتھر لے کر پیچھے چل دیئے تو آپ کو ایک حوض کے کنارے سجدے کی حالت میں پایا تو حضرت عمر پیچھے ہٹ گئے۔

اس کے بعد انہوں نے مکمل روایت نقل کی۔

اس حدیث کی سند مختلف طرح سے منقول ہے۔ ایک روایت کے مطابق سلمہ بن وردان نے یہ حدیث مالک بن اوس سے سنی ہے اور دوسری روایت کے مطابق انہوں نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک اور مالک بن اوس دونوں سے سنی ہے۔

درود شریف اور قبولیت دعا

درود شریف کے بارے میں حضرت عمر سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے ابن شاہین نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صلاة صلى الله عليه بها عشرًا ' فليقل عبد بعد علي (من الصلاة) او ليكثر

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ مجھ پر کم تعداد میں درود بھیجے یا کثرت سے درود بھیجے۔'' [1]

درود شریف کے بارے میں حضرت عمر سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی جامع میں نقل کیا ہے۔

ان الدعاء موقوف بين السماء والارض ' لا يصعد منه شئ حتى تصلي على نبيك ﷺ

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور یہ اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تمہارے نبی پر درود نہ بھیجا جائے۔'' [2]

یہ روایت اسی طرح مرفوعاً منقول ہے۔

اسی روایت کو اسماعیلی نے ''مسند عمر'' میں اپنی سند کے ہمراہ زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں:

''مسلمان زمین کے کسی بھی حصے میں آ کر نماز چاشت کی دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ

---

[1] القول البدیع 159 [2] ترمذی 486

Marfat.com

دعا کرے":

اَللّٰھُمَّ اصبحت عبدك على عهدك ووعدك' خلقتني ولم اك شيئا' استغفرا لذنبي ' فاني قد ارهقتني ذنوبي' واحاطت بي الا ان تغفرها' فاغفر لي يا رحمٰن' الا غفرا الله (له) في ذلك المعقد ذنبه' وان كان مثل زبد البحر

اے اللہ! میں تیرا بندہ تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں تو نے مجھے پیدا کیا ہے حالانکہ میں کچھ بھی نہیں تھا میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں کیونکہ میرے گناہوں نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے اور مجھے گھیر لیا ہے تاہم تو اگر انہیں معاف کرنا چاہے تو مجھے معاف کردے۔اے رحمان! (حضرت عمر فرماتے ہیں) اسی نشست کے دوران اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فرماتے ہیں۔

ذكر لي ان الدعاء يكون بين السماء والارض لا يصعد من شئ حتى تصلى على نبيك ﷺ

"مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان موجود رہتی ہے اور اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تمہارے نبی پر درود نہ بھیجا جائے۔"

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں:

"اعمال ایک دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہیں اور صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں۔"

بیوی کے لیے صدقے کی فضیلت

حضرت عمر فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے مال میں سے اپنی بیوی کے لئے صدقہ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے تیزی سے اس کی طرف لپکتے ہیں۔"

اسماعیلی کہتے ہیں، نماز چاشت سے متعلق پہلی روایت موقوف ہے۔اسی طرح بیوی کے لئے صدقہ کرنے والی روایت بھی موقوف ہے اور باقی روایات ایک جیسی ہیں۔

Marfat.com

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے خیال میں شاید ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دعا کے موقوف رہنے اور اعمال کے فخر کرنے والی دونوں روایات مرفوع اور موقوف دونوں کا احتمال رکھنے میں ایک جیسی حیثیت کی مالک ہیں۔

حضرت عمر سے منقول حدیث

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والی روایت حضرت معاذ بن حارث کے حوالے سے مرفوعاً منقول ہے لیکن یہ مستند نہیں ہے۔قرین قیاس یہی ہے کہ یہ موقوف ہو۔

ابوقرہ کے حوالے سے حضرت انس سے منقول جو روایت پہلے بیان کی گئی ہے وہ ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔اسے طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔حضرت عمر فرماتے ہیں۔

خرج رسول الله ﷺ لحاجته، فلم يجد احداً يتبعه، ففزع عمر، فأتاه بمطهرة من خلفه فوجد النبي ﷺ ساجدًا في شربة، فتنحى عنه من خلفه حتى رفع النبي ﷺ راسهُ، وقَالَ: "أحسنت يا عمر حين وجدتني ساجدا فتنحيت عني، ان جبريل اتاني، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ من اُمتك واحدةً صلى الله عليه عشرًا، ورفعت بها عشر درجات

"نبی اکرم ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور کوئی آپ کے پیچھے جانے کے لئے وہاں موجود نہیں تھا۔یہ دیکھ کر حضرت عمر پریشان ہوئے اور خود پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چل دیئے۔آگے جا کر دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک حوض کے کنارے سربسجود ہیں۔حضرت عمر نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ذرا پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تم نے اچھا کیا جو مجھے سربسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔جبریل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے بتایا آپ کی امت کا جو فرد آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا۔" [1]

---

[1] القول البدیع 158، مجمع الزوائد 287/2

Marfat.com

طبرانی کہتے ہیں اس روایت کو عبید اللہ سے صرف یحییٰ بن ایوب نے روایت کیا ہے اور عمرو بن طارق اس میں منفرد ہیں۔

فرشتے درود خواں پر سلام بھیجتے ہیں

درود شریف کے بارے میں حضرت عامر بن ربیعہ سے منقول روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو برسر منبر خطبہ کے دوران یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاة لم تزل الملائكة تصلى عليه ما صلى علی ' فليقل عبد من ذلك' او ليكثر

''جو شخص جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہے گا فرشتے اس وقت تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ کم تعداد میں درود پڑھے یا کثرت سے پڑھے۔'' [1]

اسی روایت کو ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

اسی روایت کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں۔

من صلّٰى على صلاة صلى الله عليه ' فأكثروا' او اقِلّوا

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے گا اب (تمہاری مرضی ہے) تم کثرت سے درود بھیجو یا کم تعداد میں۔'' [2]

یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری سے منقول ہے اور سابقہ روایت عاصم بن عبید اللہ سے منقول ہے۔ ان دونوں روایات میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے لیکن اس روایت کے ان دو سندوں سے منقول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کچھ اصل ضرور ہے لہٰذا یہ مرتبہ ''حسن'' کی مالک ہوگی۔

درود شریف کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت کو امام احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

خرج رسولُ الله ﷺ فاتبعته حتى دخل نخلاً ' فجد ' فاطال

---

[1] احمد 445/3 [2] مصنف عبدالرزاق 3115 + ابن ماجہ 907

Marfat.com

السجود' حتی خفت' او خشیت ان یکون الله قد توفاہ' او قبضه ۔
قَالَ: فجئت انظر' فرفع راسهٗ ' فَقَالَ: "مالك یا عبدالرحمٰن؟ !
قَالَ: فذکرت ذلك له ۔ قَالَ: فَقَالَ: ان جبریل قال لی: الا ابشرك ؟ ان الله عزوجل یقول: من صلّٰی علیك صلیت علیه' ومن سلم علیك سلمت علیه

''نبی اکرم ﷺ کہیں جانے کے لئے روانہ ہوئے تو میں آپ کے پیچھے چل دیا آپ ایک باغ میں داخل ہوئے اور وہاں سربسجود ہو گئے اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کر لیا ہے۔ میں آپ پر نظریں جما کر بیٹھ گیا۔ آخر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور پوچھا، عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ میں نے اپنے اندیشے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ابھی جبریل نے مجھ سے پوچھا کیا میں آپ کو ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ (پھر انہوں نے خود ہی بتایا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔'' [1]

یہی روایت ایک اور سند سے بھی منقول ہے تاہم اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا)

فسجدت لله شکرًا

''پس میں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا۔''

اس روایت کو امام حاکم نے اپنی سند کے ہمراہ ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی روایت کو ابن ابی دنیا نے یحییٰ بن جعفر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

زید بن حباب اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

سجد رسولُ الله ﷺ سجدةً' اطال فیها' فقلت له فی ذلك' فَقَالَ: "انی سجدتُ هذه السجدة شکرًا لله عزوجل فیما أبلانی فی

---

[1] احمد 191/1' حاکم 222/1

Marfat.com

امتی ' فانه من صلّٰی علی صلاۃ صلی اللہ علیه بها عشرًا

''نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ خاصا طویل سجدہ کیا (جب سر اٹھایا) تو میں نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو یہ انعام عطا کیا ہے کہ اس کا جو فرد مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔'' [1]

اس حدیث کے ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے تاہم اس روایت کی تائید میں دوسری روایت موجود ہے جسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حدیثِ قدسی

بغوی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

لقینی جبریل ' فبشرنی: ان اللہ عزوجل یقول لك: مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ صلاۃ' صلیت علیه' ومن سلم علیك' سلمت علیه' فسجدُت لذلك

''ابھی جبریل مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ پیغام دیا ہے۔ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) اس لئے میں نے یہ سجدہ کیا۔

درود ہی کافی ہے

درود شریف کے بارے میں حضرت ابی بن کعب سے منقول حدیث کو عبد بن حمید نے اپنی ''مسند'' میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابی فرماتے ہیں۔

کان رسولُ اللہ ﷺ اذا ذهب ربع اللیل قام' فَقَالَ: ''یا ایها الناس! اذکروا اللہ' اذکروا اللہ' جاء ت الراجفة تتبعها الرادفة ' جاء

---

[1] احمد 191/1' ابویعلیٰ 858' حاکم 550/1

Marfat.com

الموت بما فيه ' جاء الموت بما فيه" . قال ابی بن کعب-: قلت: یا رسول الله! انی اکثر الصلاة علیك' فکم اجعل لك من صلاتی؟ قَالَ: "ما شئت" . قلت: الربع؟ قَالَ: "ما شئت' وان زدت' فهو خیرٌ"، قلت: النصفَ؟ قَالَ: "ما شئتَ' وان زدت' فهو خیرٌ"، قلت الثلثین؟ قَالَ: "ما شئتَ' وان زدت' فهو خیرٌ"، قَالَ: اجعل لك صلاتی کلها' قَالَ: "اذا تکفی همك' ویغفر لك ذنبك"

''نبی اکرم ﷺ کی عادت شریف تھی کہ جب رات کا چوتھائی حصہ بیت جاتا تو آپ اٹھ کر ارشاد فرماتے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کو یاد کرو قیامت آنے والی ہے موت اور اس کی سختی آئی چاہتی ہے۔ موت اور اس کی سختی آئی چاہتی ہے۔''

حضرت ابی فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں مجھے کس قدر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جتنا تمہارا دل چاہے۔ میں نے عرض کی (اوراد و وظائف کا) چوتھائی حصہ (کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا تمہاری مرضی ہے لیکن اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کی نصف (حصہ کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا جو تم پسند کرو لیکن اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی (حصہ کافی رہے گا؟) آپ نے فرمایا جو تم پسند کرو لیکن اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی پھر تو میں (اوراد و وظائف کے لئے مخصوص وقت میں) ہر وقت آپ پر درود و سلام ہی بھیجتا رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: اس صورت میں (یہ درود) تمہاری تمام ضروریات کے لئے کافی ہوگا (اور اس کی وجہ سے) تمہارے (تمام) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''[1]

امام ترمذی نے اسے ھناد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام احمد نے ''مسند'' میں وکیع کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حاکم نے اس روایت کو ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ترمذی 2457' احمد 136/5' حاکم 421/2

Marfat.com

امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل سے جلیل القدر آئمہ جیسے حمیدی، احمد اور اسحاق نے احادیث کی روایت کی ہیں۔ امام ترمذی انہیں کبھی صحیح قرار دیتے ہیں اور کبھی حسن قرار دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ کی تشریح

(ابن قیم کہتے ہیں) ہمارے شیخ ابوالعباس (تقی الدین ابن تیمیہ) سے اس حدیث کی شرح دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا حضرت ابی بن کعب اپنے لئے مخصوص طریقے سے دعا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا، کیا وہ اس دعا میں چوتھائی حصہ درود شریف کے لئے مخصوص کریں؟ تو آپ نے فرمایا اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، نصف؟ آپ نے پھر فرمایا اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ تو انہوں نے عرض کی، میں صرف آپ پر درود ہی پڑھا کروں گا یعنی میں اپنی اس دعا کے مخصوص وقت میں صرف آپ پر درود ہی بھیجا کروں گا تو آپ نے فرمایا اس صورت میں یہ تمہاری تمام ضروریات کے لئے کافی ہوگا اور تمہارے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اور جس پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے گا اس کی تمام ضروریات پوری کردے گا اور اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔''

حضرت اوس بن اوس روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

من افضل ایامکم یوم الجمعة' فیه خلق آدم' وفیه قبض ' وفیه النفخة' وفیه الصعقةُ' فاکثروا علی من الصلاة فیه' فان صلاتکم معروضة عليّ'' قالوا: یا رسول الله! کیف تعرض علیك صلاتنا وقد ارمت؟- یعنی: وقد بلیت- فَقَالَ: ''ان الله عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء''

''سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا۔ اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن (صور میں) پھونک ماری جائے گی اور اسی دن کڑک ہوگی (یعنی قیامت آئے گی) لہٰذا تم اس دن کثرت کے ساتھ درود بھیجا

Marfat.com

کرو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! جب آپ لحد میں منتقل ہو جائیں گے تو ہمارا درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا:

''بے شک اللہ عزوجل نے زمین کے لئے یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔'' [1]

امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' اور حاکم نے ''مستدرک'' میں حسین الجعفی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

سندِ حدیث پر تنقید

علم حدیث کے بعض ماہرین نے اس روایت کی سند پر یہ تنقید کی ہے کہ اس روایت کو حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کیا ہے۔ بادی النظر میں اس حدیث کی سند میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ علم حدیث کے ماہرین نے ان کی روایات کو قبول کیا ہے مگر اس میں علت یہ ہے کہ حسین الجعفی نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے نہیں سنی بلکہ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے سنی ہے اور یہ صاحب مستند نہیں ہیں لہٰذا حسین الجعفی نے غلطی سے ان کے دادا کا نام تمیم کی بجائے جابر نقل کر دیا مگر علم حدیث کے ماہرین نے اس غلطی کی نشاندہی کر دی ہے۔

امام بخاری اپنی تصنیف ''تاریخ الکبیر'' میں بیان کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی، حضرت مکحول سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ولید بن مسلم نے ان سے منکر روایات نقل کی ہیں۔ یہی وہ صاحب ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان سے ابواسامہ اور حسین الجعفی نے احادیث روایت کی ہیں حالانکہ یہ دونوں صاحبان کہتے ہیں کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث سنی ہیں لیکن عبدالرحمٰن کا نسب بیان کرنے میں ان دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اصل صاحب عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں جو ضعیف

[1] احمد 8/4' حاکم 278/1' ابن حبان 910' ابوداؤد 1047' نسائی 91/3' ابن ماجہ 1085

Marfat.com

راوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اہل کوفہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کی روایات کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے نقل کیا ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

موسیٰ بن ہارون بیان کرتے ہیں ابواسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث نقل کی ہیں لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ وہ کبھی بھی ان صاحب سے نہیں ملے۔ ان کی ملاقات عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے ہوئی تھی مگر وہ یہ سمجھے کہ شاید یہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں۔ بہرحال عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف راوی ہیں۔

علم حدیث کے بہت سے ماہرین نے اسی بات کی نشاندہی کی ہے۔

اس تنقید کا جواب درج ذیل ہے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس روایت کی جو سند نقل کی ہے اس کے الفاظ کے مطابق حسین الجعفی نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سنی ہے۔

محدثین کا یہ کہنا کہ انہوں نے ابن تمیم کو ابن جابر سمجھ لیا اور عبدالرحمٰن کے دادا کے نام کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے بعید از امکان ہے کیونکہ حسین الجعفی بذاتِ خود علم حدیث کے بہت بڑے ماہر ہیں وہ ابن یزید اور ابن تمیم دونوں سے واقف ہیں اور انہوں نے ان دونوں حضرات سے احادیث روایت کی ہیں۔

اگر یہاں یہ سوال پیش کیا جائے کہ عبدالرحمٰن بن ابوحاتم نے اپنی کتاب ''العلل'' میں یہ بات تحریر کی ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں عراق میں رہنے والے ایسے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں جو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے احادیث روایت کرتا ہو تاہم میری تحقیق کے مطابق ابواسامہ اور حسین الجعفی ایک ہی شخص سے روایت کرتے ہیں اور وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہیں۔ ابواسامہ نے ان سے حضرت ابوامامہ کے حوالے سے پانچ یا چھ منکر احادیث نقل کی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر جیسا محدث ایسی روایات نقل نہیں کر سکتا اور اہل شام میں سے کسی نے بھی ابن جابر سے اس نوعیت کی روایات نقل نہیں کی ہیں۔

حسین الجعفی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے حضرت اوس بن اوس کی یہ

Marfat.com

حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

''سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن گڑگڑاہٹ ہوگی اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن یہ ہوگا (اور وہ ہوگا)''

یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حسین الجعفی کے علاوہ اس روایت کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف راوی ہیں اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر اور راوی ہیں۔ (یہاں تک تمام گفتگو ابن ابی حاتم کی تھی)

(ابن قیم کہتے ہیں) بعض حضرات نے ابواسامہ اور حسین الجعفی کے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع حدیث کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔ علم حدیث کے اکثر ماہرین نے ابواسامہ کے ان سے سماع حدیث کی نفی کی ہے۔ ہمارے شیخ (ابوالحجاج المزی) اپنی تصنیف ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں۔

ابواسامہ کے بارے میں ابن نمیر کہتے ہیں انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں لیکن یہ صاحب مشہور راوی ابن جابر نہیں ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ ان صاحب کو ابن جابر کہا گیا ہے۔ یعقوب کہتے ہیں یہ بات درست ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن فلاں بن تمیم ہیں۔ ابواسامہ انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے احادیث نقل کی اور انہیں روایت کیا اور انہی کا نام ابن جابر بیان کر دیا۔ یعقوب کہتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ابن نمیر ابواسامہ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے یہ لاپرواہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ابن نمیر نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ان کی یہ روایات ان تمام روایات سے مناسبت نہیں رکھتی ہیں جو ان کے دیگر شاگردوں اور اہل شام نے ان سے روایت کی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابوحاتم کہتے ہیں میں نے حسین الجعفی کے بھائی کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن سے ابن تمیم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر یہ دونوں حضرات کوفہ تشریف لائے تھے کچھ عرصے بعد عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ایک مرتبہ پھر کوفہ تشریف لائے تھے مگر ابواسامہ نے جن سے احادیث روایت کی ہیں وہ ابن جابر نہیں بلکہ ابن تمیم ہیں۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں ابواسامہ نے ابن مبارک کے حوالے سے ابن جابر کی احادیث

Marfat.com

سنی ہیں اور ابن مبارک اور ابن جابر یہ دونوں حضرات مکحول سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ابن جابر بھی دمشقی ہیں جب یہ صاحب تشریف لائے تو انہوں نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن یزید الدمشقی نے مکحول کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ تو ابواسامہ یہ سمجھے کہ شاید یہ وہی ابن جابر ہیں جن سے ابن مبارک احادیث روایت کرتے ہیں۔ (ابن ابی داؤد کہتے ہیں) ابن جابر ثقہ اور مامون ہیں۔ ان سے احادیث روایت کی جاتی ہیں جبکہ ابن تمیم ضعیف ہیں۔ امام ابوداؤد نے انہیں متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ ابواسامہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کا نسب ذکر کرنے میں غلطی کی ہے وہ کہتے ہیں مجھے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر شامی نے یہ حدیث سنائی ہے حالانکہ انہوں نے تمام روایات عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے سنی ہیں۔

ابن قیم کی وضاحت

(ابن قیم کہتے ہیں) حسین الجعفی کے ابن جابر سے روایت نقل کرنے کے بارے میں ہمارے شیخ (ابوالحجاج المزی) نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے۔ ابن جابر سے حسین بن علی الجعفی نے احادیث روایت کی ہیں اور شاید ابواسامہ حماد بن اسامہ نے بھی نقل کی ہیں۔ گویا (المزی نے) اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حسین کا ابن جابر سے روایت کرنا درست ہے البتہ ابواسامہ حماد کی ابن جابر سے روایت کے بارے میں شک کا اظہار کیا ہے۔

مذکورہ بالا روایت کی سند پر تنقید کا یہ جواب ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) جب میں نے یہ سب بحث لکھ دی تو مجھے امام دارقطنی کی اس بارے میں تحقیق کا پتہ چلا۔ آپ نے ابوحاتم کی کتاب ''الضعفاء'' کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے احادیث روایت کی ہیں کیونکہ جن صاحب سے حسین نے احادیث روایت کی ہیں وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں البتہ ابواسامہ نے عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کے دادا کا نام نقل کرنے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن یزید نے ابوالاشعث سے اس حدیث کے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ علی بن مدینی کہتے ہیں حسین الجعفی نے عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے اور انہوں نے ابوالاشعث الصنعانی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی

Marfat.com

ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں یہی مسند نقل کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ کوئی قابل اعتراض علت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے شواہد کے طور پر وہ احادیث موجود ہیں جو حضرت ابوہریرہ، حضرت ابودرداء، حضرت ابوامامہ، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت انس بن مالک اور حضرت امام حسن نے روایت کی ہیں۔

(اور وہ احادیث درج ذیل ہیں)

جمعے کے دن کی فضیلت

امام مالک اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة' فیه خلق آدم' وفیه اهبط' وفیه تیب علیه' وفیه مات' وفیه تقوم الساعة' وما من دابة الا وهی مصیخة یوم الجمعة' من حین (تصبح حتی) تطلع الشمس' شفقا من الساعة' الا الجن والانس' وفیها ساعة لا یصادفها عبد مسلم وهو یصلی' یسأل الله شیئًا الا اعطاه ایاه

''سب سے بہترین دن جس میں سورج طلوع ہو جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اسی دن انہیں زمین پر اتارا گیا۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ جمعے کے دن ہر جانور صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک چوکنا رہتا ہے کہ کہیں آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ انسانوں اور جنات کے سوا (کہ وہ غفلت کا شکار ہیں) اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تو اس دوران وہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔'' [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ صحیح حدیث حضرت اوس بن اوس کی نقل کردہ روایت کی تائید کرتی ہے اور اسی کے مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

---

[1] مسلم 854' ابوداؤد 1046' ترمذی 491' نسائی 89/3

Marfat.com

جمعے کے دن بکثرت درود پڑھو

''ثقفیات'' کے مصنف نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة' فانه یوم مشهود تشهده الملائکة' وان احداً لا یصلی علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منها ۔ قَالَ: قلتُ: وبعد الموت؟! قَالَ: ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء' فنبی الله حی یرزق

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس دن جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ (حضرت ابودرداء فرماتے ہیں) میں نے عرض کی، کیا آپ کے وصال ظاہری کے بعد بھی؟ تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو خراب کرے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔'' [1]

عنقریب حضرت ابودرداء کی یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ بھی نقل کی جائے گی۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

اکثروا علی من الصلاة فی کل یوم جمعة' فان صلاة امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة' فمن کان اکثرهم علی صلاة کان اقربهم منی منزلة

''ہر جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ میری امت کا درود ہر جمعے کے دن میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص مجھ پر جتنی زیادہ

---

[1] ابن ماجہ 1637

Marfat.com

کثرت سے درود بھیجے گا وہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے میرے اتنے ہی قریب ہوگا۔" [1]

اس حدیث کی سند میں دو علتیں ہیں ایک اس کے ایک راوی برد بن نسان پر بعض محدثین نے تنقید کی ہے تاہم یحییٰ بن معین اور دیگر محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابوامامہ سے مکحول نے روایت کی ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ مکحول نے حضرت ابوامامہ سے کوئی حدیث نہیں سنی واللہ اعلم۔

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اکثروا الصلاة علی یوم الجمعة' فانه اتانی جبریل آنفًا عن ربه عزوجل ' فقال' ما علی الارض من مسلم یصلی علیك مرة واحدة الا صلیت انا وملائکتی علیه عشرًا

"جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ ابھی جبریل میرے پاس میرے پروردگار کا یہ پیغام لائے ہیں کہ جو شخص تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اور میرے فرشتے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کریں گے۔" [2]

جمعے کے دن درود پڑھنے کی ترغیب

محمد بن اسماعیل اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اَکْثِرُوا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ' فان صلاتکم تعرض علی

"جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔" [3]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ دونوں روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن (ثانوی) دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

ابن ابی السری، اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] دیلمی' مسند الفردوس 250 [2] القول البدیع 281 [3] بیہقی' سنن کبریٰ 249/3

Marfat.com

اکْثِرُوا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔'' [۱]

صحابہ کرام جمعے کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ زید بن وہب کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود نے مجھ سے کہا، اے زید بن وہب! جمعے کے دن باقاعدگی سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک ہزار مرتبہ یہ ہدیہ درود پیش کیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی

''اے اللہ! تو اُمی نبی حضرت محمد پر درود (رحمت) نازل کر۔'' [۲]

گھروں میں بھی درود پڑھو

ابو یعلی، اپنی مسند میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت امام حسن بن علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوا قبوراً ولا تتخذوا بیتی عیدا' صلوا علی وسلموا' فان صلاتکم' وسلامکم یبلغنی اینما کنتم

''اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ انہیں قبرستان نہ بناؤ اور میرے گھر کو عید نہ بناؤ۔ مجھ پر درود وسلام بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود وسلام مجھ تک پہنچ جائے گا۔'' [۳]

اس روایت میں علت یہ ہے کہ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے ان الفاظ میں منقول ہے۔

لا تجعلوا بیوتکم قبوراً ولا تجعلوا قبری عیدا' وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ میرے گھر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔'' [۴]

(ابن قیم کہتے ہیں) روایت کے یہ الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔ (یعنی گھر کی بجائے قبر کو عید بنانے کی روایت مناسب ہے)

---

۱ بیہقی' سنن کبریٰ 249/3 ۲ القول البدیع 283 ۳ ابو یعلی 6761 ۴ ابوداؤد 2042

Marfat.com

ہر جگہ درود پڑھو

طبرانی معجم کبیر میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت امام حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

حیثما کنتم، فصلوا علی، فان صلاتکم تبلغنی

''تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔'' [1]

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من ذکرت عندہ فخطئ الصلاۃ علی، خطئ طریق الجنۃ

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [2]

اس میں علت یہ ہے کہ یہی روایت مرسل حدیث کے طور پر بھی منقول ہے۔ تاہم یہ ایک سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے اسے اپنی سند کے ہمراہ مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

علی بن مدینی نے اسے اپنی سند کے ہمراہ مرسل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ یہ روایت امام محمد الباقر سے منقول ہے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں، سفیان کہتے ہیں، اس روایت کی سند میں عمرو نامی راوی کے بعد ایک اور صاحب بھی ہیں جنہوں نے امام محمد باقر سے یہ روایت سنی ہے۔ سفیان کہتے ہیں وہ صاحب بسام صیرفی ہیں۔

قاضی اسماعیل نے اسی روایت کو ایک اور سند کے ہمراہ امام باقر سے حدیث مرسل کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور جو عنقریب ذکر کی جائے گی۔

ذکرِ مبارک سن کر درود پڑھو

امام نسائی، اپنی سند کے ہمراہ امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل

---

[1] طبرانی، معجم اوسط 367) [2] طبرانی، معجم کبیر 2887

Marfat.com

کرتے ہیں۔

البخیل من ذکرت عندہٗ ، ولم یصل علی

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۱]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

اس روایت کو ابن حبان، حاتم اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح غریب قرار دیا ہے اور اس کی سند میں حضرت علی کے اسم گرامی کا اضافہ کیا ہے۔

(ابن قیم لکھتے ہیں) اس روایت میں ایک علت ہے جس کا تذکرہ امام نسائی نے اپنی ''مسند کبیر'' میں کیا ہے۔ نسائی اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو امام زین العابدین کے صاحبزادے عبداللہ کے حوالے سے حضرت علی سے بطور مرسل روایت کیا ہے۔

امام نسائی نے ایک اور سند کے ہمراہ اسی روایت کو انہی عبداللہ کے حوالے سے حضرت علی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

ان البخیل الذی ان ذکرت عندہ لم یصل علی

''بے شک بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۲]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں یحیٰ اور ابوبکر نے اس حدیث کی سند میں اختلاف کیا ہے۔ ابوبکر نے اسے عمرو بن ابی عمرو کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ حمانی نے عمارہ بن غزیہ سے یہ روایت نقل کی ہے تاہم یہ حدیث عمارہ بن عزیز کے حوالے سے ہی مشہور ہے۔ ان سے پانچ حضرات نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

سلیمان بن بلال، عمرو بن حارث، عبدالعزیز دراوردی، اسماعیل بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر پھر انہوں نے ان کی تمام اسناد ذکر کی ہیں۔

اسماعیل بن اویس نے یہی روایت امام زین العابدین کے حوالے سے امام حسین سے نقل کی ہے۔

مسجد میں داخلے کے وقت درود پڑھنا

ابوالعباس ثقفی اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہراء

---

[۱] نسائی، عمل الیوم 56 [۲] نسائی، سنن کبریٰ 19/6، احمد 201/1

Marfat.com

رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

''جب تم مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو!''

بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ ' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وسلم ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وسهل لِىْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (میں مسجد میں داخل ہوتی ہوں) تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مختص ہیں اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود و سلام نازل کر۔ اے اللہ! تو مجھے بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے آسان کر دے۔

جب تم مسجد سے باہر آؤ تو بھی یہی کلمات پڑھو۔

تاہم مسجد سے باہر نکلتے وقت دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وسهل لي ابواب رزقك

''میرے لئے اپنے رزق کے دروازے آسان کر دے۔'' [1]

امام ترمذی نے اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین کے حوالے سے سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

اسماعیل کہتے ہیں میری ملاقات مکہ مکرمہ میں سیّدہ فاطمہ بنت حسین کے صاحبزادے عبداللہ بن حسن سے ہوئی۔ میں نے ان سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور کہا اس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین نے سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

ابن ماجہ نے اپنی سند کے ہمراہ اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

حضرت براء بن عازب کی حدیث

احمد بن عمرو بن ابو عاصم، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت براء بن عازب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ كتبت له عشر حسنات ' ومحى عنه بها عشر سيئات ' ورفعه بها عشر درجات ' وكن له عدل عشر رقاب

---

[1] ترمذی 315 ' ابن ماجہ 771

Marfat.com

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اسے دس نیکیاں ملیں گی اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے۔ اس کے دس درجات بلند ہوں گے اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔'' [1]

امام نسائی اپنی ''سنن کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ما اجتمع قوم ثم تفرقا عن غير ذكر الله عزوجل وصلاة على النبي ﷺ الا قاموا على انتن من جيفة

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہو کر جدا ہو جائیں اور اس کے دوران اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجیں تو گویا وہ کسی بدبودار مردار کے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں۔'' [2]

ابو عبداللہ المقدسی کہتے ہیں میری تحقیق کے مطابق یہ روایت امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔

دعا کے آغاز اور اختتام پر درود پڑھنا

احمد بن عمرو، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

لا تجعلوني كقدح الراكب ' ان الراكب يملأ قدحهٔ فاذا فرغ وعلق معاليقه' فان كان فيه ماءٌ شرب حاجتهٔ ' او للوضوء توضأ' والا أهراق القدح' فاجعلوني في اوّل الدعآء' وفي وسطه ولا تجعلوني في آخره

''مجھے مسافر کے پیالے کی مانند نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے پیالے کو بھرتا ہے اور جب روانگی کے وقت وہ اپنا سامان لادے اور اس پیالے میں پانی موجود ہو تو پھر ضرورت کے مطابق اسے پی لے گا یا اس سے وضو کرے گا ورنہ اس پانی کو بہا دے گا لہٰذا تم مجھے اپنی دعا کے آغاز میں اور اس کے درمیان میں یاد رکھو۔ آخر میں جگہ نہ دو۔'' [3]

---

[1] الترغیب والترہیب 2467 [2] نسائی' سنن کبریٰ 20/6 [3] بزار' 3156

Marfat.com

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر کے حوالے سے اسی روایت کونقل کرتے ہیں تاہم اس کے آخر کے الفاظ یہ ہیں۔

فاجعلونی فی اوّل الدعاء' وفی اوسته' وفی آخره

''مجھے اپنی دعا کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں یادرکھو۔'' [1]

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابورافع کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا طنت اذن احدکم' فلیذکرنی' ولیصل علی

''جب تم میں سے کسی کے کان میں شائیں شائیں ہوتو اسے چاہئے کہ مجھے یاد کرلے اور مجھ پر درود بھیجے۔'' [2]

طبرانی کہتے ہیں یہ روایت حضرت ابورافع کے حوالے سے صرف اسی سند کے ہمراہ منقول ہے اور یہ (اس کے ایک راوی) معمر بن محمد کی انفرادیت ہے۔

محمد بن خزیمہ اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابورافع کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا طنت اذن احدکم' فلیذکرنی' ولیصل علی' ولیقل ذکر الله من ذکرنی بخیر

''جب کسی کے کان میں شائیں شائیں ہوتو اسے چاہئے کہ مجھے یاد کرلے اور مجھ پر درود بھیجے۔ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص مجھے اچھے الفاظ میں یاد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کا (فرشتوں کے سامنے) تذکرہ کرے گا۔'' [3]

نمازِ حاجت کا طریقہ

امام ترمذی، اپنی جامع میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''اگر کسی شخص کی اللہ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو یا اسے کسی بندے سے کوئی کام ہوتو اسے چاہئے کہ وہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نوافل ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

---

[1] عبدالرزاق 3117 [2] طبرانی' معجم صغیر 1076 [3] القول البدیع 323

Marfat.com

لا الٰـه الا الله الـحـلـيـم الـكـريـم' سبحان الله ربّ العرش العظيم' اَلْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْـعَـالَـمِـيْـنَ' اسـألك مـوجبات رحمتك وعزائم مـغـفـرتك' والغنيمة من كل بر' والسلامة من كل اثم' لا تدع لي ذنبًا الا غـفـرتـه' ولا هـمـا الا فرجته' ولا حاجة هي لك رضاً الا قضيتها برحمتك يا ارحم الراحمين

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو بردبار اور مہربان ہے۔ اللہ کی ذات پاک ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مختص ہیں اور جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کر دیں اور تیری بخشش کو پختہ کر دیں ہر نیکی کی غنیمت (کے حصول) اور ہر گناہ سے سلامتی (کا سوال کرتا ہوں اے اللہ!) تو میرا ہر گناہ بخش دے۔ میرا ہر مقصد پورا کر دے اور میری جو ضرورت تیری رضا کے مطابق ہو اسے اپنی رحمت کے وسیلے سے پورا کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔'' [1]

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ان کی سند پر تنقید کی گئی ہے۔ اس کا ایک راوی وفائد بن عبدالرحمٰن ضعیف ہے اور اس کی کنیت ابوالورقاء ہے۔

امام احمد کہتے ہیں وفائد متروک الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابوحاتم بن حبان کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے ''مشاہیر'' محدثین سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے حضرت ابی ابن اوفی سے ''معضل'' روایت نقل کی ہیں جن سے دلیل حاصل نہیں کی جا سکتی۔

امام حاکم نے اس روایت کو ''مستدرک'' میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے میں نے اس روایت کی تائید میں ایک اور حدیث بھی نقل کی ہے اور وفائد کی روایات قابل اعتماد ہیں۔

شفاعتِ مصطفیٰ کا حصول

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ رویفع بن ثابت انصاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

[1] ترمذی 479' ابن ماجہ 1384

Marfat.com

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ' وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل کر اور انہیں قیامت کے دن اس مقام پر فائز کر جو تیرے انتہائی قریب ہے۔'' [1]

اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ، حضرت رویفع انصاری سے نقل کیا ہے۔

طبرانی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ما من قوم جلسوا مجلساً ثم قاموا منه لم يذكروا الله' ولم يصلوا على النبی ﷺ ' الا كان ذلك المجلس عليهم ترة

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہوں اور پھر وہاں اللہ کا ذکر کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو وہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہو گی۔'' [2]

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلی الله عليه عشرًا ' بها ملكٌ موكلٌ بها حتى يبلغنيها

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔'' [3]

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

یارسول اللہ! آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر سلام بھیجیں اور آپ پر درود بھیجیں یہ تو ہم سیکھ چکے ہیں کہ ہمیں آپ پر کس طرح سلام بھیجنا چاہئے (اب آپ ہمیں یہ سکھائیں) ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو۔

---

[1] احمد 108/4 [2] طبرانی' معجم کبیر 7751 [3] طبرانی' معجم کبیر 7611

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد کی آل پر رحمت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔ اے اللہ! تو حضرت محمد کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔'' [1]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر سے منقول ہے۔

ایک اور سند کے مطابق، حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بیان کرتے ہیں:

''ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، ہمیں آپ پر درود بھیجنے اور سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سلام کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟'' تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر رحمت نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت نازل کی۔''

(اس سے آگے سابقہ حدیث میں موجود درود کے الفاظ ہیں)

حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر

حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر کا شمار صحابۂ کرام میں ہوتا ہے۔ ابن مندہ نے اس بات کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ ان کے والد کا نام بشیر تھا۔ ابن عبدالبر نے بھی ان کے والد کا نام بشیر لکھا ہے تاہم ایک روایت کے مطابق ان کا نام بشر تھا۔ انہوں نے حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ ان سے امام شعبی نے احادیث روایت کی ہیں جبکہ محمد بن سیرین نے درود کی فضیلت سے متعلق روایت نقل کی ہے۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو بردہ نیار کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ من امتی صلاۃ مخلصًا من قلبه صلی الله علیه بها

[1] فضل الصلوٰۃ علی النبی 71

Marfat.com

عشر صلوات' ورفعه بها عشر درجات' وکتب له بها عشر حسنات' ومحا عنه عشر سیئاتٍ

''میری امت کا جوشخص پورے اخلاص کے ساتھ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اس کے دس درجات بلند کرے گا، اسے دس نیکیاں عطا کرے گا اور اس کے دس گناہ معاف کرے گا۔'' [1]

اس حدیث کی سند میں علت یہ ہے کہ اسی روایت کو حضرت وکیع نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو بردہ کے بھائی، جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے سے نقل کیا ہے۔

امام نسائی نے، حسین بن حریث کے حوالے سے وکیع سے یہ روایت نقل کی ہے گویا اس حدیث کی سند میں وکیع اور ابواسامہ کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

حافظ محمد بن جمعہ کہتے ہیں میں نے ابوزرعا رازی سے ان دونوں اسناد کی سند کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا ابواسامہ کی روایت زیادہ بہتر ہے۔

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ اسی روایت کو نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔

درود سننے والا فرشتہ

ابوشیخ اصبہانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عمار بن یاسر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ان للہ تبارك وتعالیٰ ملکًا اعطاہ اسماع الخلائق' فھو قائم علی قبری اذا مت ' فلیس احد یصلی علی صلاۃ الا قَالَ: یا محمد صلی علیك فلان بن فلان ۔ قَالَ: فیصلی الرب تبارك وتعالیٰ علیٰ ذٰلك الرجل بکل واحد عشرًا

''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ ساری مخلوق کی آوازیں سن سکتا ہے۔ میرے وصال کے بعد وہ میری قبر پر کھڑا ہو جائے گا پھر

[1] نسائی' عمل الیوم 64

Marfat.com

جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھے بتائے گا اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں ہدیۂ درود پیش کیا ہے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر ایک دفعہ درود پڑھنے کے عوض میں دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔" [۱]

طبرانی، "معجم کبیر" میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔

ابن حمیری کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمار ابن یاسر نے مجھ سے کہا اے ابن حمیری کیا میں تمہیں اپنے محبوب اور اللہ کے نبی کی ایک حدیث نہ سناؤں میں نے عرض کی ضرور۔ آپ نے فرمایا (ایک مرتبہ) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا عمار ان للہ ملکا ' اعطاہ اسماع الخلائق کلھا ' وھو قائم علیٰ قبری اذا مت الی یوم القیامة' فلیس احد من امتی یصلیٌ علی صلاة الا سماہ باسمہٖ واسم ابیہ ' قَالَ: یا محمد' صلی علیك فلان بن فلان کذا وکذا ' فیصلی الرب علیٰ ذٰلك الرجل بکل واحدة عشرًا

"اے عمار! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ساری مخلوق کی آوازیں سننے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ میرے وصال کے بعد قیامت تک وہ فرشتہ میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا۔ میری امت کا جو بھی فرد مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا وہ فرشتہ اس شخص اور اس کے والد کے نام کے ہمراہ مجھے بتائے گا۔ اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت اقدس میں ان الفاظ میں ہدیۂ درود پیش کیا ہے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) پس اللہ تعالیٰ اس ایک درود کے عوض میں اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔" [۲]

احمد بن داؤد، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عمار بن یاسر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوا سنا ہے۔

ان للہ ملکا اعطاہ اسماع العباد' فلیس من احد یصلی علی صلاة الا ابلغنیھا' وانی سالت ربی ان لا یصلی علی عبد صلاة الا صلی

---

[۱] مجمع الزوائد 162/120 [۲] طبرانی، معجم کبیر، ہیثمی، مجمع الزوائد 162/10

Marfat.com

الله عليه عشر امثالها

''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام انسانوں کی آوازیں سننے کی صلاحیت عطا کی ہے پس جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا وہ فرشتہ اس درود کو مجھ تک پہنچا دے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔'' [1]

اسی روایت کو رویانی نے اپنی ''مسند'' میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام شافعی، اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت امامہ بن سہل بن حنیف کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

انہیں (حضرت ابوامامہ کو) ایک صحابی نے بتایا نمازِ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے امام تکبیر کہے اور پہلی تکبیر کے بعد پست آواز میں سورۂ فاتحہ پڑھے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور باقی تکبیرات میں صرف میت کے لئے دعا کرے اور کچھ نہ پڑھے۔ پھر پست آواز میں سلام پھیر دے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ امام زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ بن سہل کو دیکھا کہ وہ حضرت سعید بن مسیّب کو یہ حدیث سنا رہے تھے۔

''نمازِ جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے سب سے پہلے سورہ فاتحہ پڑھی جائے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے پھر میت کے لئے دعا کی جائے یہاں تک کہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائے ہر چیز کو صرف ایک مرتبہ پڑھے اور پھر پست آواز میں سلام پھیر دے۔''

روایت کی تحقیق

امام نسائی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بن واہب انصاری، آپ کا تعلق بنو عمرو بن عوف بن مالک سے ہے۔ آپ کا نام مبارک اسعد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے نانا اسعد بن زرارہ کے نام پر ان کا نام اسعد رکھا اور ان کی کنیت کے مطابق ان کی کنیت ابوامامہ رکھی اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت کی۔

---

[1] القول البدیع 165

Marfat.com

ابو عمر اور دیگر مؤرخین نے انہیں صحابہ کرام کے طبقے میں شامل کیا ہے۔ ابن عبدالبر کے بیان کے مطابق ان کا انتقال 100 ہجری میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر نوے برس سے کچھ زیادہ تھی۔

لیث بن سعد نے ابن شہاب زہری کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت امامہ بن سہل نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔

تاہم اس حدیث کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ اس حدیث کو حضرت ابوامامہ نے کسی اور صحابی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

امام شافعی تے اس روایت کو دو طرح سے نقل کیا ہے ایک روایت کے مطابق حضرت ابوامامہ براہِ راست نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اسے نقل کرتے تھے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت ابوامامہ کسی اور صحابی کے حوالے سے اسے نقل کرتے تھے تاہم یہ کوئی قابل اعتراض علت نہیں ہے کیونکہ کسی صحابی کا نام معلوم نہ ہونا قابل اعتراض نہیں ہے۔

یہاں ایک اور بحث بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی صحابی یہ کہے کہ ایسا کرنا سنت ہے اس کا حکم کیا ہوگا؟ بعض حضرات کے نزدیک یہ قول مرفوع حدیث یا شمار ہوگا اور بعض کے نزدیک اسے مرفوع حدیث قرار نہیں دیا جا سکتا۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ قول صحابی اور مرفوع حدیث کے درمیان فرق کیا جائے جیسا کہ یہی بات کہیں اور بیان کی جائے گی۔

دیقیقی اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر بن سمرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے تو فرمایا آمین، آمین عرض کی گئی یا رسول اللہ! آج سے پہلے کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے فرمایا جبریل نے مجھ سے کہا (اس کے بعد پوری حدیث ہے جس میں یہ بات بھی شامل ہے) اے محمد! جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور مرنے کے بعد جہنم میں پہنچ جائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔"

(اس حدیث کے ایک راوی) قیس بن ربعی سچے ہیں مگر ان کا حافظہ کمزور ہے۔ شعبہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں وہ سچے تو ہیں مگر قوی نہیں ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں عام طور پر ان کی روایات درست ہوتی ہیں۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت

Marfat.com

انس، حضرت مالک بن حویرث، عبداللہ بن حارث اور حضرت جابر بن عمر سے منقول ہے۔

حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت انس بن مالک سے منقول روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ (بقیہ حضرات کی نقل کردہ احادیث درج ذیل ہیں)

حضرت مالک بن حویرث کی روایت

ابوحاتم بستی اپنی صحیح میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت مالک بن حویرث کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

صعد رسول الله ﷺ المنبر' فلما رقى عتبته' قالَ: "آمين" ' ثم قَالَ: "اتانى جبريل' وقال يا محمد! من ادرك رمضان فلم يغفر له فابعده الله ! قلت: آمين! ومن ادرك والديه او احدهما فدخل النار فابعده الله ! فقلت: آمين! فَقَالَ: ومن ذكرت عنده فلم يصل عليك فابعده الله! قل: آمين ۔ قلت: آمين!

نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے جب آپ نے اس کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین پھر جب تیسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر آپ نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے محمد! جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے کہا) جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور پھر بھی جہنم میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے کہا) جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے آپ کہیں آمین۔ تو میں نے کہا آمین۔" [1]

جعفر فریابی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن حارث کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ دخل المسجد' فصعد المنبر' فلما صعد اوّل

---

[1] ہیثمی 166/10

Marfat.com

درجة' قَـالَ: "آمين"، ثـم صـعـد الثـانية' فَقَالَ: "آمين" ثم صعد الثـالثة فَـقَـالَ: "آمين" ـ فلما نزل' قيل له: رايناك صنعت شيئًا ما كـنت تصنعه؟ فَقَالَ: ان جبريل تبدى لى فى اوّل درجة ' فَقَالَ: يا مـحـمـد! مـن ادرك احـد و الديه فلم يدخلاه الجنة فابعده الله! ثم ابـعـده! قَـالَ: فـقـلـت: آمـين! ثـم قال فى الثانية: من ادرك شهر رمـضـان' فـلـم يغفر له ابعده الله! ثم ابعده الله! فقلت: آمين! و قال فـى الشـالثة' من ذكرت عندهٗ فلم يصل عليك فابعده الله! ثم ابعده الله! فقلت: آمين!

نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھے جب آپ پہلے زینے پر چڑھے تو کہا آمین پھر جب دوسرے پر چڑھے تو کہا آمین پھر جب تیسرے پر چڑھے تو کہا آمین۔ جب آپ نیچے اترے تو عرض کی گئی آج ہم نے آپؐ کو ایسا عمل کرتے ہوئے دیکھا جو آپ نے پہلے کبھی نہیں کیا تو آپ نے فرمایا پہلے درجے پر قدم رکھتے وقت جبریل میرے پاس آئے اور بولے اے محمد! جو شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پائے اور وہ اسے جنت میں نہ لے جاسکیں تو اللہ تعالیٰ نے اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا تو میں نے کہا آمین۔ پھر دوسرے زینے پر انہوں نے دعا کی جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے پھر اور دور کر دے تو میں نے کہا آمین اور تیسرے زینے میں انہوں نے دعا کی جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے پھر اور دور کر دے تو میں نے کہا آمین۔" [1]

حضرت ابن عباس کی روایت

طبرانی اپنی "معجم کبیر" میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

---

[1] بزار 3167

Marfat.com

بینما النبی ﷺ علی المنبر ' اذ قَالَ: "آمین!" ثلاث مرات ' فسئل عـن ذٰلك ' فَقَالَ: "اتانی جبریلُ ' فَقَالَ: من ذکرت عنده ' فلم یصل علیك فابعده الله! قل: آمین ' فقلت: آمین! قَالَ: ومن أدرك والدیه او احدهما فمات ' ولم یغفر له فابعده الله! قل: آمین ' فقلت ' آمین! ومـن ادرك رمـضـان ' فـلم یغفر لهٗ فابعده الله ! قل: آمین ـ فقلت: آمین!

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور آپ نے تین مرتبہ آمین کہا۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور یہ دعا کی جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔ انہوں نے دعا کی جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور اس حال میں مرے کہ اس کی بخشش نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ آمین کہیں میں نے کہا آمین۔ (انہوں نے دعا کی) جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی بخشش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ آمین کہیں تو میں نے کہا آمین۔" [1]

درود شریف لکھنے کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے اس بارے میں ایک اور روایت، ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَـنْ صَلّٰی عَلَیَّ فی کتاب لم تزل الصلٰوة جاریةً له مادامَ اسمی فی ذٰلكَ الکتاب

"جو شخص کسی تحریر کے دوران درود شریف لکھ لیتا ہے اسے اس وقت تک اس کا ثواب ملتا رہے گا جب تک میرا نام (اور وہ درود شریف) اس کتاب میں موجود رہے گا۔" [2]

(اس روایت کے دو راوی) کادح اور نہشل ثقہ نہیں ہیں۔ ان دونوں پر دروغ گوئی کا

[1] طبرانی، معجم کبیر 1111/5 [2] زبیدی، اتحاف السادۃ المتقین 50/5

Marfat.com

الزام ہے اور اس بارے میں صرف یہی حدیث منقول ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابن جارود نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

یہی روایت امام جعفر صادق سے بطور موقوف منقول ہے اور یہی درست ہے کہ امام جعفر صادق نے یہ فرمایا ہے۔

مَنْ صلی علی رسولِ اللهِ ﷺ فی کتاب صلت علیه الملائکةُ غدوةً و رواحًا ' مادام اسمُ رسولِ اللهِ ﷺ فی الکتاب

جو شخص کسی تحریر میں درود شریف لکھتا ہے جب تک اللہ کے رسول کا نام مبارک اس تحریر میں موجود رہتا ہے فرشتے صبح و شام اس شخص کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔'' [1]

احمد بن عطاء رود باری کہتے ہیں میں نے شیخ ابوصالح عبداللہ بن صالح کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ علم حدیث کے ایک ماہر کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے دریافت کیا آپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اس نے مجھے بخش دیا پوچھا گیا کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنی تحریرات میں جو درود شریف لکھتا تھا اس کی وجہ سے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے طبرانی نے اپنی معجم میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من نسی الصلاة علی خطیٔ طریق الجنة

''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔'' [2]

اسی روایت کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جبارہ بن مغلس کے حوالے سے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے تاہم جبارہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ صحیح اور موضوع روایت کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

---

[1] طبرانی، معجم اوسط 1856 [2] ابن ماجہ، 908

Marfat.com

مذکورہ بالا روایت حضرت ابوہریرہ، امام حسین، محمد بن حنفیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

حضرت امام حسین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔ (بقیہ دو حضرات کی روایات درج ذیل ہیں)

امام باقر کی روایت

ابن ابی عاصم اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں اپنی سند کے ہمراہ، جعفر بن محمد کے واسطے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

من ذکرت عندہٗ ' فنسی الصلاۃ علی خطیء طریق الجنۃ

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [1]

عبدالخالق اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی خطیءَ طریقَ الجنۃ

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [2]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِن اَبخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی

''سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

ابن ابی عاصم، اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی'' میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

خرجت ذات یوم ' فاتیت رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: الا اخبرکم بابخل الناس ؟ قالوا: بلی یا رسولَ اللہ ! قَالَ: من ذکرت عندہ فلم یصل

---

[1] طبرانی، معجم کبیر 2887 [2] بیہقی، سنن کبریٰ 286/9

Marfat.com

علی ' فذلك ابخل الناس

''ایک دن میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ بخیل ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ سب سے زیادہ بخیل ہے۔'' [1]

یہ روایت ایک صحابی (حضرت ابوامامہ) نے دوسرے صحابی (حضرت ابوذر غفاری) سے نقل کی ہے۔

یہی مضمون حضرت علی اور ان کے صاحبزادے حضرت امام حسین کے حوالے سے بھی منقول ہے جسے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

ابن منیع اپنی مسند میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت واثلہ بن اسقع کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

ایما قوم جلسوا فی مجلس 'ثم تفرقوا قبل ان یذکروا اللہ ' ویصلوا علی النبی ﷺ کان ذلك المجلس علیهم ترة یوم القیامة

''جو لوگ کسی محفل میں اکٹھے ہوں اور پھر وہاں اللہ کا ذکر کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو یہ محفل قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔'' [2]

یہی حدیث حضرت ابوسعید خزری اور حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی روایت

ابن شاہین، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوبکر صدیق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کنت شفیعه یوم القیامة

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔'' [3]

ابن ابی داؤد، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوبکر صدیق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

---

[1] فضل الصلوۃ علی النبی 45 [2] المطالب العالیہ 3426 [3] القول البدیع 180

Marfat.com

ان اللہ عزوجل قد وھب لکم ذنوبکم عند الاستغفار' فمن استغفر بنیة صادقة' غفرلہ' ومن قال لا الہ الا اللہ' رجع میزانہٗ' ومَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کنت شفیعه یوم القیامة

''استغفار کے وقت اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ تمہارے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص سچی نیت کے ساتھ بخشش طلب کرے گا اسے بخش دیا جائے گا اور جو شخص لاالہ الا اللہ پڑھے گا اس کا (نیکیوں کا) پلڑہ جھک جائے گا اور جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔'' [1]

ابراہیم بن رشید، اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ما من عبدٍ صلی علی صلاة الا عرج بها ملك حتی یجیءَ بها وجه الرحمن عزوجل' فیقول ربنا تبارك و تعالیٰ اذھبوا بها الی قبر عبدی تستغفر لصاحبها وتقر بها عینه

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے ایک فرشتہ اس درود کے ہمراہ اوپر جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس درود کو میرے خاص بندے (حضرت محمد) کی قبر میں لے جاؤ تاکہ ہم اس کے پڑھنے والے کے لئے بخشش کی دعا کریں اور اس کے ذریعے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔'' [2]

حافظ ابونعیم، اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاة صلت علیه الملائکة ما صلی علی' فلیکثر عبد او یقل

''جو شخص جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے فرشتے اس وقت تک اس کے لئے دعائے صحت کرتے رہتے ہیں۔ اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ وہ کثرت سے درود بھیجے یا کم تعداد میں۔'' [3]

---

[1] القول البدیع 180 [2] القول البدیع 174 [3] القول البدیع 168

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت

امام ابوداؤد، اپنی ''سنن'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اذا سمعتم المؤذن' فقولوا مثل ما یقول' ثم صلوا علی' فانه مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صلاة صلی اللہ علیه عشرًا' ثم سلوا اللہ لی الوسیلة' فانها منزلةٌ فی الجنة لا تنبغی الا لعبدٍ من عبادِ اللہ' وارجوا ان اکون انا هو' فمن سال اللہ لی الوسیلة' حلت علیه الشفاعة

''جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کرو۔ یہ جنت میں ایسا مقام ہے جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف کسی ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلے'' کا سوال کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال (لازم) ہو جائے گی۔'' [1]

اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

درود شریف کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جسے عبداللہ بن احمد نے، اپنی سند کے ہمراہ، نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم صلاةً صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَمَلَائِکَتِهٖ سَبْعِیْنَ صَلَاةً' فَلْیَقِلْ مِنْ ذٰلِكَ اَوْ لِیُکْثِرْ

''جو شخص اللہ کے رسول پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اس شخص پر ستر مرتبہ رحمت نازل کریں گے اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ کم تعداد میں درود پڑھے یا کثرت سے پڑھے۔'' [2]

اس روایت کو امام احمد نے بطور موقوف نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد' 523' ترمذی' 3614' نسائی' 25/2 [2] احمد 172/2

Marfat.com

حاجت روائی کا وظیفہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک اور موقوف روایت بھی منقول ہے جسے حافظ ابوموسیٰ مدینی نے، اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہئے کہ بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھے۔ جمعہ کے دن پاک صاف ہو کر مسجد کی طرف جائے راستے میں کم یا زیادہ جتنا ہو سکے صدقہ کر لے۔ نمازِ جمعہ کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ انی اسألك باسمك ' بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ' الذی لا اله الا هو الحی القیوم لا تاخذهٗ سنة و لا نوم ' الذی ملأت عظمته السمواتِ والارضَ ' الذی عنت له الوجوهُ ' وخشعت له الأصوات ' ووجلت القلوب من خشيته ' ان تصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ' وان تعطينی حاجتی ' وهی كذا و كذا

''اے اللہ! میں تیرے اسم مبارک کی برکت سے تجھ سے سوال کرتا ہوں (اور اس کا آغاز) اللہ کے نام سے کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ''حی'' اور ''قیوم'' ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ اس کی عظمت نے زمین و آسمان کو بھر دیا ہے۔ سر اس کی بارگاہ میں جھکے رہتے ہیں آوازیں (اس کی ہیبت کے باعث لرزاں رہتی ہیں) اور دل اس کی خشیت کے باعث خوفزدہ رہتے ہیں۔ (اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں) تو حضرت محمد پر درود نازل فرما اور میری فلاں حاجت پوری فرما۔'' [1]

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) قوی امید ہے کہ یہ دعا ان شاء اللہ قبول ہو گی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ بے وقوفوں کو یہ دعا نہ سکھانا کیونکہ وہ اس کے ذریعے گناہ یا قطع رحمی کرنا چاہیں گے۔

صبح و شام درود پڑھنے کا ثواب

طبرانی، ''معجم کبیر'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم

---

[1] القول البدیع 331

Marfat.com

ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ حین یصبح عشرًا وحین یمسی عشرا ادرکتہٗ شفاعتی

''جو شخص مجھ پر صبح دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔'' [۱]

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابودرداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی نقل کرتے ہیں۔

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملائکۃ ' لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قُلنَا: وبعد وفاتک ؟ قَالَ: "وبعد وفاتی' ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اس دن فرشتے آئے ہوئے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ہم نے عرض کی آپ کی وفات کے بعد بھی (پہنچے گی؟) آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے یہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو خراب کرے۔'' [۲]

عبدالباقی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت سعید بن عمیر کے حوالے سے ان کے والد حضرت عمیر، جو بدری صحابی ہیں کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صادقاً من نفسہ صلی اللہ علیہ عشر صلواۃ ' ورفعہ عشر درجات ' وَکتب لہٗ بھا عشر حسنات

''جو شخص سچے دل کے ساتھ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا اس کے دس درجات بلند کرے گا اور اسے دس نیکیاں عطا کرے گا۔'' [۳]

---

۱ ہیثمی، مجمع الزوائد 120/10 ۲ ابن ماجہ 1636 ۳ سخاوی، القول البدیع 167

Marfat.com

دوسرا باب

مرسل اور موقوف روایات

ان میں ایک روایت وہ جسے قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔
یزید رقاشی کہتے ہیں۔

اِنَّ ملکا موکل یوم الجمعة، من صلی علی النبی ﷺ یبلغ النبی ﷺ یقول: ان فلانا من امتك یصلی علیك

"بے شک جمعے کے دن ایک فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اس درود کو یہ کہتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں پیش کرے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ پر یہ درود بھیجا ہے۔" [۱]

یہ روایت موقوف ہے۔

حضرت حسن کی روایت

قاضی اسماعیل اپنی سند کے ہمراہ، حضرت حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اکثرو الصلوٰة علی یوم الجمعة

"جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔" [۲]

ابراہیم بن حجاج، اپنی سند کے ہمراہ، ایوب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔

ان ملکا موکلٌ بکل من صلی علی النبی ﷺ حتی یبلغه النبی ﷺ

۱۔ فضل الصلوٰۃ علی النبی، 27 ۲۔ سخاوی، القول البدیع، 234

Marfat.com

''ایک فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو بھی شخص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اسے نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دے۔'' [۱]

حسنین کریمین کا واقعہ

ابراہیم بن حمزہ، سہیل کا بیان نقل کرتے ہیں۔

میں روضۂ مبارک پر سلام کے لئے حاضر ہوا تو حضرت امام حسن اور امام حسین (حجرۂ مبارک کے پاس) ایک گھر میں کھانا کھانے کے لئے بیٹھ چکے تھے۔ انہوں نے مجھے بلایا میں ان کے پاس گیا تو وہ بولے آؤ اور کھانا کھا لو۔ میں نے عرض کی مجھے اس کی طلب نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا تم کھڑے کیوں ہو؟ میں نے جواب دیا۔ بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنے کے لئے انہوں نے فرمایا تم مسجد میں جا کر بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کرنا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

صلوا فی بیوتکم ' ولا تجعلوا بیوتکم مقابر ' لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد' وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم

''اپنے گھروں میں نماز ادا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا اور تم مجھ پر درود بھیجو تم جہاں بھی ہو گے تمہارا وہ درود مجھ تک پہنچے گا۔'' [۲]

سلیمان بن حرب، حضرت حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

بحسب امریءٍ من البل ان اذکر عندہٗ ' فلا یصلی علی

''آدمی کے بخیل ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۳]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت حسن بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

[۱] اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی 24 [۲] اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی 24

[۳] اسماعیل، فضل الصلوۃ علی النبی 38

Marfat.com

کفی به شحا ان یذکرنی قوم فلا یصلون علی ﷺ

''کسی کے بخیل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' [۱]

ایک اور روایت کے مطابق حضرت حسن مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔

اکثروا من الصلاۃ علی یوم الجمعۃ

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔'' [۲]

امام باقر کی روایت

امام باقر مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

من نسی الصلاۃ علی ' خطیٔ طریق الجنۃ

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔'' [۳]

ایک اور روایت کے مطابق امام باقر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی خطیٔ طریق الجنۃ

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۴]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں میں نے امام باقر کو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

من ذکرت عندہ فلم یصل علی خطیٔ طریق الجنۃ

''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [۵]

سفیان کہتے ہیں وہ ایک صاحب بسیام صیرفی ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق امام محمد باقر مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی خطیٔ طریق الجنۃ

---

۱ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 39، ۲ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 41،
۳ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 42، ۴ اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 43،

Marfat.com

''جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [1]

امام جعفر صادق، اپنے والد (امام باقر) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من ذکرت عندہ فلم یصل علی ' فقد خطیء طریق الجنۃ

[2] ''جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک گیا۔'' [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من صلی علی ' او سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ شفاعتی یوم القیامۃ

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے یا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کا سوال کرے قیامت کے دن اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔'' [3]

حضرت یزید بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

''وہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) ان الفاظ میں درود پڑھنا پسند کرتے تھے۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النبی الامی

''اے اللہ! تو اُمی نبی حضرت محمد پر رحمت نازل فرما۔'' [4]

حضرت عبداللہ بن مسعود کا فرمان

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

جب تم نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو تو اچھے الفاظ میں بھیجو کیونکہ تم یہ نہیں جانتے شاید وہ درود بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا جائے۔ (ان کے شاگرد کہتے ہیں) پھر آپ نے ہمیں درود شریف کے طریقے سکھاتے ہوئے کہا ان الفاظ میں درود شریف پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتک ' ورحمتک ' وبرکاتک علی سید المرسلین ' وامام المتقین ' وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک ' امام الخیر ' وقائد الخیر ' ورسول الرحمۃ! اَللّٰھُمَّ ابعثہ مقاما محمودًا یغبطہ بہ

---

[1] اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی '44 [2] بیہقی 'شعب الایمان 1573

[3] 'فضل الصلوٰۃ علی النبی '50 [4] 'فضل الصلوٰۃ علی النبی '60

Marfat.com

الاوّلون والآخرون ! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ!

''اے اللہ! تو اپنا درود، رحمت اور برکتیں (اس ہستی پر) نازل فرما جو تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ پرہیز گاروں کے پیشوا ہیں۔ سب سے آخری نبی ہیں (جن کا نام نامی) حضرت محمد ہے۔ وہ تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں، رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس ''مقام محمود'' پر فائز فرما جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔'' [1]

یونس کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، یا شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کن الفاظ میں بھیجنا چاہیے تو انہوں نے جواب دیا۔ (ان الفاظ میں)

اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك وبركاتك، ورحمتك على سيد المرسلين، وامام المتقين، وخاتم النبيين محمدعبدك ورسولك امام الخير، وقائد الخير، ورسول الرحمة، اَللّٰھُمَّ ابعثه يوم القيامة مقاماً محموداً يغبطه الاوّلون والآخرون، وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ!

''اے اللہ! تو اپنا درود، برکتیں اور رحمت، تمام مرسلین کے سردار، پرہیز گاروں کے پیشوا، سب سے آخری نبی حضرت محمد پر نازل کر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ بھلائی کے پیشوا اور قائد ہیں۔ رحمت کے پیغامبر ہیں۔ اے اللہ!

---

[1] ابن ماجہ 906

Marfat.com

انہیں قیامت کے دن اس "مقام محمود" پر فائز کر جس پر سب اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔" ۱

حضرت ابراہیم (نخعی) روایت کرتے ہیں۔

صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔

"یارسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا! تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عبدك ورسولك واهل بيته' كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ!

"اے اللہ! تو اپنے خاص بندے اور رسول حضرت محمد اور ان کے اہل بیت پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔" ۲

حضرت حسن فرماتے ہیں جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

صحابۂ کرام نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں درود کے الفاظ کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك وبركاتك علٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كما جعلتها علٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ!

"اے اللہ! تو اپنا درود اور برکتیں حضرت محمد کی آل پر نازل کر جیسے تو نے انہیں حضرت ابراہیم کی آل پر نازل کیا۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔" ۳

---

۱ سخاوی' القول البدیع 64 ۲ فضل الصلوٰۃ علی النبی 64'

۳ فضل الصلوٰۃ علی النبی 65'

Marfat.com

حضرت سعید بن مسیب کا فرمان

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

ما من دعوة لا یصلیٰ علی النبی ﷺ قبلها الا کانت معلقة بین السماء والارض

''جس دعا سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے وہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔'' [1]

ترمذی شریف میں ہے، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد من شیء حتی تصلی علی النبی ﷺ

''بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رک جاتی ہے اور اس وقت تک اوپر نہیں جاتی جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔'' [2]

یہ روایت مرفوعاً بھی منقول ہے تاہم موقوفاً زیادہ مناسب ہے۔

عبدالکریم اپنی سند کے ہمراہ حضرت علی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ما من دعاء الا بینه وبین السماء حجاب حتیٰ یصلی علیٰ محمد ﷺ، فاذا صلی علی النبی ﷺ انحرق الحجاب، واستجیب الدعاء، واذا لم یصل علی النبی ﷺ لم یستجب الدعاء

''ہر دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب رہتا ہے جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔ جب آپ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب ختم ہو جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔'' [3]

صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے تاہم سلام الخزاز نے اسے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔

قاضی اسماعیل، اپنی سند کے ہمراہ، عبداللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت

---

[1] فضل الصلوٰۃ علی النبی' 74 [2] ترمذی' 486

[3] زبیدی' اتحاف (42/5) سخاوی' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع''' (321)

Marfat.com

ابوحلیمہ (یعنی حضرت معاذ) ''قنوت'' میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے۔
معاذ بن اسد، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت کعب کا بیان

حضرت کعب، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ ہوا تو کعب کہنے لگے۔

ما من فجر يطلع الا نزل سبعون الفا من الملائكة حتى يحفوا بالقبر' يضربون باجنحتهم القبر' ويصلون على النبى ﷺ' حتى اذا امسوا عرجوا' وهبط سبعون الفاً حتى يحفوا بالقبر يضربون باجنحتهم' فيصلون على النبى ﷺ سبعون الفا بالليل وسبعون الفا بالنهار' حتى اذا انشقت عنه الارض خرج فى سبعين الفاً من الملائكة يزفونه

روزانہ صبح فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر کر اپنے پروں کے ذریعے قبر انور کو چھوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کرتے رہتے ہیں۔ شام تک ایسا کرتے ہیں اور شام کو (آسمان) پر چڑھ جاتے ہیں اور مزید ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قبر انور کو گھیر کر اپنے پروں کو قبر مبارک سے مس کرتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ درود پیش کرتے ہیں۔ گویا ستر ہزار فرشتے رات میں اور ستر ہزار فرشتے دن میں (ہدیۂ درود پیش کرتے ہیں) یہاں تک کہ (قیامت کے دن) آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔'' [1]

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں عید سے ایک دن پہلے ولید بن عتبہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت خدیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی عید کا دن آپہنچا ہے۔ اس میں تکبیر کیسے پڑھنی چاہیے؟ تو حضرت عبداللہ نے فرمایا!

---

[1] دارمی' ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن ''السنن'' (94) اسمٰعیل قاضی' فضل الصلوٰۃ علی النبی (103) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''' (48)

Marfat.com

سب سے پہلے تم تکبیر تحریمہ پڑھو۔ پھر اپنے پروردگار کی تعریف کرو پھر بی اکرم ﷺ پر درود بھیجو پھر دعا کرو پھر تکبیر کہو۔ پھر اسی طرح کرو پھر تیسری تکبیر کہو اور اسی طرح حمد اور درود پڑھو پھر قرأت شروع کرو پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرو پھر حمد پڑھو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھو پھر دعا کرو پھر تکبیر کہو۔ اسی طرح تینوں تکبیروں میں پڑھو اور پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ نے کہا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) نے سچ کہا ہے۔ [۱]

عبداللہ بن ابوبکر کہتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن ابوعتبہ کے ہمراہ خیف کے مقام پر تھے۔ آپ نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا پھر کچھ دعائیں پڑھیں پھر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ [۲]

حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں۔

''تلبیہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔'' [۳]

امام زین العابدین کی روایت

امام زین العابدین' حضرت علی کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا مررتم بالمساجد' فصلوا علی النبی ﷺ

''جب تم مساجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔'' [۴]

سعید بن ذی حزان کہتے ہیں میں نے حضرت علقمہ سے دریافت کیا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے میں کیا پڑھا کروں تو انہوں نے فرمایا یہ پڑھو۔

صلی اللہ وملائکته علی محمد' السلام علیك ایها النبی ' ورحمة اللہ وبرکاته

---

[۱] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (88)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (292) [۲] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (90)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''' (303) [۳] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (79)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''' (299) [۴] اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (80)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''' (266)

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے حضرت محمد پر درود بھیجیں۔اے نبی! آپ پر سلام نازل ہواور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔'' ؎۱

وھب بن اجدع کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

اذا قدمتم ' فطوفوا بالبيت سبعًا ' وصلوا عن المقام ركعتين ' ثم ائتوا الصفا ' فقوموا عليه من حيث ترون البيت فكبروا سبع تكبيرات ' بين كل تكبيرتين حمدٌ لله ' وثناءٌ عليه ' وصلاةٌ على النبي ﷺ ' ومسألةٌ لنفسك ' وعلى المروة مثل ذلك

جب تم مکہ آؤ تو پہلے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرو پھر مقام ابراہیم کے پاس دونوافل ادا کرو پھر صفا آؤ اور وہاں ایسے مقام پر کھڑے ہو جہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں سات مرتبہ تکبیر پڑھو اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرو۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو اور اپنے لئے دعا کرو۔ مروہ میں بھی ایسا ہی کرو۔'' ؎۲

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

من صلى على النبي ﷺ ' كتب الله له عشر حسنات ' محا عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات

''جوشخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔'' ؎۳

حضرت یعقوب بن زید تیمی روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتاني آت من ربي ' فقال: ما من عبد يصلي عليك صلاة الا صلى الله عليه بها عشرًا فقام عليه رجل فقال: يا رسول الله! اجعلُ نصف دعاي لك ؟ قال: إن شئت! قال: اجعل ثلثي دعاي لك ؟ قال: ''ان

؎۱ اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (85)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' 'القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (299) ؎۲ اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (81)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' 'القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (298) ؎۳ اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (12)' سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' 'القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (161)

Marfat.com

شت" قال: اجعل دعای کله لك؟ قال "اذن یکفیك الله هم الدنیا وهم الاخرة۔

"میرے پروردگار کا فرستادہ میرے پاس آیا اور بولا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔"

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنی دعا (نفلی وظائف) کا نصف آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو (تو اس میں اضافہ کر سکتے ہو) اس نے عرض کی میں اپنی دعا کا دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو (تو اس میں اضافہ کر سکتے ہو) اس نے عرض کی میں اپنی پوری دعا آپ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی ضروریات پوری کرے گا"۔ [1]

مکہ مکرمہ میں ایک شیخ جن کا نام منیع تھا نے دریافت کیا اس کی سند کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔

یزید رقاشی کہتے ہیں:

ان ملکا موکل یوم الجمعة بین صلی علی النبی ﷺ یبلغ النبی ﷺ، یقول: ان فلانا من امتك یصلی علیك

بے شک ایک خاص فرشتے کی یہ ذمہ داری ہے کہ جمعے کے دن جو شخص بھی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے وہ اس درود کو بارگاہ رسالت میں یہ کہتے ہوئے پیش کرے آپ کی امت کے فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں یہ درود پیش کیا ہے۔" [2]

حضرت ابن عباس کی دُعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن یہ دعا کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ تقبل شفاعة محمد الکبریٰ، وارفع درجته العلیا، واعطه

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (13)، سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع"، "القول البدیع (177)

[2] قاضی، اسماعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی 27

Marfat.com

سؤله فی الاٰخرة والاولی، کما اتیت ابراھیم و موسٰی علیھما الصلاۃ والسلام

''اے اللہ! تو حضرت محمد کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور ان کے لئے بلند مرتبے میں اور اضافہ فرما، دنیا اور آخرت میں ان کی تمام مرادوں کو پورا فرما۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کو (عظمت شان) عطا کی ہے۔'' [۱]

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں:

ما من قوم یقعدون، ثم یقومون ولا یصلون علی النبی ﷺ الا کان علیھم یوم القیامۃ حسرۃً، وان دخلوا الجنۃ یرون الثواب

''جو لوگ کسی محفل میں بیٹھیں اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو یہ نشست قیامت کے دن ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اس کا ثواب دیکھیں گے۔'' [۲]

یہ حوضی کے الفاظ ہیں۔

---

۱ مصنف عبدالرزاق صنعانی (3104) فضل الصلوۃ علی النبی (52) سخاوی، القول البدیع (71-70)

۲ نسائی، احمد بن شعیب، عمل الیوم واللیلہ (410) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، ''شعب الایمان''، شعب الایمان (1571)

Marfat.com

تیسرا باب

درود شریف کے الفاظ اور مسائل کی تحقیق

اس باب میں نبی اکرم ﷺ پر بھیجے جانے والے درود کو حضرت ابراہیم اور ان کی آل جس میں دیگر انبیاء بھی شامل ہیں، نیز درود شریف اللہ تعالیٰ کے دو خاص اسماء پر ختم ہوتا ہے اور وہ دو اسماء حمید و مجید ہیں۔ اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ آپ پر نازل ہونے والے سلام، رحمت اور برکت کی وضاحت کی گئی ہے۔ لفظ اللھم کی تحقیق شامل ہے نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' کے مطالب و معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔

یہ باب دس فصول پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: ''اللھم'' کی تحقیق

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللھم کا مطلب ''یا اللہ'' ہے۔ اسی لئے یہ صرف دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اللھم غفور الرحیم نہیں کہا جا سکتا بلکہ اللھم اغفرلی وارحمنی کہا جائے گا۔

اس لفظ کے آخر میں آنے والی ''م'' کے بارے میں علم نحو کے ماہرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سیبویہ کہتے ہیں یہ صرف ندا کے عوض میں زائد کی گئی ہے۔ اسی لئے کلام کے دوران ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر نہیں کیا جا سکتا یعنی ''یا اللھمہ'' نہیں کہا جا سکتا۔

کبھی کبھار یہ ترکیب استعمال ہو جاتی ہے جسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

انی اذا ما حدث الما
اقول یا اَللّٰھُمَّ یا اَللّٰھُمَّا

Marfat.com

''جب مجھے کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے تو میں یا اللّٰھم یا اللّٰھم پکارنا شروع کر دیتا ہوں۔'' [1]

اس تبدیل کو عرض کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا محذوف سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر یہ اپنے مخصوص نام میں تبدیل ہو تو اسے بدل لیا جائے گا جیسے ''قام'' اور ''باع'' کے درمیان میں آنے والا ''الف''، ''و'' اور ''ی'' کا بدل ہے۔

علم نحو کے ماہرین کے نزدیک لفظ اللھم کو اسم موصوف کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا یعنی اللھم الرحیم ارحمنی نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح اسے مبدل منہ کے طور پر بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

''ھ'' پر آنے والی ''پیش'' مفرد اسم منادی کی ''پیش'' ہے اور ''م'' چونکہ ساکن تھا اور اس سے پہلے والا حرف بھی ساکن تھا اس لئے اس پر ''زبر'' دے دی گئی ہے یہ صرف اسی اسم کی خصوصیت ہے جبکہ ''ف'' (حرفِ جار) صرف قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ''لام تعریف'' کے ہمراہ حرف ندا کا اس پر داخل ہونا اور ندا میں ہمزہ وصلی کا منقطع ہونا اور اس کے ''لام'' کا پہلے کے کسی حرف اطباق کے بغیر واجب طور پر مضخم ہونا اس لفظ کی خصوصیت ہے۔

خلیل اور سیبویہ کے مذہب کا یہ خلاصہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ''م'' ایک محذوف جملے کے عوض میں لائی گئی ہے۔ اصل میں جملہ یہ ہے۔ یا اللہ امنا بخیر (اے اللہ! ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما)

پھر جار مجرور اور مفصول کو محذوف کر دیا گیا۔ باقی جملہ یہ بچا

یا اللہ اُم اور ہمزہ کو درمیان میں بکثرت آنے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا تو یا اللھم رہ گیا۔ یہ فراء کا قول ہے۔

اس قول کے قائلین کے نزدیک اس لفظ کے آغاز میں ''یا'' آ سکتا ہے یہ حضرات دلیل کے طور پر یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

وما علیك ان تقولی کلما صلیت او سبحت یا اللھم ما

---

[1] سکری (1346/3) خزانۃ الادب البغدادی (295/2) سر الصناعۃ (430/2، 419/1) لسان العرب) تہذیب اللغۃ (426/6) مخصص (137/1)

Marfat.com

ار دد علینا شیخنا مسلما

''تم نے جب بھی درود یا تسبیح پڑھنی ہے تو یہی دعا کرنی ہے۔ اے اللہ! میرے شوہر کو صحیح سلامت واپس لے آ'' [1]

پہلے بھی ایک شعر نقل کیا گیا جس میں اللھم کے ساتھ ''یا'' موجود تھا۔

بصری ماہرین کے دلائل

بصرہ کے علم نحو کے ماہرین نے درج ذیل دلائل کے ہمراہ اس کی تردید کی ہے۔

(i) ان تمام مفروضات کی کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ قیاس کے مطابق بھی نہیں ہے۔ اس لئے کسی دلیل کے بغیر انہیں اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

(ii) اصول یہی ہے کہ کسی حرف کو حذف نہ کیا جائے۔ لہٰذا اتنے زیادہ حروف کو فرض کرنا اصول کے خلاف ہے۔

(iii) اگر کوئی دعا مانگنے والا اس لفظ کے ذریعے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے کوئی بددعا مانگے گا تو یہ مفروضہ مخدوف جملہ درست نہیں رہے گا۔

(iv) فصیح عربوں کا محاورہ یہی ہے کہ وہ اللھم اور ''یا'' کو ایک ساتھ استعمال نہیں کرتے۔ اگر اصول وہی ہوتا جو فراء نے ذکر کیا ہے تو ان دونوں کو اکٹھے ذکر کرنا ممنوع نہ ہوتا بلکہ یہ بات عربوں کے عام محاورے میں شامل ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(v) یہ کہنا غلط نہیں ہے اللھم امنا بخیر۔ اگر مفروضہ جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو ان دونوں کو جمع کرنا جائز نہ ہوتا کیونکہ عوض اور معوض کو اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔

(vi) کوئی بھی مانگنے والا اس بات کا تصور بھی نہیں کرتا۔ اس کا دھیان اس لفظ کے بعد صرف اپنی دعا کی طرف ہوتا ہے۔

(vii) اگر مفروضہ مخدوف جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو لفظ اللھم ایک مکمل جملہ ہوتا جس پر خاموشی اختیار کرنا درست ہوتا کیونکہ یہ اسم منادی اور فعل طلب دونوں پر مشتمل ہے اور یہ بات باطل ہے۔

(viii) اگر مفروضہ مخدوف جملہ آپ کے بیان کے مطابق ہوتا تو فعل امر کو علیحدہ سے لکھا جا سکتا اسے اسم منادی کے ساتھ نہ ملایا جا سکتا جیسے کہا جائے۔ یا اللہ قد، یا زید عد، یا

---

[1] خزانۃ الادب (359/1)

Marfat.com

عمر وفد (اے اللہ! اسے اے زید اسے محفوظ کروائے' عمرو اس سے وفا کرو)
کیونکہ کوئی بھی فعل اپنے سے ماقبل اسم کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا تاوقتیکہ تحریر میں ایک کلمے کا اضافہ نہ کیا جائے اور اسم الخط میں ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور بسم اللہ میں ''م'' کو ملا دینے پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مستقل فصل نہیں ہے۔

(ix) نہ تو عام طور پر ایسا ہوتا ہے اور نہ ہی دعا میں ایسا کہنا جائز ہے۔ اللھم امنی بفضا، لفظ اور معانی دونوں اعتبار سے یہ ترکیب مکروہ ہے کیونکہ اپنی طرف متوجہ ہونے کی فرمائش اسی سے کی جاتی ہے جس سے غلطی یا نسیان کا صدور ممکن ہو تو اس سے کہا جاتا ہے۔ ادھر دھیان کرو لیکن جو ذات اپنے ارادے کے مطابق ہر کام کرتی ہے اسے کوئی بھول یا غلطی لاحق نہیں ہوتی۔ اس ذات سے یہ درخواست نہیں کی جا سکتی کہ میری طرف دھیان کرو۔

(x) یہ لفظ ایسے واقع پر بھی استعمال ہوتا ہے جس کے بعد دعا موجود نہیں ہوتی جیسے نبی اکرم ﷺ سے ایک دعا یوں منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ لك الحمد والیك المشتکی' وانت المستعان' وبك المستغاثُ' وعلیك التُکلان' ولا حول ولا قوة الا بك

''اے اللہ! تمام تر تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تیری ہی طرف رجوع کیا جاتا ہے تجھی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ تجھی سے مدد حاصل کی جاتی ہے تجھی پر توکل کیا جاتا ہے۔ تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔'' [1]

آپ سے یہ دعا بھی منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ انی اصبحت اشھدك' واشھد حملة عرشك' وملائکتك وجمیع خلقك اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَا ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ

''اے اللہ! میں اس حال میں صبح کرتا ہوں کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں، تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو گواہ بناتا ہوں، تیرے فرشتوں کو اور تیری ساری مخلوق کو (گواہ بنا کر یہ اعتراف کرتا ہوں) کہ بے شک تو اللہ ہے۔ تیرے علاوہ کوئی

---

[1] مجمع الزوائد (183/10)

Marfat.com

معبود نہیں ہے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (آلِ عمران:۲۶)

''(تم یوں دعا) مانگو، اے اللہ! تو ملک کا مالک ہے جسے چاہے ملک عطا کر دے اور جس سے چاہے چھین لے تو جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلت کا شکار کر دے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (الزمر:۴۶)

''(تم یوں دعا) مانگو، اے اللہ! تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے جن امور کے بارے میں لوگ اختلاف کرتے ہیں تو ان کے بارے میں ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

''پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' [2]

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام دعاؤں میں آپ کا بیان کردہ مفروضہ مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے آخر میں ''م'' تعظیم اور تفخیم کے لئے زائد کیا گیا ہے جیسا کہ زرقم اور ابنم زائد کیا گیا ہے یعنی یہ زریعنی اور ابن سے ماخوذ ہے۔ یہ بات درست ہے لیکن

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (5078) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3501)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (793) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (484) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (877)

Marfat.com

اس کی وضاحت کی ضرورت ہے یعنی قائل نے بات تو صحیح بیان کی ہے لیکن اس کی مزید تشریح کی ضرورت ہے جو درج ذیل ہے۔

''م'' جمع پر دلالت کرتا ہے اور اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا مخرج بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ بات اس اصول کے پیش نظر ہے کہ لفظ اور معنی کے درمیان کوئی نہ کوئی مناسبت پائی جاتی ہے جیسا کہ عربی زبان کے ماہرین اس بات کے قائل ہیں اور شیخ ابوالفتح بن جینی نے اپنی کتاب ''الخصائص'' میں اس موضوع پر ایک مستقل باب تحریر کیا ہے جس میں سیبویہ کے حوالے سے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

ابن جنی کہتے ہیں ایک طویل عرصے تک میرا یہ معمول رہا کہ جب میرے سامنے کوئی نیا لفظ آتا اور مجھے اس لفظ کے معنی معلوم نہ ہوتے تو میں اس لفظ کی مسافت اور اس کے حروف کے درمیان موجود مناسبت پر غور کر کے یہ اندازہ لگاتا کہ اس لفظ کا معنی یہ ہو سکتا ہے پھر جب میں اس کی تحقیق کرتا تو میرا اندازہ درستگی کے نزدیک ہوتا۔

ابن تیمیہ کی تحقیق

(ابن قیم کہتے ہیں،) میں نے شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) کو شیخ ابن جنی کی یہ بات بتائی تو وہ بولے میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے لفظ اور معنی کے تناسب اور حرکات اور معانی کی مناسبت کے حوالے سے یہ اصول بیان کئے۔

''پیش'' سب سے قوی حرکت ہے اس لئے عرب سب سے قوی معنی کی وضاحت کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں۔

''زبر'' سب سے کمزور حرکت ہے اس لئے عرب سب سے کمزور معنی کی وضاحت کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں اور

''زیر'' درمیانی حرکت ہے جسے درمیانے معنی کی وضاحت کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے ''عزیز'' (جب ع کلمے پر زبر ہو) تو اس کا معنی ہو گا کسی چیز کا سخت ہونا۔

''ارض عزاز'' کا مطلب سخت زمین ہے۔

''عزیز'' (جب ع کلمے پر زیر ہو) اس کا معنی کسی چیز کا ممنوع ہونا ہے اور یہ درجہ سختی سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات کوئی چیز سخت ہوتی ہے مگر اسے توڑنا ناممکن نہیں ہوتا۔

عزیز (یعنی جب ع کلمے پر پیش ہو) تو اس کا معنی غالب ہونا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت

Marfat.com

داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ (ص: ۲۳)

''اور اس نے بات کے دوران مجھ پر دباؤ ڈالا۔''

غلبہ امتناع سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اپنی اصل کے اعتبار سے بہت مشکل ہو اور دشمن کے مقابلے میں محفوظ ہو اور کوئی اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکتا ہو مگر غالب ممتنع سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اسی لئے عربوں نے اس معنی کے اظہار کے لئے حرف کو سب سے زیادہ طاقتور حرکت دی۔ سختی کیونکہ سب سے کمزور ہوتی ہے اسے سب سے کمزور حرکت دی اور امتناع درمیانی کیفیت ہے اس لئے اسے درمیانے درجے کی حرکت دی۔ ''ذبح'' حلال کئے ہوئے جانور کو کہتے ہیں اور ''ذَبح'' ''ذِبح'' کے فعل کو کہتے ہیں اور بلاشبہ جسم کیونکہ عمل سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اسی لئے قوی کو قوی حرکت دی گئی اور ضعیف کو ضعیف حرکت دی گئی۔

مختلف الفاظ کی مثالیں

''نِھبٌ'' تباہ شدہ چیز کے لئے اور نَھبَ فعل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''مِلْ ء'' بھری ہوئی چیز کے لئے اور ''عِل ء'' فعل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''حِمل'' بہت وزنی چیز کے لئے اور ''حَمل'' ہلکی وزنی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

''حب'' محبوب کے لئے اور ''حُب'' محبت کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ محبوب کا وجود کسی کو بھی بوجھ محسوس نہیں ہوتا جبکہ محبت میں ثقل ہوتا ہے جیسے قرضہ دار کو قرض کی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لئے محنت کو غرام (تاوان) بھی کہا جاتا ہے۔ محبت کی سختی اور شدت ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اسی لئے لوگوں نے اسے سب سے عظیم مخلوق، پتھر اور لوہے سے زیادہ سخت قرار دیا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کے اشعار میں یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مصدر کو قوی حرکت دی گئی اور محبوب کو حقیقت حرکت دی گئی۔

''قبض'' کا مطلب فعل ہے اور ''قَبض'' کا مطلب مقبوضہ چیز کے لئے حرکت کرنا ہے اور حرکت سکون سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور قبوض مصدر سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔

اسی طرح ''سبق'' کا مطلب پڑھنا اور ''سبق'' کا مطلب کسی معاہدے میں حاصل کیا

Marfat.com

جانے والا مال ہے۔

اسی طرح آپ ''دار دورانا''، ''فارت القدر فورانا'' اور ''غلت غلیانا'' میں غور کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ میں کس طرح حرکات اور معانی میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

اسی طرح آپ لفظ ''حجر'' اور ''ہوا'' پر غور کریں کہ کس طرح تفصیل ہے۔ معانی کے ثقیل اور حقیقت سامانی کے لئے خفیف لفظ ایجاد کئے گئے ہیں۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے زندگی دی تو میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھوں گا۔

اسی طرح کے معانی لطیف ذہن اور رقیق طبیعت کے نتیجے میں حاصل ہوتے ہیں۔ سخت دلی سے حاصل نہیں ہوتے اور نہ ہی نحو وحرف کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینے سے سمجھ میں آتے ہیں۔ واضح کی حکمت اور لغات کے اسرار کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جو انسان کو ممتاز کر دیتی ہے مگر

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور: ۴۰)

''جسے اللہ تعالیٰ نے نور عطا نہ کیا ہوا سے نور نہیں مل سکتا۔''

اسی طرح آپ غور کریں سخت آدمی کے لئے ''عقل''، ''جعظری'' اور جواز کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ الفاظ کس طرح اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح ''لمبے'' کے لئے ''عشنق'' اور چھوٹے قد والے کے لئے ''بحتر'' کا لفظ ایجاد کیا گیا ہے یعنی طوالت ظاہر کرنے والے لفظ پر تین ''زبریں'' ایک ساتھ ہیں اور چھوٹا قد ظاہر کرنے والے لفظ پر دو ''پیش'' ہیں۔ پہلے لفظ کا تلفظ کرتے وقت منہ کھلتا ہے گویائی کے آلات میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور وہ پھیل جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے نہیں رہتے جبکہ ''بحتر'' کا تلفظ اس کی ضد ہے۔

اسی طرح لمبی چیز کو طویل اور بڑی کو کبیر کہا جاتا ہے لیکن اگر اس کی طوالت یا بڑائی کا مزید اظہار مقصود ہو تو اس کے لئے طوال اور کبار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی ''الف'' کا اضافہ کیا جاتا ہے جسے ''ی'' کی بہ نسبت زیادہ کھینچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مزید بڑائی کا اظہار مقصود ہو تو اس لفظ کو شد کے ہمراہ زیادہ سخت کر کے پڑھا جاتا ہے یعنی کبّارا۔

اگر ہم راہوار قلم کو اس طرف موڑ دیں تو یہ بہت دور تک چلا جائے گا لہٰذا ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کی خاطر یہ تمام گفتگو کی گئی ہے۔

Marfat.com

''م'' کے اسرار

''م'' ایسا حرف ہے جس کا تلفظ کرتے وقت دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ اس لئے عرب اسے ''جمع'' کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے اگر آپ کا مخاطب ایک شخص ہوگا تو آپ اسے ''رانت'' کہیں گے۔ ایک غیر موجود شخص کو ''ہوا'' کہیں گے لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہو تو انہیں ''ہم'' کہیں گے۔ اسی طرح متصل زمائر میں ہوگا جیسے ''ضربت'' سے ضربتم، ''ایاک'' سے ''ایاکم''، ''ایاہ'' سے ''ایاہم'' اس کی مثالیں بے شمار ہیں جیسے ''یہ'' سے ''بہم'' نیلے کو ''ازرق'' کہا جاتا ہے لیکن اگر نیلاہٹ میں مزید شدت کا اظہار مقصود ہو تو اسے ''زرقم'' کہا جاتا ہے۔

آپ ان الفاظ میں غور کریں جن میں ''م'' موجود ہے کہ ان میں کس طرح جمع کا معنی پایا جاتا ہے جیسے ''لم'' کا مطلب جمع کرنا ہے جب آپ یہ دعا کریں ''لم اللہ شعثہ'' (اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو اکٹھا کر دے) اسی طرح لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ کو ''دارلمومہ'' کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ''اکـلا لـمّـا'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنا اور دوسرے کا حصہ کھائے اس کی اصل ''اللم'' ہے۔ اسی سے لفظ ''الم'' بنا ہے جس کا معنی کسی اجتماع کے قریب ہونا ہے اسی سے ''لمم'' بنا ہے جس کا معنی بڑے لوگوں کے اجتماع کے قریب ہونا ہے۔ اسی سے ''مسلمہ'' بنا ہے جس کا معنی مصیبت ہے۔ اسی سے ''لمہ'' بنا ہے یعنی وہ بال جو کانوں کی لویں کے نیچے تک آئیں۔

اس کی مانند ''تم'' اور اس کے ماخوذات ہیں جیسے ''البدر التمام'' کا مطلب ''مکمل چاند'' ہے جبکہ اس کا نور اکٹھا ہو جائے۔ اسی سے لفظ ''توم'' ہے یعنی جب دو بچے ایک ساتھ پیٹ میں اکٹھے ہو جائیں۔

انہی کی مانند ایک لفظ ''ام'' ہے جس کا معنی اصل ہے جس کی بہت سی شاخیں ہوں اور وہ انہیں اکٹھا رکھتی ہو۔ اسی لئے مکہ کو ''ام القریٰ'' سورۂ فاتحہ کو ''ام القرآن'' اور لوحِ محفوظ کو ''ام الکتاب'' کہا جاتا ہے۔

جوہری کہتے ہیں ''ام الشی'' کا مطلب کسی چیز کی اصل ہے۔ مکہ ''ام القریٰ'' ہے۔ ام مثواک بیوی کو کہتے ہیں۔ ''ام الاماغ'' اس چمڑے کو کہتے ہیں جس میں دماغ موجود ہوتا ہے۔ اسے ''ام الراس'' بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محکمہ آیات کے بارے میں فرمایا

Marfat.com

ہے۔

هُنَّ اُمُّ الْكِتَابُ (آل عمران :۷)

''وہ اُم الکتاب ہیں۔''

امت ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے جو تخلیق یا زمانے کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

(الانعام:۳۸)

''زمین پہ چلنے والا ہر چوپایہ اور پروں کے ذریعے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری مانند امت ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

لو لا ان الکلاب امةٌ من الامم لامرت بقتلها

''اگر کتے امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا۔'' [1]

اسی سے لفظ ''امام'' بنا ہے۔ یعنی وہ شخص جس کی لوگ مل جل کر پیروی کریں۔ ''ام الشیٔ'' کا مطلب کسی چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''ام'' ہے جس کا معنی متفرق چیزوں کو اکٹھا کرنا ہے۔

اسی سے لفظ ''رمان'' (انار) بنا ہے کیونکہ اس میں بہت سے دانے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''ضم'' ہے جس کا معنی اکٹھے کرنا ہے۔

اسی طرح کا ایک لفظ ''ھم'' ہے یعنی جب انسان کے دل میں بہت سے عزائم اور ارادے اکٹھے ہو جائیں۔

اسی طرح ایک لفظ ''اجم'' ہے جو کالے سانپ کو کہا جاتا ہے۔

کوئلے کو بھی ''حممۃ'' کہتے ہیں۔ جب سر منڈوا دینے کے بعد دوبارہ بال آ جائیں تو اسے ''حمم'' کہتے ہیں۔

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2845) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1486) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (185/7) ابن ماجہ' ابو عبد اللہ محمد بن یزید ''السنن'' (3205) احمد' ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (57, 56/5, 85/4)

Marfat.com

یہ تمام نام اس لئے رکھے گئے ہیں کیونکہ سیاہ رنگ بینائی کو اکٹھا کرتا ہے اسے الگ نہیں ہونے دیتا۔

اسی لئے جس شخص کی نگاہ کمزور ہو جائے اس کے سامنے سیاہ رنگ کا کپڑا یا بال رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی بینائی مضبوط ہو۔

یہ بات بہت طویل ہے لیکن ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

پریشانی میں مانگی جانے والی مسنون دعا

جب آپ ''م'' کے اسرار سے واقف ہو گئے تو آپ سوچیں کہ اگر اس ''م'' کو اس نام کے آخر میں ملا دیا جائے جس کے ذریعے ضرورت کے وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے تو اب یہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور تمام صفات کی طرف اشارہ کرے گا لہٰذا جب کوئی سوالی یہ کہتا ہے اللھم انی اسئلک تو گویا وہ یہ دعا کرتا ہے کہ میں اس اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں جس کے اسماء خوبصورت ترین ہیں اور جس کی خدمات بلند ترین ہیں اور میں اس سے، اس کے اسماء اور صفات کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں۔ اس لئے یہاں ''م'' کو اس جامعیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے سوال اس کے تمام اسماء کے وسیلے سے کیا جائے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''انسان کو جب بھی کوئی غم یا تکلیف لاحق ہو تو وہ یہ دعا مانگے۔''

اَللّٰھُمَّ انی عبدك وابن عبدك ' ابن امتك ' ناصیتی بیدك ' ماض فی حكمك' عدل فی قضاؤك ' اسالك بكل اسم ھو لك سمیت به نفسك' او انزلته فی كتٰبك ' او علمته احدًا من خلقك ' او استأثرت به فی علم الغیب عندك' ان تجعل القرآن ربیع قلبی ' ونور صدری' وجلاء حزنی' وذھاب ھمی وغمی

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی (یعنی ذہن) تیرے ہاتھ (یعنی دست قدرت) میں ہے۔ میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہو چکا ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عمل کے مطابق ہے۔ میں ہر اس اسم کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لئے مقرر کیا ہے یا جو تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا جو تو نے اپنی

Marfat.com

کسی ایک مخلوق کو سکھایا ہے یا تو نے اپنے ہاں غیب میں اسے پوشیدہ رکھا ہے۔
(میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ) تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کی جلاء، میرے دکھ اور غم کی رخصتی بنا دے۔"
(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دکھ اور غم کو ختم کر دیتا ہے اور اس غم کو خوشی میں بدل دیتا ہے۔

صحابۂ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم اسے سیکھ نہ لیں؟ آپ نے فرمایا جو بھی شخص ان کلمات کو سنے اسے چاہئے کہ انہیں سیکھ لے۔"[1]

اسم اعظم

دعا مانگنے والے کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات کے وسیلے سے دعا مانگے جیسا کہ اسم اعظم کے بارے میں (یہ دعا منقول) ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، اَلْمَنَّانُ ، بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ، يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بے شک تمام تر تعریفیں تیرے لئے ہی ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے جلال اور اکرام والے! اے حی اور اے قیوم!"[2]

اس دعا میں مختلف اسمائے حسنیٰ موجود ہیں جیسا کہ کسی اور مقام پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔[3]

---

[1] احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (391/1) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان "الصحیح" (972) ابویعلیٰ، احمد بن علی "المسند" (5297)

[2] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (1495) نسائی، احمد بن شعیب "السنن" (52/3) ابن ماجہ (3858) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (120/3) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (503/1)

[3] ابن قیم، شرح اسماء الحسنیٰ (225)

Marfat.com

دعا کی قسمیں

دعا کی تین قسمیں ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات کے وسیلے کے ذریعے سوال کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں سے دو تاویلوں میں سے ایک تاویل یہی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰)

''اللہ کے بہترین نام ہیں۔ان کے وسیلے سے تم اس سے دعا کرو۔''

(ii) آپ اپنی ضرورت، فقر اور عاجزی کا ذکر کر کے اس سے سوال کریں اور یہ کہیں میں بندہ، فقیر، مسکین، عاجز، ذلیل، کمتر وغیرہ۔

(iii) آپ دونوں میں سے کوئی ایک چیز ذکر کیے بغیر اپنی حاجت کا ذکر کریں۔

پہلی قسم دوسری قسم سے زیادہ کامل ہے اور تیسری قسم دوسری قسم سے زیادہ کامل ہے جب دعا میں تینوں امور اکٹھے ہو جائیں گے تو یہ دعا زیادہ کامل ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی عام دعائیں اسی طرح کی ہیں۔ وہ دعا جو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو سکھائی اس میں مذکورہ بالا تینوں اقسام کا ذکر ہے کیونکہ اس کے آغاز میں آپ نے کہا ''میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے۔'' یہ سائل کا اپنی حالت کا بیان ہے۔ پھر کہا۔ ''تیرے سوا کوئی اور گناہ نہیں بخش سکتا۔'' اس میں مسئول کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ پھر کہا ''تو مجھے بخش دے'' [1] تو یہ اپنی حاجت کا بیان ہے اور یہ دعا ایسے دو ناموں پر ختم ہوتی ہے جو اصل مطلب سے مناسبت رکھتے ہیں۔

یہ قول جسے ہم نے اختیار کیا ہے یہ بہت سے اسلاف سے بھی منقول ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں اللھم دعا کا جامع ترین لفظ ہے۔

شیخ ابورجاء العطاردی فرماتے ہیں اللھم کی ''م'' میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء موجود ہیں۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں جو شخص اللھم کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کے وسیلے سے دعا کرتا ہے۔

اہل علم کے ایک گروہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ لفظ اللھم میں ''م'' اس ''ؤ'' کی جگہ

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (834) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2705)

Marfat.com

استعمال ہوا ہے جو جمع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ''و'' کا تعلق جمع کے مخرج کے ساتھ ہے گویا دعا مانگنے والا یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔

''اے اللہ! (اے وہ ذات) کہ تمام عمدہ اسماء اور بلند صفات جس میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔''

اسی لئے ''م'' کو ''شد'' دی گئی ہے کیونکہ یہ جمع کی دو علامات کے عوض میں آیا ہے اور وہ دو علامات ''و'' اور ''ن'' ہیں۔

جو طریقہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس کے مطابق ''م'' خود جمع پر دلالت کرتا ہے اور اس وقت اس تاویل کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اب یہاں ایک سوال باقی رہ جائے گا اور وہ یہ کہ صحیح مذہب کے مطابق ''یا'' اور اس ''م'' کو اکٹھا کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حرفِ نگاہ اس اسم پر داخل نہ ہو کیونکہ اس کی جگہ ''ال'' موجود ہے لیکن دعا میں اس لفظ کے بکثرت استعمال کی وجہ سے اہل علم نے اس احتمال کو فرض کر لیا کیونکہ اس کی ضرورت پیش آئی ہے اور اس کے ذریعے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ پس یا تو ''ال'' کو حذف کیا جائے اور ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ دونوں اس اسم کے لئے لازمی ہیں۔

یا یہ ہو سکتا ہے کہ ''ای'' کے ذریعے انہیں اس اسم سے ملا دیا جائے اور یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ ''ای'' کے ذریعے صرف اسم جنس کی طرف نداء کے طور پر ملایا جا سکتا ہے جو ''ال'' کے محل میں ہوگا جیسے ''الرجل'' یا ''الرسول'' یا ''النبی'' اعلام (یعنی ناموں) میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اصل عرب نے ضرورت کی وجہ سے اسم میں قیاس کی خلاف ورزی کی اور اسماء کے مجموعے کے عوض میں اس کے آخر میں مشدد ''م'' کا اضافہ کر دیا اور اسے حرفِ نداء کا عوض قرار دیدیا۔ اس لئے ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

دوسری فصل

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا مطلب کیا ہے؟

لغوی اعتبار سے یہ لفظ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(i) دعا کرنا اور برکت دینا۔

(ii) عبادت۔

پہلے معنی کے اعتبار سے اللہ ربّ العزت کا یہ فرمان موجود ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبة:۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کرو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو بے شک تمہارا دعا کرنا ان کے لئے سکون کا باعث ہوگا۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ (التوبة:۸۴)

''ان میں سے جو بھی مر جائے تم کبھی بھی اس کے لئے دعا نہ کرنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔''

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اذا دعی احدکم الی الطعام فلیجب ' فان کان صائما فلیصل

''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کر لے اور اگر اس نے

---

۱ مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1431)' ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2460) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (780) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (507/2)

Marfat.com

روزہ رکھا ہو تو برکت کی دعا کرے۔''

اس حدیث میں ''فلیصل'' کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں۔

(i) ان کے لئے برکت کی دعا کرے۔

(ii) کھانے کی بجائے ان کے پاس بیٹھ کر دعا کرے، نماز پڑھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کا لغوی معنی صرف دعا ہے۔

دعا کی دو قسمیں ہیں:

(i) وہ دعا جو عبادت کے طور پر کی جائے۔

(ii) وہ دعا جو کچھ مانگنے کے لئے کی جائے۔

مانگنے والے کی طرح عبادت کرنے والا بھی داعی (دعا کرنے والا) ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں دعا کی یہی دونوں تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (غافر: ٦٠)

''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

ایک تفسیر یہ ہے کہ تم میری پیروی کرو میں تمہیں اجر و ثواب دوں گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کی بھی یہی دو تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرہ: ۱۸۶)

''اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انہیں بتا دو) بے شک میں قریب ہوں جب کوئی دعا مانگنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

صحیح قول یہ ہے کہ لفظ دعا دونوں قسموں میں استعمال ہوتا ہے یہ لفظ متواطی ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں پایا جاتا لہٰذا درج ذیل آیات میں یہ عبادت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ج لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ (سبا:۲۲)

''(اے رسول!) تم فرما دو (اے مشرکین) تم ان لوگوں کی عبادت کرو اللہ کی بجائے جنہیں تم (اپنا معبود تصور کرتے ہو) جو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرے کے وزن کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔''

وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ

(النحل:۲۰)

''جو لوگ اللہ کی بجائے (دوسرے جھوٹے معبودوں کی) عبادت کرتے ہیں (وہ سوچیں کہ ان معبودوں نے) کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ خود انہیں پیدا کیا گیا ہے۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۷)

''تم فرما دو! کہ اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو میرے پروردگار کی بارگاہ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

درست قول یہ ہے کہ اگر تم ان کی عبادت نہ کرو یعنی اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو کون سی چیز کو تمہاری پرواہ ہوگی۔ اس صورت میں مصدر کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ (الاعراف:۵۵-۵۶)

''اپنے پروردگار کی خفیہ طور پر گریہ وزاری کرتے ہوئے عبادت کرو بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد فساد برپا نہ کرو اور (اپنے پروردگار کی) خوف اور طمع کی حالت میں عبادت کرو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و مرسلین کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا

(الانبیاء:۹۰)

Marfat.com

''وہ لوگ بھلائی میں سبقت لے جاتے تھے اور رغبت اور خوف کے ہمراہ ہماری عبادت کرتے تھے۔''

یہ طریقہ پہلے طریقے سے بہتر ہے۔ اختلاف کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جسے دعا قرار دیا جائے اور اس صورت میں صلوٰۃ کے شرعی مفہوم پر وارد ہونے والے تمام اشکالات زائل ہو جاتے ہیں کہ کیا اس لفظ کو اپنے لغوی معنی سے شرعی معنی کی طرف منتقل کیا گیا ہے کہ وہ شرعی معنی میں حقیقی یا مجازی طور پر استعمال ہو۔ اس صورت میں صلوٰۃ کا لغوی معنی یعنی دعا برقرار رہے گا اور دعا کی دو قسمیں ہوں گی۔ وہ دعا جو عبادت کے طور پر کی جائے اور وہ دعا جو کچھ مانگنے کے لئے کی جائے۔ نمازی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک دعائے عبادت اور دعائے سوال میں مشغول رہتا ہے لہٰذا وہ صلوٰۃ میں مجازی کی بجائے حقیقی طور پر مشغول ہے تاہم لفظ ''الصلوٰۃ'' کو مخصوص عبادت کے لئے خاص کیا گیا ہے اور اس کی مثال ان تمام الفاظ کی مانند ہے جس میں اہل لغت اور اہل عرف نے اپنے معانی کے بعض مخصوص مفہوم کے لئے مختص کر دیا ہے جیسے ''رابد'' اور ''راس'' وغیرہ یعنی اس کی انتہا یہ ہے کہ لفظ کو مختصر کر کے اس کے معانی کے بعض حصے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ معنوی منتقلی شمار نہیں ہو گی اور نہ ہی لفظ اپنے اصلی معنی کی حدود سے باہر نکلے گا۔

فصل

سابقہ فصل میں ذکر کی گئی صلوٰۃ کا تعلق انسانوں کے ساتھ تھا۔ لیکن جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اس کی دو قسمیں ہوں گی:

(i) عام

(ii) خاص

عام سے مراد وہ صلوٰۃ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر نازل کرتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ (الاحزاب: ۴۳)

''وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تم پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔''

نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کے ہمراہ اہل ایمان کے لئے جو دعائیں کی ہیں ان سے بھی

Marfat.com

یہی معنی مراد ہوں گے جیسے آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

''اے اللہ! ابواوفہ کی آل پر صلوٰۃ نازل کر۔'' [۱]

اور دوسری روایت کے مطابق ایک خاتون نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَعَلٰی زَوْجِكَ

''اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر صلوٰۃ نازل کرے۔''

یہ حدیث اور اس موضوع سے دیگر احادیث انشاء اللہ آگے ذکر کی جائیں گی۔

صلوٰۃ کی دوسری قسم مخصوص ہے یعنی وہ صلوٰۃ جو انبیاء و مرسلین کے لئے مخصوص ہے اور بطورِ خاص ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر حضرت محمد کے لئے مخصوص ہے۔

جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی کیا ہوگا؟

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ان کے مختلف اقوال درج ذیل ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ کی رحمت ہوگا۔

ضحاک کہتے ہیں۔

''اللہ کی صلوٰۃ اس کی رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ دعا ہے۔'' [۲]

مبرد کہتے ہیں۔

صلوٰۃ کی اصل رحمت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رحمت کے معانی میں ہوگی اور فرشتوں کی طرف سے امت اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کے نزول کی دعا کے معانی میں ہوگی۔

بہت سے متاخرین نے اسی تشریح کو اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب مغفرت کرنا ہے۔

ضحاک **هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ** کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب مغفرت کرنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا مطلب دعا کرنا ہے۔ [۳]

---

[۱] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1497) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1078)

[۲] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (96) [۳] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (97)

Marfat.com

اقوال پر تنقید

اس قول کا تعلق بھی سابقہ قول سے ہے لیکن یہ دونوں اقوال ضعیف ہیں ان کے ضعف کی وجہ درج ذیل ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی صلوٰۃ اور رحمت کو الگ ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۵-۱۵۷)

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں (وہ صبر کرنے والے) جنہیں کوئی مصیبت درپیش ہو تو وہ یہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بے شک ہم نے اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ انہی لوگوں پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوٰۃ اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت میں رحمت کا عطف صلوٰۃ پر ہے جو ان دونوں میں علیحدگی کا تقاضا کرتا ہے۔ عطف کا بنیادی مقصد یہی ہے کسی شاعر کا یہ کہنا

والفی قولها کذبًا ومینا

''اس شعر میں ''کذب'' اور ''مین'' (دونوں کا مطلب جھوٹ ہے) لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے اور اس نوعیت کے کلام کو فصیح قرار نہیں دیا جا سکتا باوجود کہ کذب کی بہ نسبت ''مین'' میں زیادہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کے انبیاء، مرسلین اور مومن بندوں کے لئے مخصوص ہے...... جبکہ اس کی رحمت ہر شے کے لئے عام ہے۔ اس لئے صلوٰۃ رحمت کی مترادف نہیں ہو سکتی۔ تاہم رحمت صلوٰۃ کے لوازم، موجبات اور ثمرات کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اس لئے جو حضرات صلوٰۃ کی تفسیر رحمت سے کرتے ہیں انہوں نے اس کے بعض ثمرے اور بعض ثمرہ اور مقصود کی وضاحت کی۔ قرآن کے بہت سے الفاظ کی تفسیر میں یہی طرز کی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ بھی اسی لفظ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کے لازم اور اس کے معنی کا ایک جزو بیان کرتے تھے۔ جیسے لفظ ''ریب'' کی تفسیر شک کی جاتی ہے حالانکہ شک غیب کا

Marfat.com

ایک جزو ہے اور مغفرت کی تفسیر ڈھانپ لینا کی جاتی ہے حالانکہ یہ بھی مغفرت کا ایک جزو ہے۔ رحمت کی تفسیر احسان کرنے کا ارادہ کی جاتی ہے اور یہ رحمت کا لازم ہے۔ اس کی رضاعیں بے شمار ہیں جنہیں ہم نے اصول تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عام اہل ایمان کے لئے دعائے رحمت کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنے کے مسئلے میں سلف اور خلف کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں ان کے تین اقوال ہیں جنہیں ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے تاہم اس اختلاف سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ رحمت اور صلوٰۃ مترادف لفظ نہیں ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر صلوٰۃ رحمت کے معنی میں ہو تو ضرورت کے وقت صلوٰۃ کی بجائے لفظ رحمت استعمال کیا جائے اور جس جگہ صلوٰۃ استعمال کرنا واجب ہو وہاں لفظ رحمت ادا کرنے سے واجب ادا ہو جائے۔ یعنی کوئی شخص درود پڑھنے کی بجائے ''اللھم ارحم محمد او آل محمد'' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پر رحم کرتے ہوئے جذبات سے مضطرب ہو کر اسے کچھ پلا، کھلا، پہنا دے تو یہ نہیں کہا جاتا۔ صلی علیہم بلکہ یہ کہا جائے اندقد رحمہ (اس نے اس پر رحم کیا)

چھٹی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات انسان اس شخص پر بھی رحم کرتا ہے جس سے اس کی دشمنی یا مخالفت ہو لیکن اس پر درود نہیں بھیجتا۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ (رحم کا تعلق صرف احساسات کے ساتھ ہے) جبکہ صلوٰۃ کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد اس ہستی کی تعریف کرنا ہے جس پر درود بھیجا گیا ہے۔ اس کے محسن کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس کے فضائل ومناقب کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل وہ ہدایت ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابو العالیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

صَلاۃ اللہِ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ثناؤہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃ

''اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول پر صلوٰۃ نازل کرنے کا مطلب فرشتوں کے سامنے ان کی تعریف کرنا ہے۔'' [1]

---

[1] بخاری' ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' ''کتاب التفسیر (65)

Marfat.com

قاضی اسماعیل اپنی کتاب میں اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوالعالیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

(حضرت ابوالعالیہ نے درج ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:)

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (الاحزاب 56)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔''

(حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب (نبی اکرم ﷺ کی) تعریف کرنا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب (نبی اکرم ﷺ کے درجات کی بلندی کی) دعا کرنا ہے۔''[1]

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور فرشتوں کو پہلے الگ ذکر کیا اور پھر دونوں کی صلوٰۃ کو ایک فصل میں جمع کرتے ہوئے کہا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط (احزاب:۵۶)

''اس صلوٰۃ کو رحمت قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تعریف کرنا ہے اور یہ فرشتوں کا تعریف کرنا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صلوٰۃ لفظ مشترک ہے اور اسے دونوں معانی میں بیک وقت استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں بہت سی ناممکن صورتیں لازم آئیں گی۔

(i) اشتراک اصول کے خلاف ہے کیونکہ یہ بات پتہ نہیں چل سکتی کہ واضع نے لغت میں اس لفظ کو ان دونوں معانی کے لئے ایجاد کیا تھا۔ علم لغت کے ماہرین جن میں مبرد بھی شامل ہیں، انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عارضی یا اتفاقی طور پر واضعین مختلف ہونے کے باعث ایسا ہوتا ہے۔ بعد میں جب مختلف لغات مل جائیں تو یہ اشتراک پیدا ہوتا ہے۔

(ii) اکثر ماہرین کے نزدیک لفظ مشترک کو بیک وقت دو معانی کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ نہ تو حقیقی طور پر اور نہ ہی مجازی طور پر اس بارے میں امام شافعی سے جو جواز کا فتویٰ منقول ہے وہ درست نہیں ہے۔ یہ جواز اس مسئلے سے اخذ کیا گیا ہے۔

جب کوئی شخص اپنے موالی کے لئے وصیت کرے اور اس کے مختلف درجے کے مختلف

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (۷۶)

Marfat.com

موالی ہوں تو وہ وصیت ان سب پر نافذ ہو گی۔

بعض حضرات یہ سمجھیں کہ لفظ ''مولا'' ان تمام والی کے درمیان مشترک ہے اور تجرد کے وقت بھی اسے ان دونوں اقسام پر محمول کیا جا سکتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ''مولا'' متوالی ہے اور امام شافعی اور امام احمد یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ موالی کی دونوں اقسام اس میں شامل ہوں گی۔ گویا یہ لفظ ان کے نزدیک مشترک کی بجائے عام متوالی کے طور پر استعمال ہو گا۔

امام شافعی سے یہ بات بھی منقول ہے کہ جب ایک گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ'' کے بارے میں ان سے پوچھا گیا ملامست سے بعض اوقات جمع بھی مراد ہوتا ہے تو انہوں نے کہا اس سے مراد ہاتھ سے چھونا حقیقی معنی ہو گا اور محبت کرنا مجازی معنی ہو گا۔

یہ روایت بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ان کے عام اسلوبِ بیان سے مختلف ہے۔ شاید متاخرین فقہاء میں سے کسی کا قول ہے۔ لفظ مشترک کو بیک وقت دو معانی میں استعمال کرنا باطل ہے۔ اس کے اثبات میں ہم نے دس سے زیادہ دلائل پیش کئے جو ہماری کتاب ''التعلیق علی الاحکام'' میں ''ضر'' کی بحث میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ [1]

لہٰذا جب صلوٰۃ کے معانی نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور تعریف و توصیف ہوں گے اور اس سے مراد آپ کی بزرگی اور فضیلت کا اظہار ہو گا جیسا کہ یہی اس لفظ کے مشہور معانی ہیں تو اب آیت میں موجود لفظ صلوٰۃ ایسا مشترک نہیں ہو گا جسے دو معانی پر معمول کیا جائے بلکہ اسے ایک ہی معنی میں استعمال کیا جائے گا یہی بنیادی قاعدہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ کی تفسیر کے دوران ہم اس مسئلے پر دوبارہ گفتگو کریں گے۔

نویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں پھر ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو تم بھی ان پر درود بھیجو تم درود بھیجنے اور سلام عرض کرنے کے زیادہ مستحق ہو کیونکہ تمہیں ان کی رسالت کی برکت اور ان کی نبوت کے باعث دنیا اور آخرت کی بزرگی حاصل ہوئی ہے۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن (5-228/223)

Marfat.com

یہ بات طے ہے کہ اگر اس سے مراد رحمت لیا جائے تو یہ موقع ومحل سے مناسبت نہیں رکھے گا اور نہ ہی نظم کی خوبصورتی برقرار رہے گی۔ بلکہ لفظ اور اس کے معانی میں تناقص آ جائے گا اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے (اللہ تعالیٰ) رحمت نازل کرتا ہے اور (فرشتے) دعائے استغفار کرتے ہیں پس تم بھی دعا کرو اور سلام پڑھو۔"

حالانکہ قطعی طور پر اس آیت سے یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ جس صلوٰۃ کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس سے مراد اسی صلوٰۃ کا سوال ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ نازل کرتے ہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرنے، آپ کی فضیلت اور شرف کا اظہار کرنا، آپ کی تکریم اور تقرب کا ارادہ کرنا اور یہ صلوٰۃ خبر اور طلب دونوں معانی کو شامل ہوگی۔ اس سوال اور دعا کو ہماری جانب سے درود بھیجنا اس لئے قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کی دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس درود میں، درود شریف پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور آپ کے شرف وفضیلت کا ذکر کرتا ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اور عقیدت کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف درود کی نسبت کرتے ہوئے بھی یہی معانی پائے جاتے ہیں لہٰذا درود میں خبر اور طلب دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسے ہماری طرف سے درود اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور اللہ تعالیٰ کا درود نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرنا، آپ کے ذکر اور مرتبہ ومقام کو بلند کرنا ہے اور ہمارا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا یہی ہے کہ ہم اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ ایسا کرے۔

صلوٰۃ اور لعنت

صلوٰۃ کی ضد لعنت ہے جو اللہ کے دشمنوں پر کی جاتی ہے اس کی نسبت بھی اللہ کی طرف کی جاتی ہے اور بندے کی طرف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ لا اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرہ:۱۵۹)

"جو واضح دلائل اور ہدایت ہم نے نازل کی ہے، کتاب میں اسے لوگوں کے

Marfat.com

لئے ہمارے واضح طور پر بیان کرنے کے بعد بھی جو لوگ اسے چھپاتے ہیں، انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

بس اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ان کی مذمت، انہیں رحمت سے دور کرنا اور ان سے ناراض ہونا شامل ہوگا اور بندے کی لعنت اس سوال پر مشتمل ہوگی کہ جو شخص لعنت کا مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے گا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب یہ بات طے ہے کہ اگر صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہو تو اس کی دعا کرنے والے کو مصلی (درود پڑھنے والا) کی بجائے مسترحم (رحم کی دعا مانگنے والا) کہا جائے گا۔ جیسے مغفرت کی دعا مانگنے والے کو مستغفر کہا جاتا ہے اور عطف (مہربانی) کی دعا مانگنے والے کو مستعطف کہا جاتا ہے۔ اس کی اور بھی نظائر موجود ہیں۔ اسی لئے جو شخص اللہ تعالیٰ سے کسی دوسرے کے لئے مغفرت طلب کرے تو اس کے لئے غافر کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یا جو شخص کسی دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو اسے بھی معافی دینے والا نہیں کہا جائے گا مگر یہاں درود پڑھنے والے کو مصلی کہا گیا ہے۔ اگر صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرنے والا ہے اور جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ رحمت بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا اور یہ واضح طور پر باطل ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ بندے کے درود بھیجنے کا مطلب نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل کرے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کئی اعتبار سے باطل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے رحمت کی دعا مانگی جاتی ہے مگر درود بھیجنے کی دعا انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخصوص ہے اکثر لوگ اسی بات کے قائل ہیں جس کا تذکرہ ہم آئندہ کریں گے۔

دوسری وجہ یہ ہے اگر رحمت کے طلب گار کو مصلی کہا جا سکتا ہے تو مغفرت کے طلب گار کو غافر اور عفو کے طلبگار کو عافی اور صفح (درگزر کرنے) کے طلب گار کو صافح کہنا درست

Marfat.com

ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کے نزول کے طلب گار کو "مصلی" کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصلی اس لئے قرار دیا گیا ہے کیونکہ درحقیقت صلوٰۃ کا صدور اس سے ہو رہا ہے کیونکہ صلوٰۃ کی حقیقت تعریف کرنا، عزت واکرام اور قدر ومنزلت کے اظہار کا ارادہ کرنا ہے اور درود پڑھنے کے باعث یہ کیفیت بندے کو بھی حاصل ہے لیکن بندے کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا کرے اور اللہ تعالیٰ خود یہ چاہتا ہے کہ اپنے پیارے حبیب کی تعریف وتوصیف کرے۔

درود شریف پڑھنے والے کو "مصلی" قرار دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ صلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے۔ صلوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ طلبی، خبری اور ارادی اور یہ قسم درود پڑھنے والے کی طرف سے پائی جاتی ہے لیکن رحمت اور مغفرت کا حکم مختلف ہے کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں جو طلب گار کی طرف سے نہیں پائے جاسکتے بلکہ یہ مطلوب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں، جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ

انهُ مَنْ صَلى عَليه مَرَّةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشرًا

"جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود نازل کرے گا۔" [1]

نیز اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو یہ خوشخبری سنائی ہے۔

اِنَّهُ مَنْ صَلِّيٰ عَلَيْكَ مِنْ اُمَّتِكَ مَرَّةً صَلَّيْتَ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا

"تمہاری امت کا جو شخص تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا۔"

یہ بات شریعت کے اس بنیادی اصول کے عین مطابق ہے کہ جزا کا تعلق عمل کی جنس سے ہونا چاہئے لہٰذا بندہ جب نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ بھی

---

[1] مسلم، بن الحجاج القشیری، "الجامع الصحیح" (384) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (523) نسائی، احمد بن شعیب، عمل الیوم واللیلہ (45)

Marfat.com

اس پر درود بھیجتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ بندے کا نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا رحمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی رحمت کی جنس سے اس بندے پر رحمت نازل کرے بلکہ بندے کا درود نبی اکرم ﷺ کی تعریف ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع کرنا ہے کہ وہ آپ کے ذکر مبارک کو بلند کرے گا۔ آپ کی تعظیم وتشریف میں اضافہ کرے گا اور جزا کا تعلق کیونکہ عمل کی جنس کے ساتھ ہے اس لئے جو شخص نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی جنس کے مطابق اسے جزاء دیتے ہوئے اس کی تعریف کرے گا اور اس کی عزت و بزرگی میں اضافہ کرے گا لہٰذا عمل کے ساتھ جزا کا ربط اور مناسبت درست ہوں گے جیسے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من يسر على معسر يسر الله عليه 'في الدنيا والاخرة' ومن ستر على مسلم' ستره الله في الدنيا والأخرة' ومن نفس عن مؤمن كربةً من كرب الدنيا' نفس الله عنه كربةً من كرب يوم القيامة' والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخير' ومن سلك طريقًا يلتمس فيه علمًا سهل الله له طريقًا على الجنة

''جو شخص کسی تنگدست کو آسانی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسے آسانی فراہم کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی ایک دنیاوی پریشانی دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی کوئی ایک پریشانی دور کرے گا...... اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے اور جو شخص علم کے حصول کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔'' [1]

---

[1] مسلمؒ بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2699)' ابوداؤدؒ سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4946) ترمذی (1930) ابن ماجہؒ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (225) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (383) ابن حبانؒ ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (5023)

Marfat.com

علم چھپانا گناہ ہے

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

ومن سئل علمًا یعلمه فکتمه' الجمعه الله یوم القیامة بلجامٍ من نارٍ

''جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی جائے اور وہ جواب جاننے کے باوجود اسے چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالے گا'' [1]

ومن صلی علی النبی ﷺ مرة صلی الله علیه بها عشرًا

''جو شخص ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔''

اس کی نظائر بے شمار ہیں۔

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ پر یا آپ کے نام کے ہمراہ ﷺ کہنے کی بجائے رحمہ اللہ کہے گا تو امت اس کے اس عمل کا انکار کرے گی اور اسے ایسا بدعتی سمجھے گی جو نبی اکرم ﷺ کی تعظیم نہیں کرتا اور آپ پر درود نہیں بھیجتا۔ آپ کے استحقاق کے مطابق آپ کی تعریف نہیں کرتا۔ ایسا شخص اس بات کا مستحق نہیں ہوگا کہ اس کے ان الفاظ کے عوض میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہوتا تو ان میں سے کوئی ایک بات بھی ممنوع نہ ہوتی۔

بارہویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳)

''تم رسول کو اس طرح مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو''

پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ رسول اکرم کو اس طرح مخاطب نہیں کیا جا سکتا جیسے لوگ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں بلکہ یہی کہا جائے گا یارسول اللہ! یا محمد نہیں کہا جا سکتا۔ کفار

---

[1] ابوداؤد (3658)، ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2649) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (261) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (263, 344, 305, 296) ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (95)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے وقت آپ کا نام لیتے تھے۔ اہل اسلام صحیۃ یارسول اللہ! کہہ کر بلاتے تھے۔ جب آپ کی موجودگی کی یہ کیفیت ہے تو آپ کی غیر موجودگی کا بھی یہی عالم ہونا چاہئے۔ یعنی کسی بھی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اس طرح دعا کرے جیسے ہم ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں بلکہ آپ کے لئے تو عظیم ترین دعا کی جائے گی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ رحمت کی دعا ہر مسلمان کے لئے کی جا سکتی ہے بلکہ جانوروں کے لئے بھی کی جا سکتی ہے جیسے دعائے استغفار کے الفاظ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارحم عبادك' وبلادك وبھائمك

''اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنے شہروں پر اور اپنے جانوروں پر رحم کر۔'' [1]

تیرہویں وجہ یہ ہے کہ لغوی طور پر لفظ صلوٰۃ رحمت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ عربوں کے ہاں اس کے تین معانی منقول ہیں دعا، برکت دنیا اور تعریف۔

یعنی کسی شاعر نے کہا ہے۔

وان ذکرت صلی علیھا وزمزما

''اگر اس کا ذکر ہو تو اس کی تعریف کرو دھیمی آواز میں۔''

یعنی اس محبوب کی تعریف وتوصیف کرو۔ عربوں کے محاورے میں صلوٰۃ بمعنی رحمت معروف نہیں ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ لفظ کو اسی معنی پر معمول کیا جائے جو لغت میں معروف ہے۔

چودھویں وجہ یہ ہے کہ یہ عام معمول ہے بلکہ ہر شخص کے لئے یہ بات مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرے جیسے نبی اکرم ﷺ نے ایک دعا مانگنے والے شخص کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ یوں دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اغفرلی' وارحمنی' واھدنی' عافینی' وارزقنی

''اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ مجھے معاف کر دے، مجھے رزق عطا فرما۔'' [2]

جب اس نے یہ دعا یاد کر لی تو آپ نے فرمایا۔

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1176) مالک بن انس' مؤطا (190-191)

[2] مسلم' بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2697)

Marfat.com

اما هذا فقد ملأ يديه من الخير

''اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بھلائی سے بھر لیا ہے۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے لئے یہ دعا نہیں مانگتا۔ اللہم صل علیٰ (اے اللہ! مجھ پر درود بھیج) بلکہ جو بھی شخص یہ دعا کرے گا وہ حد سے تجاوز کرے گا اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا...... لیکن رحمت کا سوال کرنے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے اس کی مغفرت اور رحمت کا سوال کرے لہٰذا یہ پتہ چل گیا کہ صلوٰۃ اور رحمت دونوں کا معنی ایک نہیں ہے۔

پندرھویں وجہ یہ ہے کہ رحمت کا لفظ بہت سے ایسے مواقع پر استعمال کیا گیا ہے جہاں لفظ صلوٰۃ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:۱۵۶)

''میری رحمت ہر شے سے وسیع ہے۔''

(ایک حدیث قدسی میں) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ

''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔'' [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (اعراف:۵۶)

''بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (الاحزاب:۴۳)

''اور وہ اہل ایمان کے لئے رحیم (ہے)۔''

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبة:۱۱۷)

''بے شک وہ ان کے لئے رؤف و رحیم ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (7404)' مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2751)

Marfat.com

اللہ ارحم بعبادہ من الوالدۃ بولدھا

''جتنا کوئی والدہ اپنی اولاد پر رحم کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرتا ہے۔'' [۱]

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

''تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کرے گا۔'' [۲]

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

من لا یرحم لا یرحم

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' [۳]

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

لا تنزع الرحمۃ الا من شقی

''صرف بدبخت سے رحمت کو الگ کر دیا جاتا ہے۔'' [۴]

آپ کا فرمان ہے:

والشاۃ ان رحمتھا رحمك اللہ

''اگر تم کسی بھیڑ پر بھی رحم کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔'' [۵]

اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حق میں جس مقامات پر لفظ ''رحمت'' استعمال کیا جاتا ہے ان سے بہت سے بلکہ اکثر مقام پر ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے صلواۃ سے

---

۱ بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5999) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2754)

۲ حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (248/4) ہیثمی' مجمع الزوائد (187/8)

۳ بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5997) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2318) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (5218) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1911)

۴ ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4942) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (192) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (412)

۵ احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (436/3) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' الادب المفرد (373) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین''' مستدرک (587/3)

Marfat.com

مراد رحمت لینا درست نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کا مطلب يباركون عليهم (وہ انہیں برکت دیتے ہیں) ہے۔

اور یہ تفسیر صلوٰۃ بمعنی تعریف اور تعظیم و تکریم کی توقع کرنا کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی برکت میں یہ چیزیں شامل ہوں گی۔ اسی لئے قرآن نے ''صلوٰۃ'' اور ''تبریک'' کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ھود:۷۳)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا۔''

وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم:۳۱)

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں گا اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے۔''

بعض اسلاف نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں گا بھلائی کی تعلیم دوں گا اور یہ بات مفہوم کا جزو ہے کیونکہ مبارک اس شخص کو کہتے ہیں جس میں بہت سی بھلائی موجود ہو اور وہ بھلائی دوسروں تک تعلیم، اقدار، نصیحت، ارادہ (توقع کرنا) اور اتحاد کے ذریعے منتقل کی جا سکے۔ اس صورت میں انسان اس لئے مبارک ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات میں برکت رکھی ہے اور اسے ایسا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ متبارک ہوگا کیونکہ ہر برکت اسی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس کا بندہ مبارک ہوگا اور وہ متبارک ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

(الفرقان: ۱)

''برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان (قرآن مجید) نازل کیا تاکہ وہ بندہ تمام جہانوں کے لئے نذیر (ڈرانے والا) ہو جائے۔''

Marfat.com

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الملک: ۱)

''برکت والی ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔''

آئندہ صفحات میں ہم اس موضوع پر دوبارہ گفتگو کریں گے۔

نبی اکرم کے اسمائے صفات

بہت سے حضرات نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی صلوٰۃ کی تفسیر ''رحمت'' کو نا یہ کہہ کر مسترد کیا ہے کہ رحمت کا معنی طبیعت کی نرمی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ''دعا مانگنے کا صدور'' محال ہے۔

یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جو جہمی عقیدے کا پیروکار ہو کیونکہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انکار کرنے کے مترادف ہوگا۔ جہم بن صفوان کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی جذام کے مریضوں کے پاس سے گزرتا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انکار کے طور پر یہ کہتا کیا ارحم الراحمین ایسا کر سکتا ہے؟

رحمت کا انکار کرنے والوں کا یہ شبہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکرین کے نظریے کے مطابق ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ارادے کا مطلب کسی نفع بخش چیز کے حصول کے لئے یا نقصان دہ چیز سے بچنے کے لئے نفس کا حرکت کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان عیوب سے پاک ہے۔ اس لئے اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے جبکہ غضب کا مطلب کسی سے انتقام لینے کے لئے خون کی گردش میں تیزی آجانا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے۔ اس لئے اس کا کوئی غضب نہیں ہے۔ غرضیکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حیات، کلام اور دیگر تمام صفات کے بارے میں کسی غلط روش کو اختیار کیا جو باطل کا انتہائی درجہ ہے کیونکہ انہوں نے ان الفاظ سے وہ معنی مراد لئے جو مخلوق کی خصوصیت ہیں اور پھر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کر دی یہ گمراہی اور ناسمجھی کی انتہا ہے۔

اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی بنیادی خصوصیت کا اس کی ذات کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوق کی طرف ان صفات کی نسبت اور تعلق کے اعتبار سے ان صفات کا اثبات کیا جاتا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مخلوق کی مخصوص صفات کی خالق سے نفی

Marfat.com

کرنے کی صورت میں اس بات کی نفی لازم نہیں آتی کہ اس اصل صفت ہی کی اللہ کی ذات سے نفی کر دی جائے۔ اسی طرح اس صفت کی اصل کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق کی مخصوص کیفیات کو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات سے تشبیہ اور نقص کی نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق سے بھی اس تشبیہ اور نقص کی نفی کر دی گئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے وجوب، قِدم اور کمال کے اثبات سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان صفات کو مخلوق کے لئے بھی ثابت کیا جا رہا ہے۔ ایک ہی صفت کا اطلاق خالق اور مخلوق کے حق میں یکساں صفت کا حامل نہیں ہوتا جیسے حیات اور علم۔ بندے کی حیات کو آفات، بیماری، نیند اور موت لاحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندے کے علم کو نسیان اور جہالت لاحق ہوئے ہیں جو علم کی ضد ہیں اور یہ چیز پروردگار کی حیات اور علم کے بارے میں محال ہے۔ لہٰذا جو شخص اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم اور حیات کی نفی کر دے تو اس کا قول باطل ہوگا۔ اسی کی نظیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نفی ہوگی کہ جو شخص اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نفی کرے کہ مخلوق کی رحمت طبیعت کی نرمی کی تابع ہے تو یہ اس کے اپنے فہم کا قصور ہوگا چونکہ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ رحمت صرف وہی نہیں ہوتی (جو مخلوق کی خصوصیت ہے) اسی طرح اس کی یہ کج فہمی بھی غلط ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ علم، حیات اور ارادے سے مراد صرف مخلوق کی مخصوص کیفیت نہیں ہوتی۔

اس غلط فہمی کی بنیاد یہ گمان ہے کہ وہ صفت مخلوق کی مخصوص کیفیت میں مقید ہوتی ہے اور دوسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ اس صفت کا اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات اس قید کے ہمراہ ہوگا اور یہ دونوں گمان باطل ہیں کیونکہ جو صفت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی جاتی ہے اس میں مخلوق کی کسی خصوصیت کی موجودگی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا نہ تو لفظی طور پر اور نہ ہی معنوی اعتبار سے جو بھی شخص اس باطل خیال کی بدولت اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کی نفی کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال کی نفی کرے کیونکہ ان میں سے ہر ایک صفت مخلوق میں پائی جاتی ہے بلکہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی نفی کر دے کیونکہ ذات بول کر مخلوق کی مختلف اقسام کی ذاتیں مراد لیا جاتا ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مشابہ نہیں ہو سکتی۔ مذکورہ بالا باطل نظریات معطلہ فرقے کے غالی لوگوں نے پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنے

Marfat.com

والا کوئی بھی شخص جب اپنا نظریہ پیش کرے گا تو اس میں تناقص پایا جائے گا اور اس کا قول واضح طور پر باطل ہوگا۔

عقل صحیح کی کسوٹی پر صرف اسی شخص کا نظریہ درست ثابت ہوگا جو انبیاء کرام کی لائی ہوئی شریعت کی تکذیب نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ (الصافات: ۱۵۹-۱۶۰)

''اللہ کی ذات ان صفات سے پاک ہے جن سے وہ (کفار) اسے موصوف کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے مخلص بندے (ان کے عقائد درست ہیں)''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان صفات سے پاک قرار دیا ہے جو کفار اس سے موصوف کرتے ہیں تاہم اپنے مخلص بندوں جو اس کے رسول ہیں اور جو ان کے پیروکار ہیں ان کے عقائد کو درست قرار دیا ہے جیسا کہ ایک اور آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الصافات: ۱۸۰-۱۸۲)

''تمہارے پروردگار، ربّ العزت کی ذات ان کی بیان کردہ صفات سے پاک اور مرسلین پر سلام نازل ہو اور تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں جو تمام کا پیروگار ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو لوگوں کی بیان کردہ صفات سے پاک قرار دیا ہے اور ان مرسلین پر سلام بھیجا ہے جو اللہ کی صفات ہر نقص اور عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد بیان کی ہے کیونکہ اس کی ذات کمال تمام صفات کمال سے متصف ہے جو حمد کی مستحق ہیں۔ اسی طرح اس کی ذات ان تمام عیوب سے پاک ہے جو حمد کے منافی ہیں۔

Marfat.com

تیسری فصل

نبی اکرم ﷺ کے نامِ مبارک ''محمد'' کی تحقیق

یہ نبی اکرم ﷺ کا مشہور ترین نام ہے۔ (لغوی اعتبار سے) یہ ایک اسم ہے جو لفظ حمد سے ماخوذ ہے۔ درحقیقت یہ ''حمد'' مصدر سے اسم منقول ہے جس میں محمود (جس کی حمد کی گئی ہو) کی تعریف، محبت، احترام اور تعظیم شامل ہوتی ہے۔ حمد کی حقیقت یہی ہے ''مفعل'' اس کا وزن ہے۔ معظم محبب، مسود اور مبجل وغیرہ الفاظ اسی وزن پر آتے ہیں کیونکہ یہ وزن کثرت کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر اسی وزن پر اسم فاعل کا صیغہ لایا جائے تو اس کا معنی ایک ہی فعل کا یکے بعد دیگرے بکثرت صدور ہوگا جیسے معلم، مفہم، مبین، مخلص، مفرج وغیرہ۔

اگر اس وزن پر اسم مفعول کا صیغہ لایا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس مفعول پر وہ فعل یکے بعد دیگرے واقع ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن فعل کا یہ وقوع یا تو امر واقعہ میں واقع ہوگا یا اس سے مراد فعل کے وقوع کا استحقاق ہوگا۔

پس لفظ ''محمد'' کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی بکثرت حمد بیان کی جاتی ہے یا جو یکے بعد دیگرے حمد کئے جانے کے مستحق ہے۔

محمد حمد سے ماخوذ ہے جیسے معلم، علم سے ماخوذ ہے۔

(نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے طور پر) لفظ ''محمد'' علم (یعنی نام) بھی ہے اور اسم صفت بھی ہے گویا اس لفظ میں نبی اکرم ﷺ کے حق میں دونوں معانی جمع ہو گئے ہیں اگرچہ محض نام کے طور پر یہ لفظ اور بھی بہت سے لوگوں کا نام ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی کتاب کے نام، اس کے نبی کے اسماء کا یہی اصول ہے کہ یہ

---

[1] زبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس (17/1)۔

Marfat.com

تمام نام ''علم'' ہوتے ہیں جو ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جن سے یہ ذوات موصوف ہوتی ہیں لہٰذا ان کی علمیت اور وصفیت کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہوگا تاہم مخلوق کے اسماء کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے، مصور ہے، قہار ہے یہ اسماء ان معانی پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

اسی طرح فرقان، کتاب مبین اور دیگر اسماء قرآن کے نام ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اسماء میں محمد، احمد اور ماحی شامل ہیں۔

نبی اکرم کے اسمائے صفات

حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان لی اسماءً' انا محمدٌ' وانا احمدُ' وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر

''میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں وہ ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹادیتا ہے۔'' [1]

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ان اسماء کا تذکرہ اس فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو عطا کی ہے اور یوں ان اسماء کے معانی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ الفاظ محض نام ہوتے جن کا کوئی معنی ومفہوم نہ ہوتا تو یہ نبی اکرم ﷺ کی تعریف پر دلالت نہ کرتے۔ اسی لئے حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمودٌ وھذا محمد

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اعزاز واکرام کے لئے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے لہٰذا عرش کا مالک (اللہ تعالیٰ) محمود ہے اور نبی اکرم ﷺ ''محمد'' ہیں۔'' [2]

اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے صفات کا بھی یہی حکم ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اگر یہ محض ایسے الفاظ ہوتے جس کا کوئی معنی نہیں ہے تو یہ ہرگز مزاج پر

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح'' (4896) مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح'' (2354)

[2] دیوان حسان بن ثابت (338) خزانہ الادب (223/1)

Marfat.com

دلالت نہ کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام صفاتی ناموں کو ''حسنیٰ'' قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الاعراف:۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے حسین ترین نام ہیں۔ انہی کے ذریعے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں۔ وہ بہت جلد اپنے عمال کا بدلہ لیں گے۔''

لہٰذا یہ الفاظ مجرد لفظ ہونے کی حیثیت سے حسنیٰ نہیں ہیں بلکہ صفاتِ کمال پر دلالت کے اعتبار سے ''حسنیٰ'' ہیں۔

ایک بدوی کا واقعہ

ایک دیہاتی نے کسی قاری صاحب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ (المائدۃ:۳۸)

''چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان دونوں کے عمل کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے۔''

اس کے بعد قاری صاحب نے پڑھا۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۭ ''اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

دیہاتی بولا۔ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ قاری صاحب نے کہا کیا تم اللہ کے کلام کو جھٹلا رہے ہو؟ وہ بولا نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ آخری الفاظ اللہ کے کلام کا حصہ نہیں ہو سکتے۔ قاری صاحب نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا تو انہیں یاد آیا کہ آیت کے آخر میں

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۭ ''اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔''

تو دیہاتی بولا اب تم نے صحیح پڑھا کیونکہ وہ غالب ہے حکم دے سکتا ہے کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے اگر وہ بخشنے والا مہربان ہوتا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتا۔

اسی لئے اگر رحمت سے متعلق آیت کے اختتام پر وہ اسم ذکر کیا جائے جس میں عذاب کا مفہوم پایا جاتا ہو یا اس کے برعکس ہو تو کلام کا نظم ختم ہو جائے گا اور اس میں تنافر آ جائے گا۔

Marfat.com

قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے

حضرت ابی بن کعب کے حوالے سے، سنن میں یہ روایت منقول ہے۔

''قرآن کی قرأت سات طرح سے کی جا سکتی ہے اور ان میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے۔ اگر سمیعًا علیمًا کی جگہ ''عَزِیْزًا حَکِیْمًا'' پڑھ دیا جائے (تو معانی میں فساد لازم نہیں آئے گا) تاوقتیکہ عذاب کی آیت کو رحمت پر یا رحمت کی آیت کو عذاب پر ختم نہ کیا جائے۔'' [1]

اگر یہ اسماء محض ''علم'' ہوتے جن کے کوئی معنی نہ ہوتے تو ان میں سے کسی بھی اسم کے ذریعے آیت ختم کرنے سے کوئی فرق نہ پڑتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ذریعے اپنے کلام اور افعال کی علت بیان کی ہے اگر ان اسماء کے کوئی معنی نہ ہوتے تو یہ علت بیان کرنا درست نہ ہوتا۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (نوح: ۱۰)

''اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ: ۲۲۶-۲۲۷)

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کر سکتے ہیں۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ طلاق معد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

بیوی کو راضی کرنے اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے رجوع کے حکم سے متعلق آیت کو اس بات پر ختم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے کہ جب بندہ اس کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہے تو وہ اپنی بخشش اور رحمت کے ذریعے اس پر اپنا فضل کرتا ہے کیونکہ جزاء کا تعلق عمل کی جنس سے ہوتا ہے اس لئے جس طرح اس نے اپنی بیوی کی طرف رجوع کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور رحمت کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے جبکہ طلاق سے متعلق آیت کو

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1477)، احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (124/5)

Marfat.com

اس بات پر ختم کیا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے کیونکہ اگر طلاق لفظی ہوگی تو اسے سنا جا سکتا ہے اور اگر معنوی ہوگی تو اسے سمجھا جا سکتا ہے اس لئے کلام کے آخر میں لفظ سمیع وعلیم استعمال کیا گیا۔

قرآن کا اسلوبِ بیان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرۃ:۲۳۵)

''تم جو عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجتے ہو یا دل میں اس کا ارادہ کرتے ہو اس میں تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے واقف ہے کہ تم عنقریب ان عورتوں سے اس بات کا ذکر کرو گے لیکن تم ان سے صراحتاً نکاح کا ذکر نہ کرنا بلکہ مناسب انداز میں بات کرنا اور اس وقت تک عقد نکاح کا ارادہ نہ کرنا جب تک ان کی عدت پوری نہ ہو جائے یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیالات سے واقف ہے۔ اس سے بچو اور یہ بھی جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اشارتاً پیغام نکاح کا ذکر کیا یعنی نکاح کا پیغام بھیجنے والا اگر (بیوہ) عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے اس انداز میں پیغام دینا چاہئے جس میں اشارتاً خواہش نکاح کا ذکر موجود ہو۔ اس خواہش اور اشارتاً پیغام رسانی کے بارے میں فرمایا کہ یہ گناہ نہیں ہے تاہم خفیہ وعدے کی نفی کی گئی ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد نکاح ہے یعنی تم صراحتاً شادی کی خواہش کا اظہار نہیں کر سکتے البتہ کنایۃً ایسا کر سکتے ہو اور یہی قول معروف ہے۔ (جس کا آیت میں تذکرہ موجود ہے) بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد عدت کے دوران خفیہ طور پر نکاح کرنا ہے اور جب عدت گزر جائے تو نکاح کا اعلان کر دیا جائے آیت کے اگلے یہ الفاظ اس مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۚ (البقرۃ:۲۳۵)

''تم اس وقت تک عقد نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو جب تک عدت نہ گزر جائے۔''

Marfat.com

جو حضرات پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارتاً پیغام نکاح بھیجنے کے گناہ ہونے کی نفی کی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مباح ہے اور صراحتاً پیغام نکاح بھیجنے کو حرام قرار دیا گیا ہے نیز عدت مکمل ہونے سے پہلے نکاح منعقد کرنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اگر خفیہ وعدے سے مراد خفیہ نکاح کرنا ہوتا تو اس سے تکرار لازم آئے گی۔ (جو درست نہیں ہے)

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ (البقرة:۲۳۵)

''یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خیالات سے واقف ہے پس تم اس سے بچو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی خلاف ورزی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے آگاہ ہے جو تم چھپاتے ہو اور جس کا تم اظہار کرتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرة:۲۳۵)

''یہ بات جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔''

یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور حلم نہ ہوتے تو تم شدید تکلیف کا شکار ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے بخوبی واقف ہے۔ وہ تمہارے خیالات اور اعمال کو جانتا ہے لہٰذا اگر تم کسی ایسے عمل کا ارتکاب کر لو جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے تو توبہ و استغفار کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ بے شک وہ بخشنے والا ہے (اور) درگزر کرنے والا ہے۔

قرآن کا اسلوب یہی ہے کہ امید اور خوف دونوں سے متعلق اسماء کو ایک ہی مقام پر ذکر کر دیتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المائدة:۹۸)

''یہ بات جان لو بے شک اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔''

(قرآن کہتا ہے) اہل جنت کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ (فاطر:۳۴)

Marfat.com

''تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے حزن کو دور کر دیا ہے
بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔''

یعنی جب اہل جنت یہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش کر اور ان کی نیکیوں کو قبول کر کے انہیں یہ عزت و مقام عطا کیا ہے تو اس وقت یہ کہیں گے۔

''بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔''

ان الفاظ میں علت بھی بیان کر دی گئی ہے یعنی اس کی بخشش اور شکر قبول کرنے کے تحت ہم جنت میں پہنچے ہیں کیونکہ اس نے ہمارے گناہوں کو بخش دیا ہے اور ہماری نیکیوں کو قبول کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

(النساء: ۱۴۷)

''اگر تم شکر کرو گے اور ایمان لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا بے شک اللہ تعالیٰ شکر قبول کرنے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

یعنی یہ ان کے شکر کا بدلہ ہے یعنی اگر تم اپنے پروردگار کا شکر ادا کرو گے تو وہ تمہارے شکر کو قبول کرے گا اور وہ تمہارے شکر سے واقف ہے۔ اس سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کون اس کا شکر کرتا ہے اور کون شکر نہیں کرتا ہے۔

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں وجود ہیں لہٰذا مقصد صرف آپ کو خبردار کرنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے ذریعے اپنی توحید اور شرک کی نفی پر استدلال کیا ہے اگر ان اسماء کا کوئی معنی نہ ہوتا تو یہ اس بات پر دلالت نہ کرتے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ (قرآن نے ان کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

''اے میری قوم! تم آزمائش کا شکار ہو گئے ہو بے شک تمہارا پروردگار رحمان ہے''

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (طٰہٰ: ۹۸)

Marfat.com

''بے شک تمہارا معبود وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ: ۱۶۳)

''اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ رحمان اور رحیم ہے۔''

سورۂ حشر کے آخر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ اللّٰـهُ الَّـذِىْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰـهُ الَّـذِىْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الحشر: ۲۲-۲۳)

''اللہ کی ذات وہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ (وہ) غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے وہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سلامتی عطا کرنے والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، غالب ہے، زبردست ہے، کبریائی کا مالک ہے۔ اللہ کی ذات اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ کیا ہے جن سے اس کی توحید ثابت ہوتی ہے اور کسی کو اس کا شرک ٹھہرانے کی نفی ہوتی ہے اور پھر اپنی ذات کے مشرکین کے شرک سے پاک ہونے کا ذکر کیا ہے۔

قرآن میں غور وفکر کی دعوت

جو شخص اس اعتبار سے قرآن میں غور وفکر کرے گا وہ علم کے باغات کی سیر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر اس شخص سے محفوظ رکھے گا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے روگرداں ہوں۔ ایسا شخص قرآن سے ہدایت حاصل کرے گا اگر ہماری اس کتاب میں صرف یہی ایک فصل ہوتی تو ذوق اور معرفت رکھنے والوں کے لئے یہی کافی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو مختلف ظروف اور ظروف جار اور دیگر

Marfat.com

کلماتِ عاملہ کا معمول بنایا ہے۔ اگر یہ محض نام ہوتے تو ایسا کرنا درست نہ ہوتا۔
جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (الحجرات: ۱۶)
''اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔''
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ ○ (الجمعۃ: ۷)
''اللہ تعالیٰ ظالموں سے واقف ہے۔''
فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِالْمُفْسِدِیْنَ ○ (آل عمران: ۶۳)
''بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔''
وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ○ (الاحزاب: ۴۳)
''اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اہل ایمان کے لئے رحیم ہے۔''
اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبۃ: ۱۱۷)
''بے شک وہ اُن کے لئے مہربان اور رحیم ہے۔''
وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (آل عمران: ۱۸۹)
''اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔''
وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکٰفِرِیْنَ ○ (البقرۃ: ۱۹)
''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔''
وَکَانَ اللّٰہُ بِھِمْ عَلِیْمًا ○ (النساء: ۳۹)
''اور اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے۔''
وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ (الکھف: ۴۵)
''اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''
اِنَّہٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ (ھود: ۱۱۱)
''بے شک وہ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔''
وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحجرات: ۱۸)
''اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔''
وَاِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ○ (الشوریٰ: ۲۷)

Marfat.com

''بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے (اور انہیں) دیکھ رہا ہے۔''

اس کی نظائر بے شمار ہیں۔

اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا انکار کرتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو دلیل بنایا ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الملک: ۱۴)

''کیا وہ نہیں جانتے کہ خالق کون ہے؟ (وہ اللہ تعالیٰ ہے) اور وہ (لطف کرنے والا اور) باخبر ہے۔''

ان اسماء میں غور و فکر کرنے والے اہل علم میں اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کیا یہ اسماء ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ کیونکہ ان کے معانی تو مختلف ہیں یعنی ہر ایک اسم جس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس معنی سے مختلف ہوتا ہے جس پر دوسرا اسم دلالت کرتا ہے یا پھر یہ اسماء مترادف ہیں کیونکہ یہ سب ایک ہی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے مدلول میں کوئی تعدد موجود نہیں ہے۔ مترادفات میں ایسا ہی ہوتا ہے اور ان اسماء میں اختلاف صرف لفظی ہے۔

تحقیقی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ الفاظ مترادف ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ اسماء ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ہر اسم صفت، اس مخصوص صفت کے حوالے سے ذات باری پر دلالت مطابقی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں اور اس مخصوص صفت پر دلالت تضمنی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں اور دیگر صفات پر دلالت التزامی کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں۔

فصل

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ آپ اس صفت سے موصوف ہیں جو اس کے معنی میں پائی جاتی ہے یعنی ''حمد'' آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ میں محمود ہیں۔ فرشتوں کے نزدیک بھی محمود ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین کے نزدیک بھی محمود ہیں اور تمام اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں اگرچہ بعض اہل زمین (آپ کی نبوت) کا انکار

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو کسی بھی عقل مند کے نزدیک قابل تعریف ہوتی ہیں۔ اگرچہ کوئی شخص اپنی جہالت، عناد یا ہٹ دھرمی کے باعث نبی اکرم ﷺ کے ان صفات سے متصف ہونے کا انکار کرلے لیکن اگر وہ آپ کی ان صفات سے واقف ہو جائے تو ضرور آپ کی تعریف کرے گا کیونکہ اس لئے کہ وہ اسی ذات کی تعریف کرے گا جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور اگر وہ اس بات سے واقف ہو کہ نبی اکرم ﷺ میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو بھی درحقیقت وہ آپ ہی کی تعریف کرے گا۔

حشر کے دن شانِ مصطفیٰ

کیونکہ نبی اکرم ﷺ میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ کسی اور میں موجود نہیں ہیں۔ آپ کا نام مبارک محمد اور احمد ہے اور آپ کی امت حماد ہے۔ آپ کے امتی آسائش اور تنگی میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت کی دعاؤں کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے خطبے کا آغاز حمد کے ذریعے ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب کا آغاز حمد کے ذریعے ہوتا ہے۔ لوحِ محفوظ میں یہ اسی طرح تحریر ہے۔ آپ کے خلفاء اور صحابۂ کرام قرآن مجید کے آغاز میں سب سے پہلے حمد لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس میں ''لواء الحمد'' ہوگا پھر جب آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شفاعت کے لئے سجدہ ریز ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اس وقت آپ ان الفاظ میں اپنے پروردگار کی حمد بیان کریں گے جو اس وقت آپ کی طرف القاء کئے جائیں گے۔ آپ اس مقامِ محمود پر فائز ہوں گے جس پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(الاسراء: ۷۹)

''رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ تمہارے لئے نفل ہے۔ عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔''

جو شخص مقامِ محمود کے معنی و مفہوم سے واقف ہونا چاہے اسے چاہیئے کہ اسلاف امت یعنی صحابۂ کرام اور تابعین نے اس آیت کی جو تفسیر بیان کی ہے اس کا مطالعہ کرے جیسے ابن ابی حاتم، ابن جریر، عبد بن حمید اور دیگر حضرات کی تفاسیر۔

Marfat.com

جب نبی اکرم ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو اس وقت تمام اہل محشر آپ کی حمد (تعریف) بیان کریں گے۔ان میں مسلمان، کفار، اگلے، پچھلے سب لوگ شامل ہوں گے۔

آمدِ مصطفیٰ کی بہاریں

نبی اکرم ﷺ محمود (قابل تعریف) ہیں کیونکہ آپ نے زمین کو ہدایت، ایمان، نافع علم اور صالح عمل سے بھر دیا ہے۔اس ہدایت کے ذریعے آپ نے ذہنوں کو کھول دیا ہے اور اہل زمین سے ظلمت دور کر دی ہے۔آپ نے اہل زمین کو شیطان کی غلامی، شرک، کفر اور جہالت سے بچالیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے پیروکار دنیا اور آخرت میں عزت و بزرگی کے مستحق قرار پائے۔آپ کی رسالت اہل زمین کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہے۔ اہل زمین پہلے بتوں کی عبادت کرتے تھے، صلیب کی پوجا کرتے تھے، آگ کو اپنا خدا مانتے تھے، خود کو ستاروں کا بندہ سمجھتے تھے۔ یہ غضب کے مستحق قرار پا چکے تھے یہ حیران تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ کون سے پروردگار کی عبادت کریں اور کیوں اس کی عبادت کریں۔لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے جو چیز اچھی لگتی اسے ہتھیا لیتے جو شخص مخالفت کرتا اس سے جنگ و جدل کرتے۔ روئے زمین کا کوئی حصہ نور رسالت سے روشن نہیں تھا۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر کی اور عرب و عجم کو غضب کا شکار دیکھا ان میں سے چند ایک دین صحیح کے آثار پر کاربند تھے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور روئے زمین پر نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ذریعے اپنی رحمت کی بارش نازل کی۔آپ کے ذریعے تاریکیوں کو ختم کیا۔مخلوق کے (اعتقادی اعتبار سے) مرجانے کے بعد اسے زندہ کیا۔گمراہی سے نجات دلا کر انہیں ہدایت دی۔ جہالت سے نکال کر انہیں علم عطا کیا۔ان کی قلت کو کثرت میں بدلا۔ نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے انہیں ذلت کے بعد عزت عطا کی۔فقر کے بعد کشادگی عطا کی۔وہ اندھے تھے انہیں بینائی عطا کی۔وہ بہرے تھے انہیں سماعت عطا کی اور ان کے دل غفلت کا شکار تھے انہیں غفلت سے نجات عطا کی تو لوگوں نے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی جہاں تک معرفت کا حصول ان کے لئے ممکن تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے معرفت الٰہیہ کی تعلیم کا آغاز کیا اسے دہرایا۔اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات، افعال اور احکام کو کبھی مختصر انداز میں اور کبھی تفصیل کے ہمراہ بیان کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے مومن بندوں کے قلوب میں روشن ہوگئی اور شک وشبے کے بادل یوں چھٹ گئے جیسے چودھویں رات میں

Marfat.com

چاند کے سامنے سے بادل ہٹ جائیں۔ (تو ہر طرف روشنی ہو جاتی ہے) آپ نے اس معرفت سے متعلق کوئی ضروری بات ترک نہیں کی نہ پہلے نہ بعد میں بلکہ آپ کی تعلیمات آپ کی امت کے افراد کے لئے کافی وشافی ہیں اور ان تعلیمات نے امت کو ان مسائل میں کسی بھی شخص کی رہنمائی سے بے نیاز کر دیا ہے۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (عنکبوت: ۵۱)

"کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر وہ کتاب نازل کی ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔ بے شک اس میں اس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لائی ہے۔"

امام ابوداؤد اپنی مراسیل میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی صحابی کے ہاتھ میں تورات کا ایک ٹکڑا دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

كفى بقوم ضلالة ان يتبعوا كتاباً غير كتابهم الذى انزل على غير نبيهم

"کسی بھی قوم کے گمراہ ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کی بجائے کسی ایسی کتاب کی پیروی کرے جو کسی دوسرے نبی پر نازل ہوئی ہو۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی:

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (عنکبوت: ۵۱)

"کیا ان کے لئے کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر وہ کتاب نازل کی ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے بے شک اس میں اس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتی ہے۔"

یہ حال اس شخص کا ہے جو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر نازل ہونے والی کتاب کی پیروی کرتا ہے تو اس شخص کے لئے وعید کتنی شدید ہوگی جو کسی اور مفکر یا فلسفی کی پیروی

---

[1] ابوداؤد' مراسیل (454) دارمی' ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن "السنن" (495) سیوطی' الدر المنثور (51)

Marfat.com

شروع کر دے اور اس کے کلام کو اللہ اور اس کے رسول کے کلام سے مقدم رکھے۔

اسوۂ حسنہ کامل ترین ہے

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو وہ راستہ بتایا جو انہیں ان کے پروردگار، اس کی رضامندی اور جنت تک پہنچا سکتا ہے لہٰذا کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جس کا آپ نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسا برا کام نہیں ہے جس سے آپ نے منع نہ کیا ہو جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ما ترکت من شیء یقربکم الی الجنة الا وقد امرتکم به ' ولا من شیء یقربکم الی النار الا وقد نهیتکم عنه

''میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو تمہیں جنت کے قریب کر سکتی ہو ایسی ہر بات کا میں نے تمہیں حکم دے دیا ہے اور ایسی کوئی بات نہیں چھوڑی جو تمہیں جہنم کے قریب کر سکتی ہو اور ایسی ہر بات سے میں نے تمہیں منع کر دیا ہے۔'' [1]

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے وصال سے پہلے (ہمیں ہر چیز کے بارے میں) بتا دیا یہاں تک کہ آسمان میں پر کھول کر اڑنے والے پرندے کے بارے میں بھی ہمیں تعلیم دے دی تھی۔ [2]

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو واضح طور پر بتایا کہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے بعد ان کی کیفیت کیا ہو گی؟ آپ نے اس بات کی خوب اچھی طرح سے وضاحت کی اور اس بارے میں کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جو بندوں کے لئے نفع بخش ہو اور انہیں ان کے پروردگار کے قریب کر سکے۔ آپ نے ہر مشکل کی تشریح کی اور اسے واضح طور پر بیان کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (لوگوں کے) دلوں کو گمراہی کے بعد ہدایت نصیب کی اور بیماری کے بعد شفا نصیب کی اور جہالت کے بعد (علم کی) بارش نصیب کی تو کون سا شخص نبی اکرم ﷺ سے زیادہ حمد کا مستحق قرار پا سکتا ہے کہ امت کی طرف سے اسے بہترین جزا دی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

''اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

---

[1] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (1647) ہیثمی، مجمع الزوائد (8/263-264)

[2] احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (5/162) بزار، کشف الاستار (147) ہیثمی (مجمع الزوائد (8/263)

Marfat.com

صحیح قول یہی ہے کہ اس آیت کے حکم میں عموم پایا جاتا ہے۔اس اعتبار سے اس آیت کی دو تفسیریں ہوں گی۔

اَلْعَالَمِیْنَ کی تفسیر

پہلی تفسیر یہ ہے کہ لفظ عالمین عام ہے اور ہر ایک کو آپ کی رسالت کے ذریعے نفع حاصل ہوا ہے۔آپ کے پیروکار اس رسالت (پر ایمان لانے) کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں عزت و بزرگی کے مستحق قرار پائے اور آپ سے جنگ و جدال کرنے والے آپ کے مخالفین میں سے جو لوگ فنا کے گھاٹ اتر گئے ان کا قتل اور ان کی موت ان کے حق میں ان کی زندگی سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر وہ اور زندہ رہتے (تو ان کے کفر، نافرمانی اور ظلم کی وجہ سے) آخرت میں ان کے عذاب میں مزید شدت ہوتی کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نصیب میں بدبختی لکھی گئی ہے۔لہٰذا کفر کی حالت میں طویل عمر بسر کرنے کی بہ نسبت ان کے حق میں زیادہ بہتر یہی ہے کہ وہ جلدی مر جائیں۔جن کفار نے آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا وہ دنیا میں آپ کے زیر سایہ اور آپ کی ذمہ داری میں امن و امان سے رہتے رہے۔ اپنے اس معاہدے کی بدولت یہ جنگجو مخالفین کی بہ نسبت کم شدید تھے۔

جہاں تک منافقین کا تعلق ہے تو ظاہری ایمان کی بدولت ان کی جانیں، اموال اور اہل خانہ محفوظ رہے۔ان پر میراث وغیرہ میں مسلمانوں کے سے ظاہری احکام جاری ہوئے۔

دور دراز کے علاقوں میں بسنے والی اقوام کو آپ کی رحمت یوں نصیب ہوئی کہ آپ کی رسالت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین سے عام عذاب ہٹا لیا...... یوں روئے زمین پر بسنے والے سب لوگوں کو آپ کی رسالت سے نفع حاصل ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ہر ایک کے لئے رحمت ہیں لیکن اہل ایمان نے اس رحمت کو قبول کر لیا اور اس رحمت کی وجہ سے انہوں نے دنیا اور آخرت میں نفع حاصل کیا۔ ...... کفار نے اس رحمت کو اختیار نہ کیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ان کے لئے رحمت نہیں ہیں بلکہ انہوں نے تو اس رحمت کو قبول ہی نہیں کیا۔اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ اس مرض کی دوا یہ ہے اب اگر کوئی مریض اس دوا کو استعمال نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس مرض کی دوا نہیں ہے۔

Marfat.com

تورات میں نبی اکرم کا ذکرِ مبارک

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جو عظیم اخلاق اور بہترین صفات عطا کی ہیں ان کی وجہ سے بھی آپ کی حمد (تعریف) بیان کی جاتی ہے جو شخص آپ کے اخلاق میں غور کرے گا وہ اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا کہ ساری مخلوق کے مقابلے میں آپ کے اخلاق سب سے زیادہ بہتر اور عمدہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سب سے بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔ سب سے بڑے امانت دار ہیں سب سے زیادہ سچ بولنے والے ہیں، سب سے زیادہ بردبار ہیں، سب سے زیادہ سخی ہیں۔ سب سے زیادہ دوسروں کی مدد کرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔ آپ کی بردباری ہی کی وجہ سے کفار آپ کے ساتھ زیادتیاں کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں تورات میں نبی اکرم ﷺ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

محمد عبدی ' ورسولی' سمیته المتوکل ' لیس بفظ ' ولا غلیظ ' ولا صخاب ' بالأسواق' ولا یجزی بالسیئة السیئة' ولکن یعفوا' ویغفرُ' ولن ' اقبه حتی اقیم به الملة العوجاء' وافتح به اعینًا عمیًا ' وآذانًا صما ' وقلوبًا غلفًا ' حتی یقولوا : لا اله الا اللہ

''محمد میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے ان کا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ برے اخلاق کے مالک نہیں ہیں نہ ہی سخت دل ہیں بازاروں میں بلند آواز سے جھگڑا کرنے والے نہیں ہیں نہ ہی وہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ وہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ میں اس وقت تک ان کی روح قبض نہیں کروں گا جب تک ان کے ذریعے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دوں۔ اندھوں کو بینائی نہ دے دوں، بہروں کو سماعت نہ دے دوں اور (گمراہی کے) پردے میں چھپے ہوئے دلوں کو (ایمان کی روشنی نہ دے دوں) یہاں تک کہ وہ پکار اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' [1]

نبی اکرم ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ رحم دل اور مخلوق کے لئے سب سے زیادہ

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (4838) الادب المفرد (247,246) احمد ابو عبداللہ محمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (174/2)

Marfat.com

مہربان ہیں۔ دینی اور دنیاوی دور میں آپ نے سب سے زیادہ مخلوق کو فائدہ پہنچایا ہے۔ آپ سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ مختصر اور جامع الفاظ میں بہترین گفتگو سب سے اچھی آپ کرتے ہیں۔ صبر کے موقع پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ عہد اور ذمہ پورا کرنے میں سب سے آگے ہیں۔ بھلائی کا بدلہ مزید بھلائی کے ہمراہ دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ متواضع ہیں۔ سب سے زیادہ ایثار کرنے والے ہیں۔ اپنے اصحاب کی حمایت اور ان کے دفاع کے حوالے سے سب سے زیادہ شدید ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری میں ساری مخلوق سے آگے ہیں اور ممنوع کاموں میں باز رہنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ صلہ رحمی میں سب سے آگے ہیں۔ آپ ہی کی ذات شاعر کے اس شعر کی سب سے زیادہ حقدار ہے۔

بردٌ علی الأدنی ومرحمةٌ وعلی الأعادی مارِنٌ جلدُ

حضرت علی کا بیان

حضرت علی فرماتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ اجود النـاس صدرًا' وأصدق الناس لهجة' والينهم عريكةً' واكرمهم عشرة' من رآه بديهةً هابه ومن خالطه معرفةً احبه' يقول ناعته :لم أرقبله' ولا بعده مثله ﷺ

''سینے کے (دل) اعتبار سے نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور گفتگو کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے تھے اور طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم دل تھے اور میل جول کے اعتبار سے سب سے زیادہ مہربان تھے جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ سے مانوس ہو جاتا وہ سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتا۔ کسی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔'' [1]

حضرت علی کا یہ کہنا کہ سینے کے حوالے سے آپ سب سے زیادہ سخی تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا سینۂ مبارک نیکی اور خیر کی کثرت سے بھرا ہوا تھا۔ بھلائی آپ کی ذات سے پھوٹتی تھی۔ آپ تمام بہترین اخلاق اور بھلائیوں کے مالک تھے جیسا کہ کسی عالم کا قول ہے۔

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح'' سنن (3638)' شمائل المحمدیہ (7)

Marfat.com

لیس فی الدنیا کلها محل کان اکثر خیرًا من صدر رسول اللہ ﷺ ، قد جمع الخیرُ بحذا فیرہ ، وأُودع فی صدرہ ﷺ

''دنیا میں کسی بھی جگہ پر نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک سے زیادہ بھلائی موجود نہیں ہے۔ پہلے تمام بھلائی کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر اسے آپ کے سینۂ مبارک میں ڈال دیا گیا۔''

حضرت علی کا یہ کہنا کہ گفتگو میں آپ سب سے زیادہ سچے تھے نبی اکرم ﷺ کی اس خوبی کا اعتراف آپ کے ان دشمنوں نے بھی کیا ہے جو ہمیشہ آپ کے خلاف کمربستہ رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ پر جھوٹ کا الزام عائد نہیں کیا۔ آپ کے پیروکاروں کی شہادت سے قطع نظر روئے زمین پر بسنے والے جو لوگ آپ سے جنگ و جدل میں مصروف رہے خواہ وہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب، ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ پر کسی چھوٹے یا بڑے جھوٹ کا الزام عائد نہیں کیا۔

ابوجہل کا اعتراف

مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ابوجہل سے پوچھا نبی اکرم ﷺ کے دعویٰ نبوت سے پہلے آپ نے کبھی حضرت محمد پر جھوٹ کا الزام عائد کیا تو وہ بولا بھانجے (حضرت) محمد اپنی جوانی میں ہمارے درمیان امین کے نام سے پکارے جاتے تھے جب وہ ادھیڑ عمر ہو گئے تو اس وقت بھی انہوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے پوچھا، ماموں جان پھر آپ ان کی پیروی کیوں نہیں کرتے تو اس نے جواب دیا بھانجے! ہمارے اور بنو ہاشم کے درمیان عزت اور بزرگی کے حصول کے لئے اختلاف رونما ہوا۔ انہوں نے لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کیا ہم نے بھی شروع کر دیا۔ انہوں نے پانی پلانا شروع کیا ہم نے بھی شروع کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو پناہ دی ہم نے بھی پناہ دی جب اس مقابلے میں ہم دونوں فریق یکساں حیثیت اختیار کر گئے تو وہ بولے ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے اب ہم نبوت کہاں سے لے کر آئیں؟

مخالفین کے انہی اقوال کے جواب میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ

Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الانعام:۳۳-۳۴)

''ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں غمگین کر دیتی ہیں یہ لوگ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی اور انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا...... انہیں اذیت پہنچائی گئی یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور تمہارے پاس (سابقہ) مرسلین کے بارے میں اطلاعات پہنچ چکی ہیں۔''

حضرت علی کا یہ کہنا کہ آپ طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم دل تھے یعنی لوگوں کے قریب رہتے تھے جو آپ کو بلاتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے جو شخص آپ سے کوئی تقاضا کرتا آپ اس کی حاجت کرتے جو شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اس کی دل جوئی کرتے اور اسے محروم و نامراد نہیں لوٹاتے جب صحابۂ کرام آپ سے کسی کام کے متمنی ہوتے تو آپ ان کی موافقت کرتے اور ان کا ساتھ دیتے اور جب خود آپ نے کسی کام کا ارادہ کرنا ہوتا تو تنہا فیصلہ نہ کرتے بلکہ صحابۂ کرام سے مشورہ لیتے۔ ان میں سے صحیح مشورہ دینے والے کا مشورہ قبول کرتے اور اگر کسی کا مشورہ غلط ہوتا تو اس سے درگزر کرتے۔

حضرت علی کا یہ کہنا کہ میل جول کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ مہربان تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے۔ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے اس کی عزت افزائی کرتے۔ پیشانی پر بل نہیں ڈالتے۔ گفتگو میں سختی نہیں کرتے۔ چہرہ پھیر کر نہیں بیٹھتے اور نہ ہی خاموش بیٹھے رہتے اگر پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو اس کا مواخذہ نہیں کرتے بلکہ اس شخص کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتے۔ آپ کا طرزِ سلوک یہی تھا کہ دوسروں کی کوتاہی اور زیادتی سے درگزر کرتے تھے۔ کسی پر ناراضی کا اظہار نہیں کرتے تھے نہ ہی کسی کو ملامت کرتے تھے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرتے جو کسی کو ناپسند ہوتا۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہر شخص آپ کے لطف، مہربانی، توجہ، شفقت، نصیحت، بھلائی اور (اس شخص کی اپنی غلطی کو) درگزر کرنے کی وجہ سے

Marfat.com

یہی سمجھتا کہ وہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اتنا بہترین میل جول اور کس کا ہو سکتا ہے۔

امام حسن کی روایت

امام حسن فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں میں کس طرح رہا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا۔

کان النبی ﷺ دائم البشر ' سهل الخلق' لين الجانب' ليس بفظ ' ولا غليظ' ولا صخاب' ولا فحاش' ولا عياب' ولا مداح' يتغافل عما لا يشتهي' ولا يؤيس من راجيه' ولا يخيب فيه ' قد ترك نفسه من ثلاث : ''المراء' والإكثار' وترك ما لا يعنيه ' وترك الناس من ثلاث'' كان لا يذم احدًا ولا يعيبه ' ولا يطلب عورته ' ولا يتكلم الا فيما رجا ثوابه' واذا تكلم أطرق جلساؤه ' كانما على رؤوسهم الطير ' فاذا سكت ' تكلموا' لا يتنازعون ''عنده'' الحديث ' ومن تكلم عنده أنصتوا له حتى يفرغ' حديثهم عند حديث اولهم ' يضحك مما يضحكون منه ' ويتعجب مما يعتجبون منه ' ويصبر للغريب على الجفوة من منطقه ' ومسألته ' حتى ان كان اصحابهٗ ليستجلبونهم' ويقول: اذا رأيتم طالب حاجة يطلبها فأرفدُوه ' ولا يقبل الثناء الا من مكافئ ' ولا يقطع على احدٍ حديثه ' حتى يجوز فيقطعه بنهي او قيام

''نبی اکرم ﷺ خندہ رو تھے، ملنسار تھے، نرم مزاج تھے۔ آپ برے اخلاق کے مالک یا سخت دل نہیں تھے۔ بلند آواز سے گفتگو کرنے والے، فحش گفتگو کرنے والے (لوگوں کے) عیب بیان کرنے والے (خواہ مخواہ) تعریف کرنے والے نہیں تھے جس چیز کی ضرورت نہ ہو آپ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور آپ سے کسی چیز کا امیدوار مایوس نہیں ہوتا تھا۔ آپ تین خامیوں سے مکمل طور پر پاک تھے۔''[1]

اور لوگوں کے بارے میں آپ نے تین چیزوں کو مکمل طور پر ترک کر دیا تھا۔ آپ کسی

[1] ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ شمائل المحمدیہ (352)

Marfat.com

کی مذمت یا عیب بیان نہیں کرتے تھے۔ آپ کسی کی خامی تلاش نہیں کرتے تھے اور آپ صرف وہی گفتگو کرتے تھے جس سے ثواب حاصل ہو جب آپ گفتگو کرتے تو آپ کے ہم نشین خاموش ہو کر بیٹھ جاتے یوں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے جب آپ خاموش ہوتے تو پھر وہ بولتے لیکن آپ کے ہم نشین آپ کی موجودگی میں آپس میں کوئی بحث نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ کی موجودگی میں کوئی شخص بولتا تو باقی تمام افراد خاموش ہو کر اس کی بات سنتے۔ سب لوگ ترتیب کے ساتھ گفتگو کرتے جس پر سب لوگ مسکراتے آپ بھی اس پر مسکرا دیتے جس بات پر دوسرے لوگ حیرانی کا اظہار کرتے آپ بھی اس پر حیرانی کا اظہار کرتے اگر کوئی اجنبی گفتگو کے دوران یا کوئی بات پوچھتے ہوئے سختی یا بدمزاجی کا مظاہرہ کرتا تو آپ صبر کا مظاہرہ کرتے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے صحابہ اسے روکنے کی کوشش کرتے تو آپ فرماتے اگر کوئی ضرورت مند دیکھو تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرو حد سے زیادہ اپنی تعریف کو پسند نہیں فرماتے اور نہ ہی کسی دوسرے کی بات کاٹتے۔ تاوقتیکہ کوئی شخص حد سے تجاوز نہ کر جائے۔ ایسے شخص کی بات کاٹ کر اسے روکتے یا وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے۔

حضرت علی کا یہ کہنا کہ آپ کو اچانک دیکھنے والا شخص مرعوب ہو جاتا اور آپ سے مانوس ہونے والا شخص آپ سے محبت کرنے لگتا۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں یہ دونوں خصوصیات اللہ تعالیٰ اہل صدق اور اہل اخلاص کو عطا کرتا ہے اور وہ دو خصوصیات یہ ہیں۔ رعب اور محبت ...... نبی اکرم ﷺ کو بھی یہ دونوں خصوصیات عطا کی گئی تھیں جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور اس کے دل میں آپ کی عظمت اور جلال کا خیال راسخ ہو جاتا۔ اگرچہ وہ آپ کا دشمن ہی کیوں نہ ہوتا اور جب وہ آپ سے میل ملاقات رکھتا تو آپ اس کے نزدیک ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہو جاتے۔ گویا آپ کو رعب و جلال بھی حاصل تھا۔ عظمت شان بھی میسر تھی، عزت و بزرگی بھی حاصل تھی اور آپ لوگوں کے محبوب بھی تھے اور محبت کا کمال یہی ہے کہ عظمت اور ہیبت اکٹھے ہو جائیں۔ ہیبت اور عظمت کے بغیر محبت ناقص ہے جبکہ محبت کے بغیر ہیبت اور عظمت ناقص ہے۔ جیسا کہ ظالم حکمرانوں کا رعب و دبدبہ ہوتا ہے لیکن یہ رعب ناقص ہے۔ کمال یہی ہے کہ محبت اور مودت، تعظیم اور اجلال کے ہمراہ ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب محبوب ایسی صفاتِ کمال

Marfat.com

سے متصف ہو جن کی بدولت اس کی تعظیم بھی کی جائے اور اس سے محبت بھی کی جائے۔

کیونکہ ہر مخلوق کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ صفاتِ کمال سے زیادہ متصف ہے اس لئے وہ اس بات کا مستحق ہو گا کہ اس کی عظمت کا احساس دل میں جاگزیں کیا جائے۔ اس کی کبریائی کا اعتراف کیا جائے۔ اس کی ہیبت اور محبت کو دل میں جگہ دی جائے بلکہ دل کے ہر حصے میں اس کی محبت رچ بس جائے اور اس بارے میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ یہی وہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا یعنی کسی اور سے اسی کی مانند محبت کی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرۃ:۱۶۵)

''اور بعض لوگ (اپنے باطل معبودوں کو) اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرتے ہیں اور اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص غیر اللہ سے اللہ کی مانند محبت کرے وہ گویا اس غیر کو شریک ٹھہراتا ہے۔

(قرآن کہتا ہے) جہنم میں اہل جہنم اپنے باطل معبودوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(الشعراء:۹۷-۹۸)

''اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی کا شکار تھے کہ ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر سمجھ رکھا تھا۔''

ان کفار نے ان باطل معبودوں کو زمین و آسمان کی تخلیق اپنی یا اپنے آباؤ اجداد کی تخلیق میں اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا تھا بلکہ وہ جس طرح اللہ سے محبت کرتے تھے اسی طرح اپنے اور نام نہاد خداؤں سے بھی محبت کرتے تھے۔ عبادت کی حقیقت محبت اور عاجزی ہے اور یہی وہ اجلال و اکرام ہے جسے اپنی صفت کے طور پر ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (رحمٰن:۷۸)

Marfat.com

''بابرکت ہے تمہارے پروردگار کا نام جو جلال اور اکرام والا ہے۔''

اس آیت کی درست تفسیر یہی ہے کہ یہاں جلال سے مراد تعظیم ہے اور اکرام سے مراد محبت ہے۔ انسان کے اس کلمے میں یہی راز پوشیدہ ہے۔

لا اله الا الله و الله اکبر

''اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔''

امام احمد کی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

ألظوا بيا ذاالجلال والاكرام

''یا ذوالجلال والاکرام پڑھا کرو۔'' [1]

یعنی اسے لازم کرلو اور اس کا ورد کیا کرو۔

اسم اعظم

مسند ابویعلی موصلی میں ایک صحابی کے حوالے سے منقول ہے کہ وہ اسم اعظم جاننا چاہتے تھے تو ایک رات خواب میں انہوں نے آسمان میں ستاروں سے یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔

يا بديع السموٰت والارض' يا ذاالجلال والاكرام

''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے جلال اور اکرام والے!'' [2]

کسی بھی انسان سے کی جانے والی محبت اور اس کی تعظیم اسی وقت جائز ہے جب وہ اللہ کی محبت کے تابع ہو۔ انسان کا اللہ کے رسول سے محبت کرنا بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے کیونکہ یہ آپ کو بھیجنے والی ذات کے ساتھ محبت اور اس کی تعظیم کے مترادف ہے۔ آپ کی امت کے لوگ آپ سے اس لئے محبت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتا ہے اور وہ آپ کی اس لئے تعظیم و تکریم کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت افزائی کرتا ہے۔ گویا اللہ کے لئے کی جانے والی یہ محبت اللہ کی محبت میں اضافے کا باعث بنتی

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3524) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (177/4) نسائی' احمد بن شعیب سنن کبریٰ (409/4) حاکم ''المستدرک علی الصحیحین'' (499-498/1)

[2] مسند ابویعلیٰ' احمد بن علی' المسند ر (7206)

Marfat.com

ہے۔اہل علم اور اہل ایمان کی محبت کا بھی یہی معاملہ ہے۔صحابۂ کرام کی محبت اور ان کی تعظیم اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے تابع ہے۔مختصر یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رعب اور محبت کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے اور ہر مسلمان اسی میں سے اپنا حصہ حاصل کرتا ہے۔

خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں بندۂ مومن کو حلاوت اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

یعنی اس سے محبت بھی کی جاتی ہے اور اس کا رعب بھی قائم رہتا ہے۔بندۂ مومن کی تعظیم اس لئے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی خلعت پہناتا ہے۔جس کا بنیادی تقاضا یہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی ایک انسان کسی دوسرے انسان کے نزدیک اتنا محبوب، بارعب اور معزز نہیں ہوسکتا جتنا نبی اکرم ﷺ صحابۂ کرام کے نزدیک محبوب، بارعب اور معزز تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے اسلام لانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ میرے نزدیک نبی اکرم ﷺ سے ناپسندیدہ شخص اور کوئی نہیں ہے مگر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے نزدیک کوئی بھی شخص نبی اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔آپ فرماتے ہیں اگر تم یہ چاہو کہ میں تمہارے نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے میں نے کبھی بھی نظر بھر کے آپ کو نہیں دیکھا۔

عروہ بن مسعود (جو غیر مسلم تھے اور مشرکین کے نمائندے کی حیثیت سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے واپس جا کر) قریش سے کہا تھا۔

> ''اے میری قوم! اللہ کی قسم! مجھے کسریٰ (شاہ ایران) قیصر (شاہِ روم) اور دیگر بادشاہوں کے درباروں میں جانے کا موقع ملا ہے لیکن ان بادشاہوں میں سے کسی ایک کے درباری اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم نہیں کرتے جتنی تعظیم حضرت محمد کے اصحاب حضرت محمد کی کرتے ہیں۔یہ لوگ آپ کی تعظیم کی وجہ سے نظر بھر کر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔آپ جو تھوک پھینکتے ہیں وہ زمین پر نہیں گرتا بلکہ کوئی شخص ہاتھ آگے کر کے اسے پکڑ لیتا ہے اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتا ہے جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لینے کے لئے ہر شخص پوری کوشش کرتا ہے۔''

جب نبی اکرم ﷺ کی ذات ایسی صفات پر مشتمل ہے جس کا بنیادی تقاضا یہی ہے۔

Marfat.com

یکے بعد دیگرے آپ کی تعریف کی جائے تو اسی لئے آپ کا نام محمد رکھا گیا گویا یہ اسم اپنے مسمیٰ کے موافق ہے اور یہ لفظ اپنے معنی کے مطابق ہے۔

احمد اور محمد میں فرق

لفظ احمد اور لفظ محمد میں دو بنیادی فرق ہیں۔

پہلا فرق یہ ہے کہ محمد ایسے محمود کو کہا جاتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے حمد کی جائے اور یہ حامدین کی بکثرت محمد پر دلالت کرتا ہے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ قابل تعریف صفات آپ کی ذات میں بکثرت موجود ہوں جبکہ احمد اسم تفصیل کا صیغہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حمد کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں گویا لفظ محمد میں حمد کی کمیت میں زیادتی پائی جاتی ہے اور لفظ احمد میں حمد کی کیفیت میں زیادتی پائی جاتی ہے لہٰذا کسی بھی انسان کی جو حمد کی جا سکتی ہے نبی اکرم ﷺ کی حمد اس سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے۔

دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ محمد سے مراد وہ محمود ہے جس کی تکرار کے ساتھ حمد کی جائے اور احمد سے مراد وہ ذات ہے جو ساری مخلوق کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر اپنے پروردگار کی تعریف کرے۔ گویا نبی اکرم ﷺ کا ایک اسم یعنی محمد آپ کے محمود ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا اسم یعنی احمد آپ کے سب سے عظیم حامد ہونے پر دلالت کرتا ہے..... اور یہ بات قیاس کے مطابق ہے کیونکہ فعل تعجب یا اسم تفضیل فاعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مفعول کے معنی میں نہیں۔ بصرہ کے رہنے والے علم نحو کے ماہرین اسی بات کے قائل ہیں۔ اسی لئے یہ حضرات فعُل اور فعِل سے آنے والے اسم تفضیل یا فعل تعجب کو فعل سے منقول مانتے ہیں۔ یہ حضرات اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ فعل ہمزہ کے ذریعے متعدی ہوتا ہے لہٰذا وہ ہمزہ ہی متعدی کرلے گا جیسے ما اظرف زیدا واکرم اعمروا ان دونوں کی اصل ظرف اور کرم ہے۔ کیونکہ جس چیز کے بارے میں تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ درحقیقت فاعل ہے لہٰذا ضروری ہوگا کہ فعل تعجب متعدی نہ ہو۔

(یہاں یہ سوال پیش کیا جاتا ہے) ما اضرب زید العمرو میں فعل متعدی رہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس فعل کو ضرب سے نقل کر کے فعل لازم کے وزن پر یعنی فعل کے وزن پر لایا گیا ہے اور پھر اس فعل کو ہمزہ کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے ہمراہ لام ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہا گیا ہے ما اضرب زید العمرو اگر یہ فعل بدستور

Marfat.com

متعدی رہتا تو ما اضرب زیدا عمرا کہا جاتا کیونکہ فی نفسہ یہ ایک اسم کی طرف متعدی ہو رہا ہے اور دوسرے اسم کی طرف ہمزہ تعدیہ کے ہمراہ متعدی ہو رہا ہے...... پس اب اگر اسے حمزۂ تعرہ کے ہمراہ مفعول کی طرف متعدی کیا جائے گا تو دوسرے اسم کی طرف لام کے ذریعے متعدی کرنا پڑے گا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ فعل لازم ہے اسی اصول کے پیش نظر علم نحو کے ماہرین اس کو فاعل کے طور پر استعمال کرتے ہیں نہ کہ اس فعل کے طور پر جو مفعول کی طرف لازم ہوتا ہے۔ علم نحو کے بعض دیگر ماہرین کے نزدیک فعل تعجب اور اسم تفصیل دونوں کی بنیاد فاعل کے فعل اور مفعول پر واضح ہونے والے فعل دونوں کو بنایا جا سکتا ہے...... جیسے عرب کہتے ہیں۔ ما اشغل بالشی یہ لفظ شغل بہ سے ماخوذ ہے جو سُئِلَ کے وزن پر آیا ہے لہٰذا تعجب کا اظہار اس چیز پر کیا جائے گا جس میں مشغول ہے نہ کہ مشغول ہونے والے پر تعجب کا اظہار کیا جائے گا۔

اسی طرح عرب کہتے ہیں ما اولعد بکذا یہ بھی مبنی لامفعول ہے کیونکہ اہل عرب اس فعل سے ہمیشہ مفعول کے معنی مراد لیتے ہیں۔ فاعل کے معنی مراد نہیں لیتے اسی طرح ما اعجبہ بکذا میں مبنی للمعغول کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ما احبہ الیہ میں محبت کا تعلق مفعول کے ساتھ ہے۔ اسی طرح ما ابغضہ الیہ کا تعلق بھی مفعول کے ساتھ ہے وامقتہ الیہ کا تعلق بھی مفعول کے ساتھ ہے۔

ایک مشہور مسئلہ کا بیان

یہاں ایک مشہور مسئلہ ہے جس کا ذکر سیبویہ نے کیا ہے۔ جب آپ ''ما ابغضی لہ''، ''ما احبی لہ'' یا ''ما امقتنی لہ'' کہتے ہیں تو یہ افعال، فاعل کے معنی میں استعمال ہوں گے اور فاعل کی حیثیت پر تعجب کا اظہار کریں گے لیکن جب آپ ما ابغضی ایہ، ما امقنی ایہ، ما اضبی ایہ، کہیں گے تو اب تعجب کا اظہار مفعول کی حیثیت پر ہوگا یعنی جو فعل تعجب ''ل'' کے ہمراہ ہوگا اس کا تعلق فاعل کے ساتھ ہوگا اور جو ''الیٰ'' کے ہمراہ ہوگا اس کا تعلق مفعول کے ساتھ ہوگا یعنی اگر آپ یہ کہیں ''ما احبہ الی'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص میرے نزدیک کتنا محبوب ہے۔

علم نحو کے اکثر ماہرین نے یہی اصول بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ''ل'' معنی میں فاعلت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے آپ سے پوچھا جائے ''لمن

Marfat.com

ہذا الفعل'' (یہ کام کس کا ہے؟) تو آپ کہیں گے ''لزید'' (زید کا ہے) جبکہ ''الی'' معنی میں مفعولیت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اگر آپ سے پوچھا جائے ''الی من یصل ہذا المغل'' (یہ کام کس تک پہنچے گا؟) تو آپ جواب دیں گے ''الی زید'' (زید تک)

اس کی حکمت یہ ہے کہ ''ل'' ملکیت، اختصاص اور استحقاق کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ فاعل کی بنیادی خصوصیات ہیں جو مالک اور مستحق ہوتا ہے جبکہ ''الی'' انجام بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور فعل کا انجام مفعول سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت کعب بن زہیر کا شعر

مفعول کے معنی میں فعل تعجب کی مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت کعب بن زہیر کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

فلهو اخوف عندی اذ اکلمهٔ
وقيل انك محبوسٌ و مقتولُ
من ضيغم من ضرآء الارض مخدرهٔ
ببطن عثر غيلٌ دونهٔ غيلُ

یہاں لفظ ''اخوف'' خاف کی بجائے خیف سے ماخوذ ہے جیسے احمد، حمد کی بجائے حمد سے ماخوذ ہے۔

اسی طرح ''ما اجنہ'' (وہ کیسا مجنوں ہے؟) یہ لفظ جُنَّ سے ماخوذ ہے۔

اہل بصرہ یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بہت کم استعمال ہوتے ہیں اس لئے اسے قاعدہ قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ نحو کے دیگر ماہرین کے نزدیک یہ بات عربوں کے عام محاورے میں شامل ہے اسے شاذ قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ شاذ وہ چیز ہوتی ہے جو عام محاورے سے مختلف ہو جبکہ یہ مثالیں شاذ نہیں ہیں۔

آپ نے پہلے فعل لازم کو فرض کہا اور پھر اسے مجہول کے صیغے میں منتقل کیا۔ اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

آپ نے جو دلیل پیش کی ہے کہ یہاں ہمزہ کے ذریعے فعل لازم کو متعدی کہا گیا ہے تو ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں ہمزہ متعدی کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ تعجب اور بفضل کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے فاعل میں ''الف''، مفعول میں

Marfat.com

''و''، بابِ افتعال میں ''ت'' مطارعۃ کے لئے استعمال ہوتی ہے اور اسی طرح دیگر حروف فعل ثلاثی کے ہمراہ مل کر معنی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے اصل معنی میں پیدا ہونے والی تبدیلی پر دلالت کرتے ہیں۔اسی طرح یہ ''ہمزہ'' متعدی کرنے کی بجائے تعجب کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس فعل کو ''ہمزہ'' کے ذریعے متعدی کیا جا سکتا ہو تو اسے حرفِ جر یا تضعیف (یعنی باب تفعیل پر لے جا کر ''ع'' کلمے کو مشدد پڑھا جائے) کے ذریعے متعدی کرنا بھی جائز ہونا چاہئے جیسے آپ کہہ سکتے ہیں۔

اَجْلَسْتُ زَیْدًا، جَلَّسْتُهٗ، جَلَسْتُ بِهٖ (میں نے زید کو بٹھایا)

اسی طرح دیگر مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

لیکن فعل تعجب میں اس ہمزہ کے نائب کے طور پر کچھ اور نقل نہیں کیا جا سکتا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ہمزہ متعدی کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔

(ii) فعل تعجب کے ہمراہ ''ب'' (حرفِ جر کے طور پر استعمال ہونے والا ''ب'' جو متعدی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے) کا اضافہ کیا جا سکتا ہے یعنی ''اکرم بہ'' کا مطلب ''ما اکرمہ'' اور ''احسن بہ'' کا مطلب ''ما احسن'' ہے لیکن کسی ایک فعل میں متعدی کرنے والے دو امور اکٹھے نہیں ہو جاتے۔

(iii) آپ کہتے ہیں ما اعطی زید للدراھم یا ما اکساہ للثیاب، یہ دونوں افعال بذاتِ خود متعدی ہیں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ما اعطما دراصل عطو سے ماخوذ ہے جس کا معنی کوئی چیز حاصل کرنا ہے اور پھر اس کے شروع میں ہمزہ لا کر اسے متعدی کہا گیا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی یہی تاویل بیان کی ہے کیونکہ اس صورت میں معنی میں فساد لازم آئے گا۔اس لئے کہ اس فعل کے ذریعے تعجب کا اظہار عطا کرنے پر کیا جا رہا ہے۔حاصل کرنے پر نہیں۔اس لئے اس میں ہمزہ تعجب اور تفضیل کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے اور جو فعل کا ہمزہ تھا اسے حذف کر دیا گیا۔اس لئے اس ہمزہ کو متعدی قرار دینا درست نہیں ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ اسے ''ل'' کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے جیسے ما اضرب لی زید، اگر یہ فعل لازم نہ ہوتا تو اسے ''ل'' کے ذریعے متعدی نہ کیا جاتا۔یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں

Marfat.com

''ل'' فعل کو تقویت دینے کے لئے ہے جبکہ وہ غیر منسلک ہونے کی وجہ سے کمزور ہو جائے گا اور صرف ایک ہی طریقے کو لازم کرنے کی وجہ سے افعال کے مخصوص طریقے سے ہٹ جائے گا۔ اس وقت اس کا بنیادی تقاضا کمزور پڑ جائے گا۔ اسے ''ل'' کے ذریعے تقویت دی جائے گی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے اگر فعل کے معمول کو اس پر مقدم کر دیا جائے تو ''ل'' کے ذریعے اسے تقویت دی جاتی ہے اور اس فعل کے مؤخر ہونے کی وجہ سے معمول کو لاحق ہونے والی کمزوری کو ''ل'' کے ذریعے دور کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ (یوسف:۴۳)

''اگر تم خوابوں کی تعبیر بیان کر سکتے ہو۔''

اسی طرح جب وہ اسم فاعل ہو تو بھی ''ل'' کے ذریعے تقویت دی جائے گی جسے آپ کہیں گے ''انا محب لک'' یا ''مکرم لزید'' وغیرہ یعنی جب یہ فعل ''منع صرف'' ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تو اسے ''ل'' کے ذریعے تقویت دی جائے گی یہی راجح مذہب ہے جیسا کہ آپ خود جائزہ لیں؟''

''احمد'' اور ''محمد'' کے اسرار

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کا نام ''محمد'' اور ''احمد'' کیوں رکھا گیا کیونکہ دیگر تمام مخلوق کے مقابلے میں آپ کی سب سے زیادہ اور افضل تعریف کی جاتی ہے لہٰذا یہ دونوں اسماء مفعول کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہی مختار مذہب ہے۔ آپ کی تعریف اور اپنی معنویت کے اعتبار سے اسے مراد لینا ہی بارغت کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اگر لفظ ''احمد'' کے ذریعے فاعل کے معنی لئے جائیں تو آپ کو ''حماد'' یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا کہیں گے جیسا کہ آپ کے نام مبارک ''محمد'' کا مطلب یہ ہے کہ جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے کیونکہ آپ اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرتے ہیں اس لئے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اگر آپ کے نام فاعل کے معنی میں ہوں تو آپ کو حماد کہنا زیادہ مناسب ہوگا جیسا کہ آپ کی امت کو ''حمادون'' کہا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ دونوں اسماء نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اور آپ کی ان خصوصیات کی بدولت مشتق کئے گئے ہیں جس کی موجودگی میں آپ اس بات کے مستحق ہیں

Marfat.com

کہ آپ کو ''محمد'' اور ''احمد'' کہا جائے کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں، اہل دنیا واہل آخرت جس کی تعریف کرتے ہیں۔ اہل آسمان اور اہل زمین جس کی تعریف کرتے ہیں اس لئے آپ کی انہی ناقابل شمار خصوصیات کی بدولت آپ کے یہ دونوں نام رکھے گئے ہیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ مقدار اور صفت کے اعتبار سے آپ کو قابل تعریف ہونے میں سب پر فوقیت حاصل ہے۔

فصل

ایک گروہ، جس میں ابوالقاسم سہیلی بھی شامل ہیں، اس بات کا قائل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا نام ''محمد'' رکھے جانے سے پہلے، آپ کا نام ''احمد'' رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے نام مبارک ''احمد'' کے ذریعے آپ کی آمد کی خوش خبری سنائی تھی۔

حضرت موسیٰ کی خواہش

ایک اور طویل حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس خواہش کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپ نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کی۔

''اے اللہ! میں اس امت کی شان عجیب وغریب دیکھ رہا ہوں تو اسے میری امت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ''احمد'' کی امت ہے تو حضرت موسیٰ نے دعا کی اے اللہ! مجھے ''احمد'' کی امت میں شامل کر دے۔'' [1]

جبکہ آپ کا نام نامی ''محمد'' صرف قرآن میں مذکور ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (محمد: ۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے جو اس (وحی) پر ایمان لائے جسے ''محمد'' پر نازل کیا گیا ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح: ۲۹)

''محمد، اللہ کے رسول ہیں۔''

ان حضرات کے نزدیک لفظ ''احمد'' فاعل کے معنی میں اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی آپ

---

[1] ابونعیم حلیۃ الاولیاء (376/3)

Marfat.com

سب سے زیادہ اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے ہیں اور ''محمد'' کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق آپ کی تعریف کرتی رہتی ہے لیکن یہ بات اس وقت ہوگی جب آپ کا وجود مسعود ظاہر ہوگا کیونکہ اسی وقت اہل آسمان اور اہل زمین آپ کی تعریف کریں گے۔ قیامت کے دن اہل محشر بھی اسی وقت آپ کی تعریف کریں گے جب آپ کا وجود مسعود ظاہر ہوگا اور آپ کے وجود سے بھلائیاں ظاہر ہوں گی۔ اس وقت مخلوق بار بار آپ کی تعریف کرے گی۔ اس لئے آپ کا نام ''محمد'' رکھنے کو ''احمد'' سے موخر کیا گیا ہے۔

اس کلام پر کئی اعتبار سے مناقشہ کیا جا سکتا ہے۔

انجیل میں بھی نبی اکرم ﷺ کو ''محمد'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور تورات میں بھی آپ کا یہ نام مبارک مذکور ہے۔ اس کا اعتراف ہر وہ عالم کرلے گا جسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوگا۔

اب ہم اس صریح نص کا تذکرہ کریں گے جو تورات میں موجود ہے اور پھر اس کی صحیح تفسیر بیان کریں گے۔

تورات میں ذکرِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضرت اسماعیل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

''ہم نے اسے ممادباد کے ذریعے برکت اور امان عطا کی۔''

اس بات کا ذکر حضرت اسماعیل کے ذکر کے بعد ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی اولاد میں بارہ عظیم لوگ پیدا ہوں گے جن میں ایک عظیم شخصیت کا نام ''ممادباد'' ہوگا۔ اہل کتاب کے جن علماء کو مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ''میں نے تورات کی ایک شرح میں اس کلام کی تشریح پڑھی ہے۔ شارح کہتے ہیں یہ دونوں لفظ معنوی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' پر مشتمل ہیں۔ آپ لفظ ''محمد'' کے حروف کا جائزہ لیں آپ کو دونوں ''م'' اور ''د'' عبرانی نام کے دو ''م'' اور ایک ''د'' کے مقابلے میں نظر آئیں گے۔ لفظ ''محمد'' کی صرف ''ح'' باقی رہ جائے گی جو عبرانی لفظ کے دیگر حروف کے مقابلے میں آئے گی اور وہ حروف ''ب''، دو ''الف'' اور دوسری ''د'' ہیں۔''

Marfat.com

عبرانی اسم مبارک کے اسرار

عبرانی نام کے دونوں الفاظ کے ذریعے دو کلمات مراد ہیں کیونکہ علم الاعداد کے مطابق ''ح'' کے آٹھ عدد ہوتے ہیں۔ ''ب'' کے دو عدد ہوتے ہیں اور ہر ایک ''الف'' کا ایک عدد ہوگا جبکہ ''ذ'' کے چار عدد ہوں گے۔ یوں یہ مل کر آٹھ ہو جائیں گے اور عددِ جملی کے اعتبار سے یہ ''ح'' کا حصہ ہوں گے۔ اس لئے یہ دونوں طرح کے لفظ دو کلمات میں ہوں گے اور وہ دونوں ''مماد باذ'' ہیں جس کا تین چوتھائی حصہ نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد'' پر صراحتاً دلالت کرتا ہے اور آخری چوتھائی حصہ تحریری طور پر اشارتاً دلالت کرتا ہے۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ اس تاویل کی دلیل کیا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اس کی تاویل وہ ہے جو علمائے یہود نے تورات کے اس نوعیت کے مشکل حروف کے بارے میں پیش کی ہے جیسے تورات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

> ''اے موسیٰ! بنی اسرائیل سے کہو ان کا ہر فرد اپنے کپڑے کے کنارے پر نیلے رنگ کا ڈورا باندھے جس کے آٹھ سرے ہوں اور جس پر پانچ گرہیں لگی ہوں اور اسے ''صیصیت'' کا نام دیں۔''

علمائے یہود فرماتے ہیں اس کی تاویل اور حکمت یہ ہے کہ جو شخص اس دھاگے کو دیکھے گا اس کے آٹھ سروں کو گنے گا اور اس کی پانچ گرہیں لگائے گا اور اس کا نام لے گا تو وہ اس چیز کا ذکر کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر فرض کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر 613 احکام نازل کئے تھے تو آپ دیکھیں اس نام میں ''ص'' دو مرتبہ استعمال ہوا اور ''ی'' دو مرتبہ استعمال ہوا۔ ان چاروں حروف کے مجموعی اعداد چھ سو ہیں۔ دونوں ''ص'' کے 200 اور دونوں ''ی'' کے 400 کناروں اور گرہوں کے تیسرا اعداد (مل کر 613 ہو گئے) گویا یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کئے جانے والے فرائض کو یاد رکھو۔ تورات کے بہت سے مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ ان دونوں حروف کا مطلب ''بہت زیادہ'' ہے۔ لفظ ''ماذ'' تورات میں الگ سے ''بہت زیادہ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے چونکہ دوسرے لفظ کے آغاز میں ''ب'' موجود ہے۔ اس وقت یہ مادہ درست نہیں ہوگا جب ان حروف کو ازلی کلام سے ارواح پر، کینونی رسم الخط میں حضرت موسیٰ پر نازل کیا گیا تو اس میں یہ حرف ''ب'' کے ساتھ لکھا ہوا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس

Marfat.com

سے وہ معنی مراد نہیں ہوں گے جو بعض لوگوں نے بیان کیے ہیں کہ یہ "بہت زیادہ" کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس تفسیر کے علاوہ کوئی دوسری تفسیر نہیں کی جاسکتی (کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک ہے) اس کی تائید تورات کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کے بارے میں بتایا۔

"اس کی اولاد میں 12 بزرگ پیدا ہوں گے جن میں سے ایک شخص کا نام "ممادباذ" ہوگا۔"

یہاں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ یہ دونوں لفظ دراصل کسی معین بزرگ کا نام ہیں جو حضرت اسماعیل کی اولاد میں پیدا ہوگا۔

اس سے ان شارحین کے موقف کی تردید ہو جاتی ہے جن کے نزدیک یہ لفظ مصدر کے معنی میں ہے اور تاکید کے لئے استعمال ہوتے ہیں کیونکہ جب یہ بات صراحتہً ثابت ہوگئی کہ یہ کسی معین شخص کا نام ہے تو اب یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ یہ معنوی طور پر اسم ہیں۔

عربی اور عبرانی زبان میں مماثلت

دیگر اہل علم فرماتے ہیں اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے کہ تورات میں اس لفظ سے مراد نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک ہے یا نہیں ہے کیونکہ تورات میں آپ کا نامِ مبارک اس سے واضح انداز میں موجود ہے۔ تورات کی زبان عبرانی ہے جو دیگر تمام زبانوں کے مقابلے میں عربی سے زیادہ قریب ہے حروف کی ادائیگی اور ان کی حرکات کے حوالے سے ان دونوں زبانوں میں خاصی مناسبت پائی جاتی ہے۔ جیسے

عرب کہتے ہیں (ہ)

اور عبرانی کہتے ہیں (لو)

عرب کہتے ہیں "قدس" اور عبرانی کہتے ہیں "قدش"

عرب کہتے ہیں "انت" اور عبرانی کہتے ہیں "انا"

عرب کہتے ہیں "یاتی کذا" اور عبرانی کہتے ہیں "یوتی"

عرب کہتے ہیں "قدسک" اور عبرانی کہتے ہیں "قدشا"

عرب کہتے ہیں "منہ" اور عبرانی کہتے ہیں "ممنو"

عرب کہتے ہیں "من پھوذا" اور عبرانی کہتے ہیں "مھوذا"

Marfat.com

عرب کہتے ہیں ''سمعتک'' اور عبرانی کہتے ہیں ''شمعیغا''
عرب کہتے ہیں ''من'' اور عبرانی کہتے ہیں ''می''
عرب کہتے ہیں ''یمینیہ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''مینو''
عرب کہتے ہیں ''امۃ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''اُموٗ''
عرب کہتے ہیں ''ارض'' اور عبرانی کہتے ہیں ''آریض''
عرب کہتے ہیں ''واحد'' اور عبرانی کہتے ہیں ''ایجاذ''
عرب کہتے ہیں ''عالم'' اور عبرانی کہتے ہیں ''عولام''
عرب کہتے ہیں ''یحبس'' اور عبرانی کہتے ہیں ''کیسیں''
عرب کہتے ہیں ''یاکل'' اور عبرانی کہتے ہیں ''یوخل''
عرب کہتے ہیں ''تین'' اور عبرانی کہتے ہیں ''تلین''
عرب کہتے ہیں ''الذ'' اور عبرانی کہتے ہیں ''اولوہ''
عرب کہتے ہیں ''الھنا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''الوہینو''
عرب کہتے ہیں ''ابانا'' اور عبرانی کہتے ہیں ''ابوتینا''

عبرانی کہتے ہیں ''یاصباع الوہیم'' اور اس کا معنی یا اصبح الالہ لیتے ہیں۔

عبرانی ''مانم'' کہہ کر ''ابن'' مراد لیتے ہیں۔

عبرانی ''حالیب'' سے ''حلیب'' مراد لیتے ہیں۔

عرب کہتے ہیں لا تاکل الجدی فی حلیب امہ، عبرانی جملے کو یوں بولتے ہیں، لوتوخل لذی باحالوب امو یعنی عبرانی ''لاتاکلوا'' کو ''لوتوخلوا'' کہتے ہیں۔ عبرانی ''کتب'' کو ''المشنا'' کہتے ہیں جس کا عربی میں مطلب ''المشناۃ'' ہے۔ یعنی جسے دہرایا جائے اور بار بار پڑھا جائے۔ دونوں زبانوں کی فرصت پر ہم اس سے زیادہ گفتگو نہیں کریں گے۔ اسی میں وہ راز پوشیدہ ہے جسے وہ شخص سمجھے گا جو ان دونوں امتوں اور شریعتوں کا تقابلی جائزہ لے گا۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر تورات کا ذکر قرآن کے ہمراہ آیا ہے۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَوَ لَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وقفة قف وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ○ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ

Marfat.com

اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (القصص: ۴۸-۴۹)

''اس سے پہلے عوض کو جو دیا گیا کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ دونوں (یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون) جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ہم دونوں کا انکار کرتے ہیں تم کہہ دو! تم اللہ کی طرف سے وہ کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو میں اس کی پیروی کرلوں گا، اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

''اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم پوچھو! موسیٰ جو کتاب لے کے آئے تھے وہ کس نے نازل کی تھی۔ (وہ کتاب جو) لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ (الانعام: ۹۱-۹۲)

''یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا یہ برکت والی ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔''

پھر اسی سورت کے آخر میں ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

''پھر ہم نے موسیٰ کو وہ کتاب عطا کی جو خوبیوں کے اعتبار سے مکمل تھی اور اس میں ہر شے کی تفسیر موجود تھی۔ وہ ہدایت اور رحمت تھی۔'' (وہ کتاب اس لئے عطا کی) تاکہ وہ (بنی اسرائیل) اپنے پروردگار سے ملاقات پر ایمان لے آئیں اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے، مبارک ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران کے آغاز میں ارشاد فرمایا ہے:

الٓـمّٓ ○لا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○ نَـزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِـالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ○ لا مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ (آل عمران: ۱-۴)

''الم! اللہ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی محبوب نہیں ہے۔ وہ حی اور قیوم ہے۔ اس نے حق کے ہمراہ وہ کتاب نازل کی جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے تورات اور انجیل نازل کی، اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَـقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ يَـخْشَـوْنَ رَبَّهُـمْ بِـالْـغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ (الانبیاء: ۴۸-۵۰)

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان، ضیاء اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت عطا کی۔ (وہ پرہیزگار) جو اپنے پروردگار سے غیبی طور پر ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں اور یہ مبارک ذکر جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔''

حضرت موسیٰ کو خراجِ تحسین

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے واقعات نقل کئے، انہیں دہرایا اور ان کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی تو آپ نے فرمایا:

لقد اوذی موسٰی باکثر من هذا فصبر

''موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔'' [1]

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

انـه كائنٌ في امتي ما كانَ في بني اسرائيل ' حتٰى لو كان فيهم من

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(3150)' مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح ''(1062)

Marfat.com

اتی امه علانیة لکان فی هذه الامة من یفعله

''بنی اسرائیل میں جو کچھ ہوا میری امت میں بھی وہی کچھ ہو گا اگر بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ طور پر زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ضرور کرے گا۔'' ۱

آپ ان دونوں رسولوں، کتابوں، شریعتوں، امتوں اور زبانوں کے درمیان تناسب پر غور کریں جب آپ ''محمد'' کے حروف اور ''ممادباذ'' کے حروف کا جائزہ لیتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے دونوں ایک ہی لفظ ہیں کیونکہ ان دونوں میں ''م'' موجود ہے اور ''ہمزہ'' اور ''ح'' کا مخرج ایک ہے۔

عبرانی زبان میں اکثر مقامات پر ''د'' کی جگہ ''ذ'' استعمال ہوتا ہے جیسے عبرانی ''واحد'' کو ''ایحاذ'' کہتے ہیں یا ''قدس'' کو ''قوذش'' کہتے ہیں۔

''د'' اور ''ذ'' ایک دوسرے کے قریب ہیں جو شخص ان دونوں زبانوں اور ان دونوں ناموں پر غور کرے گا اسے یقین آ جائے گا کہ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ دونوں زبانوں میں ایک طرح کے الفاظ کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے ''موسیٰ'' کو عبرانی میں ''موشیٰ'' کہا جاتا ہے جس کا معنی پانی اور درخت ہے۔ ''مو'' کا مطلب ''ماءُ'' (پانی) اور ''شیٰ'' کا مطلب ''شجر'' (درخت) ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کو آل فرعون نے پانی اور درخت کے درمیان سے اٹھایا تھا اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا ہے لہٰذا موسیٰ اور موشیٰ کے درمیان جو تفاوت پایا جاتا ہے وہی فرق ''محمد'' اور ''ممادباذ'' کے درمیان پایا جاتا ہے۔

اسی طرح اسماعیل کو عبرانی میں ''یشماعیل'' کہتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان وہی فرق موجود ہے جو محمد اور ''ممادباذ'' کے درمیان موجود ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام ''عیص'' تھا عبرانی میں انہیں ''عیسیٰ'' کہا جاتا ہے۔

ناموں کے علاوہ دیگر الفاظ میں بھی ان کی مثالیں دی جا سکتی ہیں جیسے ''یسمعون'' کو عبرانی میں ''یشماعون'' کہتے ہیں۔ ''اقیم'' کو عبرانی میں ''آقیم'' کہتے ہیں۔ ''من قارب'' کو ''می فارب'' کہتے ہیں ''اخوتہم'' کو ''اخیہم'' کہتے ہیں۔ اہل کتاب میں سے جن علماء کو

---

۱ ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2641) حاکم' ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (129/1)

Marfat.com

مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ سب ان باتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کا نامِ مبارک محمد موجود ہے اسی طرح تورات میں بھی یہ نام موجود ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جیسا کہ قرآن نے نقل کیا ہے آپ کا نام ''احمد'' اس لئے بیان کیا کیونکہ تورات میں آپ کا نام ''محمد'' اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور قرآن میں بھی آپ کا نام ''محمد''، ''احمد'' سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں نام موجود ہیں۔

اس سے پہلے یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ یہ دونوں نام درحقیقت دو صفت ہیں اور ان دونوں کا صفت ہونا ان دونوں کے نام ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اصل مقصود ان کا معنی ہے لہٰذا ہر امت کو آپ کی جس صفت کے بارے میں زیادہ واقفیت حاصل ہوئی اس نے اسی نام کے مطابق آپ کو پہچانا۔

''محمد'' مفعل کے وزن پر حمد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایسی بہت سی خوبیاں ہیں جن کی بار بار تعریف کی جائے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہو گا جب آپ کی خوبیاں، معارف، علوم، اخلاق، اوصاف اور ان افعال سے آگاہی حاصل ہو جن کی بدولت آپ یکے بعد دیگرے حمد کے مستحق قرار پاتے ہیں اور بلاشبہ بنی اسرائیل علم اور کتاب کے مالک تھے وہ کتاب جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (الاعراف: ۱۴۵)

''ہم نے اسے الواح میں وہ چیز لکھ کے دی جو ہر شے کے لئے نصیحت اور ہر شے سے متعلق تفصیل ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت حضرت مسیح کی امت کے مقابلے میں زیادہ علوم و معارف کی مالک ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح کی شریعت تورات اور اس کے احکام کے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ حضرت مسیح اور ان کی امت احکام کا مدار تورات پر رکھتے تھے اور انجیل گویا تورات کو مکمل کرنے کے لئے تھی مگر قرآن ان دونوں کتابوں کے محاسن کا جامع ہے۔

اس لئے اس امت میں نبی اکرم ﷺ ''محمد'' کے نام سے معروف تھے یعنی وہ ذات جس میں وہ تمام بھلائیاں موجود ہیں جن کی بدولت وہ یکے بعد تعریف کی مستحق قرار پاتی ہے اور حضرت مسیح کی امت نے آپ کو ''احمد'' کے نام سے پہچانا یعنی وہ ذات جو دوسروں کے

Marfat.com

مقابلے میں اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تعریف کی جائے جو حضرت مسیح کی امت کو حاصل نہیں ہے اسی لئے انجیل کی زیادہ تر تعلیمات کا تعلق مواعظ، زہد، اخلاق، بھلائی کی ترغیب، درگزر کرنا، دوسروں کی مدد کرنا وغیرہ جیسے امور پر مشتمل ہے۔

شریعت کی اقسام

یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ شریعت کی تین قسمیں ہیں:

وہ شریعت جو عدل کے مطابق ہو اور یہ تورات کی شریعت ہے جس میں حکم اور قصاص موجود ہیں۔

دوسری وہ شریعت جو فضل کے مطابق ہو اور یہ انجیل کی شریعت ہو جو معانی، عمدہ اخلاق، درگزر اور احسان کی تعلیمات پر مشتمل ہے جیسے اس کی تعلیمات میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص تمہاری چادر کھینچنا چاہے تم اسے اپنا لباس دے دو اور جو شخص تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تم اپنا بائیں گال آگے کر دو اور جو تمہارے ساتھ ایک میل ہے تم اس کے ساتھ دو میل چلو۔

ہمارے نبی کی شریعت ان دونوں کی تعلیمات کی جامع ہے۔ یہ قرآن کی شریعت ہے۔ قرآن عدل کا اور اس کے واجب ہونے کا ذکر کرتا ہے اور فضل کا اور اس کے مستحب ہونے کا بھی ذکر کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: ۴۰)

''برائی کا بدلہ اسی کی مانند برائی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لئے اس امت عیسوی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا نام اسم تفضیل کے وزن پر آیا ہے جو آپ کے فضل و کمال پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ آپ کی شریعت فضل پر مشتمل ہے اور تورات کی شریعت کی تکمیل کرتی ہے لیکن جو کتاب (یعنی قرآن) جو اپنے سے پہلے والی تمام کتابوں کی جامع ہے اس میں یہ دونوں نام اکٹھے ذکر کیے گئے ہیں۔ آپ ذرا اس پر غور کریں ان اسماء اور ان کے درمیان مناسبت ظاہر ہو جائے گی۔

شیخ ابوالقاسم کا یہ کہنا کہ ''محمد'' کا نام آپ کے وجود میں ظہور کے بعد لیا جا سکتا ہے

Marfat.com

کیونکہ تبھی آپ کی تعریف بار بار ہو سکتی ہے تو آپ کے نامِ مبارک ''احمد'' میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے۔ اسی طرح شیخ ابوالقاسم کا ''امی'' کے بارے میں یہ کہنا کہ اس وجہ سے ہے کہ آپ سب سے زیادہ اپنے پروردگار کی حمد کرتے ہیں اور اس معنی کو آپ کے قابل تعریف ہونے کے معنی پر ترجیح دی جائے گی۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ آپ اسم تفصیل کو فاعل کے معنی میں استعمال کریں گے لیکن اگر آپ دوسرے قول جو صحیح ہے کے مطابق اسے مفعول کے معنی میں استعمال کرتے ہیں تو اس وقت یہ توجیہہ درست نہیں ہو گی جس پر ہم پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں۔

Marfat.com

چوتھی فصل

لفظ آل کے معنی، اشتقاق اور احکام کا بیان

اس بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ لفظ آل دراصل ''اہل'' ہے جس میں ''ہ'' کو ہمزہ سے تبدیل کر دیا گیا تو یہ ''أأل'' ہو گیا۔ اس مؤقف کے قائدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب اس لفظ کا اسم تصغیر بنایا جاتا ہے تو اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے ''اہیل'' کیونکہ یہ لفظ بذاتِ خود کسی کی نزع ہے۔ اس لئے اسے بعض مخصوص اسماء کی طرف نسبت کے حوالے سے مخصوص کر دیا گیا ہے جیسے اس لفظ کو اسمائے زمان یا اسمائے مکان بلکہ وہ تمام اسماء جو علم نہ ہوں، ان کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ''آل رجل'' یا ''آل امراۃ'' نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اس اسم کی نسبت اسم ضمیر کی طرف نہیں کی جا سکتی جیسے ''آلہ و آل'' نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس لفظ کی نسبت صرف اسی ذات کی طرف کی جائے گی جو عظیم مرتبے کی مالک ہو جس طرح قسم میں ''وْ'' کی جگہ ''ت'' استعمال کی جاتی ہے جبکہ ''وْ'' بذاتِ خود فعل قسم کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے تو ''ت'' قائم مقام کی بھی قائم مقام ہو جائے گی۔ اس لئے اسے صرف معزز اور باعظمت ترین اسم کے لئے مخصوص کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک ہے۔

لفظ آل کی تحقیق پر اعتراضات

مگر یہ قول کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کسی ضرورت کے بغیر انتہائی شاذ تبدیلی لازم آتی ہے باوجودیکہ وہ اصول کے خلاف ہوتی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' کی نسبت عاقل اور غیر عاقل دونوں کی طرف کی جا سکتی

Marfat.com

ہے جبکہ لفظ ''آل'' کی نسبت صرف عاقل کی طرف کی جاسکتی ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' علم (کسی کا مخصوص نام) یا اسم نکرہ دونوں کی طرف مضاف ہوسکتا ہے لیکن لفظ ''آل'' صرف ذات کی طرف مضاف ہوگا جو عظمت کی مالک ہو اور دوسرے لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ لفظ ''اہل'' اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں کی طرف مضاف ہوتا ہے جبکہ لفظ ''آل'' کی اسم ضمیر کی طرف نسبت کو علم نحو کے بعض ماہرین نے ممنوع قرار دیا ہے اور جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک بھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کی طرف اس کی آل کو منسوب کیا جائے تو وہ خود بھی ان میں شامل ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر: ۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

(آل عمران: ۳۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں میں سے منتخب کیا ہے۔''

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

اِلَّا آلَ لُوْطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ (القمر: ۳۴)

''لوط کی آل کے سوا (سب عذاب کا شکار ہوئے) ہم نے انہیں (یعنی آلِ لوط کو) صبح کے وقت نجات عطا کی۔''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِىْ اَوْفٰى

''اے اللہ! ابو اوفہ کی آل پر درود نازل کر۔''

یہ قاعدہ اس وقت جاری ہوگا جب آل کے ہمراہ اس شخص کا ذکر نہ ہو جس کی طرف آل کی نسبت کی گئی ہے اگر آل کے ہمراہ اس کا بھی ذکر ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ

Marfat.com

پہلے اس کا ذکر الگ سے کیا جائے اور پھر وہ آل کے حکم میں بھی شامل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الگ سے ذکر کرنے کی وجہ سے آل میں اسے شامل کرنا ضروری نہ ہو لیکن ''اہل'' کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ جب آپ یہ کہیں گے جاء اھل زید (زید کے اہل خانہ آئے) تو زید خود ان میں شامل نہیں ہوگا۔

لفظِ آل کی دوسری تحقیق

دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ ''آل'' دراصل ''اول'' ہے۔ صحاح کے مصنف نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ''آل رجل'' سے مراد انسان کے اہل وعیال ہیں اور ''آلہ'' سے مراد انسان کے پیروکار ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک یہ لفظ ''آل یوول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں لہٰذا ''آل رجل'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس شخص کی طرف رجوع کریں اور اس کی طرف منسوب ہوں۔ اسی سے لفظ ''ایالہ'' ماخوذ ہے جو سیاست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا ''آل رجل'' سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو انسان کی طرف رجوع کرتے ہوں اور چونکہ انسان کی اپنی ذات دوسروں کی بہ نسبت اس رجوع کی زیادہ حقدار ہے اس لئے وہ اپنی آل میں شامل ہونے کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوگا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی آل کے لئے مخصوص ہے بلکہ وہ اس میں داخل ہوگا کیونکہ یہ مادہ (اول) شے کی اصل اور حقیقت کے اظہار کے لئے وضع کیا گیا ہے، اسی لئے کسی شے کی حقیقت ''تاویل'' کہا جاتا ہے کیونکہ اسی حقیقت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (الاعراف: ۵۳)

''وہ صرف اس کی تاویل کا انتظار کر رہے ہیں جس دن یہ تاویل آ گئی اس دن وہ لوگ اسے بھولے ہوئے تھے یہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کے پیغامبر حق کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔''

رسل عظام کی دی ہوئی اطلاعات کی تاویل اس حقیقت کا سامنے آ جانا اور ظاہری آنکھوں سے دکھائی دینا ہے۔ تاویل رؤیاء کا بھی یہی مفہوم ہے یعنی خواب کی حقیقت ظاہری طور پر دکھائی دے۔ اسی طرح اس سے خارجی خوابوں کی تاویل ماخوذ ہے یعنی وہ خواب جو

Marfat.com

عالم مثال میں دکھائی دیتے ہیں۔

تاویل کا لفظ انجام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء:۵۹)

''اگر تمہارے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف رونما ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ زیادہ بہتر اور زیادہ خوبصورت تاویل (انجام) ہوگی۔''

یعنی یہاں تاویل سے مراد بہترین انجام ہے کیونکہ امور کا انجام وہ حقائق ہوتے ہیں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اسی طرح لفظ تاویل، تفسیر کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ کسی کلام کی تفسیر بیان کرنے کا مطلب اس کے معنی بیان کرنا ہیں اور اس حقیقت کو بیان کرنا ہے جو اس کلام سے مراد لی جارہی ہے۔

اسی (اول) سے لفظ ''اوّل'' ماخوذ ہے کیونکہ یہ تمام اعداد کی اصل ہے۔ تمام اعداد اسی سے نکلتے ہیں۔

اسی طرح آل سے مراد انسان کی اپنی ذات بھی ہوسکتی ہے۔

اس قول کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ عرب اس بات کا التزام کرتے ہیں کہ لفظ آل کو اضافت کے ہمراہ نقل کیا جائے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لفظ آل کسی اضافت کے بغیر ذکر کیا جائے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نحنُ الَ اللهِ فی بلدتنا لم نزل الاً علٰی عهد اِرَمْ

''ہم اپنے علاقوں میں اللہ کی آل ہیں۔ ہم اِرم کے زمانے کی آل نہیں ہیں۔''

عرب اس بات کا بھی التزام کرتے ہیں کہ لفظ آل کی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو۔ اسم ضمیر کی طرف اس کی نسبت بہت کم کی جاتی ہے بلکہ علم نحو کے بعض ماہرین نے اسم ضمیر کی طرف اس کی نسبت کو لحن (غلطی) قرار دیا ہے۔

شیخ ابوعبداللہ بن مالک فرماتے ہیں اسے لحن قرار دینا درست نہیں ہے۔ یہ عربی زبان کے محاورے کا حصہ ہے تاہم بہت کم استعمال ہوتا ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

Marfat.com

انا الفارس الحامی حقیقة والدی — والی فما یحمی حقیقة آلکا؟

''میں شہسوار ہوں اور اپنے والد اور اپنی آل کی حقیقت کی حمایت کرنے والا ہوں۔ مگر تمہاری آل کی حقیقت کی حمایت کون کرے گا۔''

حضرت عبدالمطلب نے واقعۂ فیل کے موقع پر یہ شعر کہا تھا۔

وانصر علی آل الصلیب — و عابدیه الیوم آلك

''(اے اللہ!) صلیب کی آل اور اس کے عبادت گزاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد کر۔''

لہٰذا ان اشعار میں لفظ آل کی نسبت اسم ضمیر ''یک'' کی طرف کی گئی ہے۔

علم نحو کے بعض ماہرین یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''آل'' کی نسبت صرف اس نام کی طرف کی جاسکتی ہے جو کسی انسان کا نام ہو حالانکہ یہ لفظ انسان کے نام کے علاوہ دیگر الفاظ کی طرف بھی اضافت کے ساتھ منقول ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نجوت ولم یمنن علی طلاقه. — سوی زبد التقریب من آل اعوجا

''میں کامیاب ہو گیا اور مجھ پر یہ احسان صرف گھوڑے کی آل میں سے''

اعوج گھوڑے کا نام ہے۔[1]

علم نحو کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''آل'' کے احکام میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کی نسبت صرف اس ذات کی طرف کی جائے گی جو قابل تعظیم ہو اور جس کی پیروی کی جاتی ہو اسی لئے آل حائک (جولاہے کی اولاد) آل حجام (پچھنے لگانے والے کی اولاد) یا آل رجل (آدمی کی اولاد) نہیں کہا جاسکتا۔

جہاں تک اس لفظ کے معنی کا تعلق ہے تو ایک گروہ کے نزدیک آل کا اطلاق انسان کی اپنی ذات پر ہوتا ہے اور اس کے پیروکاروں پر ہوتا ہے۔ اہل خانہ اور عزیز و اقارب پر ہوتا ہے۔

پہلے معنی (یعنی انسان کی اپنی ذات) کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے مطابق جب حضرت ابواوفی صدقہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی

---

[1] الصناعہ لابن جنی (102/1) لسان العرب (34/1)

Marfat.com

''اے اللہ! ابواوفی کی آل (یعنی ان کی ذات) پر درود نازل کر۔''

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْن (الصافات: ۱۳۰)

''آلِ یٰسین پر سلام نازل ہو۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ (اس طرح درود پڑھو)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔''

یہاں آلِ ابراہیم سے مراد خود حضرت ابراہیم ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر جس درود کا نزول مطلوب ہے اس سے مراد وہی درود ہے جو حضرت ابراہیم پر نازل ہوا ان کی آل تبعاً اس میں شامل ہوگی۔

بعض محققین کی رائے اس سے مختلف ہے ان کے نزدیک ''آل'' کا اطلاق صرف رشتہ داروں اور پیروکاروں پر ہوسکتا ہے۔ آپ نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں آل سے مراد رشتہ دار ہیں۔ یعنی آلِ ابراہیم سے مراد دیگر انبیاء کرام ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا یہ کی جاتی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجے جیسے اس نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں موجود تمام انبیاء پر درود بھیجا تھا۔ نہ یہ کہ صرف حضرت ابراہیم پر جس طرح بھیجا تھا۔ جیسا کہ یہی مضمون بعض دیگر روایات میں صراحتاً ان الفاظ میں منقول ہے...... کہ جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔

آلِ یاسین کی تحقیق

جہاں تک قرآن کی اس آیت کا تعلق ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْن (الصافات: ۱۳۰)

''الیاس پر سلام نازل ہو۔''

گو اس آیت کی دو قرأت ہیں۔

ایک قرأت الیاسین ہے۔ یہ لفظ اسماعیل کے وزن پر ہے اس کی دو صورتیں ہوسکتی

Marfat.com

ہیں۔

(i) یہ اللہ کے نبی حضرت الیاس کا دوسرا نام ہو یعنی الیاس اور الیاسین اسی طرح ہوں جیسے میکال اور میکائیل (ایک ہی فرشتے کے دو نام ہیں)

(ii) یہ جمع کا صیغہ ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ الیاس کی جمع ہو اس وقت یہ دراصل الیاسین ہو گا جیسے عبرانین ہے پھر دو ''ی'' میں سے ایک کی تخفیف کر دی گئی تو الیاسین بن گیا اور اس سے مراد حضرت الیاس کے پیروکار لوگ ہوں گے جیسا کہ مسی بوید نے اشعرون اور اعجون کی مثال دی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ الیاس کی جمع ہو اور اس میں ''ی'' محذوف ہو۔

دوسری قرأت یہ ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰی آلِ یَاسِیْن (الصافات: ۱۳۰)

اس کی بھی کئی صورتیں ہیں۔

(i) یٰسین، حضرت الیاس کے والد کا نام تھا اور انہی کی طرف لفظ ''آل'' کی نسبت کی گئی ہے۔ جیسے آلِ ابراہیم۔

(ii) آل یاسین سے مراد حضرت الیاس خود ہیں گویا لفظ آل کی نسبت لفظ یاسین کی طرف ہے مگر آل سے مراد یاسین خود ہیں۔

(iii) ''دی'' نسبت کو محذوف کر دیا گیا اور کہا گیا جو اصل میں یاسین تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور آل سے مراد آپ کے دین کے پیروکار لوگ ہوں گے۔

(iv) یاسین سے مراد قرآن مجید ہے اور آل یاسین سے مراد اہل قرآن ہیں۔

(v) یاسین سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور آلِ یاسین سے مراد آپ کے عزیز واقارب اور آپ کے پیروکار ہیں...... جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

یہ تمام اقوال ضعیف ہیں اور تمام مشکل اس وقت پیش آئی جب لفظ ''آل'' کی اضافت ''یاسین'' کی طرف کی گئی کہ آیا ان کا نام الیاس ہے یا الیاسین ہے کیونکہ قرآن میں یہ دونوں لفظ الگ الگ لکھے گئے ہیں۔ اس لئے بعض قراء نے اسے آل یاسین پڑھا ہے پس اہل علم کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت الیاس کے مختلف نام ہیں یاسین، الیاسین، الیاس اور ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یاسین حضرت الیاس کی بجائے کسی اور کا نام ہے پھر ان

Marfat.com

میں بھی اختلاف ہے۔

کلبی کہتے ہیں یاسین سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی آل پر سلام بھیجا ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک یاسین سے مراد قرآن ہے۔

تحقیق پر نقد و تبصرہ

لیکن یہ تمام اقوال درست نہیں ہیں۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ہماری تحقیق کے مطابق) یہ لفظ اصل میں ''آلِ یاسین'' ہے جیسے آل ابراہیم ہوتا ہے۔ اس کے آغاز میں ''ال'' کو حذف کر دیا گیا کیونکہ امثال کا اجتماع لازم آتا ہے اور خود اسم حذف شدہ مقام پر دلالت کرتا ہے۔ عربوں کے کلام میں یہ بات عام ہے کہ جب ایک ہی جیسے حروف اکٹھے ہو جائیں تو وہ ان سب کے تلفظ کو ناپسند کرتے ہیں لہٰذا جس حرف کو حذف کرنے میں کسی غلط فہمی کا امکان نہ ہو اسے حذف کر دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات ایک جیسے حروف میں سے کسی حرف کو حذف نہیں بھی کیا جاتا۔ اِنّی، اَنّی، کانی اور لکنی وغیرہ اسی طرح یتنی میں بھی حذف نہیں کرتے جب ''لعل'' میں ''لام''، ''ن'' کے مشابہ ہو تو اس کے ہمراہ ''ن'' کو محذوف کر دیتے ہیں۔ عجمی اسماء میں عرب عام طور پر اس طرح کی تبدیلیاں کر دیتے ہیں اس لئے وہ کبھی ''الیاسین'' کہتے ہیں کبھی ''الیاس'' کہتے ہیں اور کبھی ''یاسین'' کہتے ہیں۔ بعض اوقات ''یاس'' بھی کہہ دیتے ہیں پس ایک قرأت کے مطابق قرآن میں سلام خود حضرت الیاس پر نازل ہوا ہے اور دوسری قرأت کے مطابق ان کی آل پر نازل ہوا ہے۔

اسی اصول کے تحت ان دو گروہوں کے درمیان بھی فیصلہ ہو جائے گا جن میں یہ اختلاف ہے کہ اگر آل کو الگ سے ذکر کیا جائے تو جس شخص کی طرف آل کی نسبت کی گئی ہے کیا وہ خود اس آل میں شامل ہوگا (تو صحیح قول یہی ہے کہ وہ شامل ہوگا) جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَدْخِلُوْٓا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر: ۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دو۔''

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں فرعون بھی اپنی آل کے حکم میں شامل ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (الاعراف: ۱۳۰)

''اور ہم نے آلِ فرعون کو برسوں (قحط) میں مبتلا رکھا۔''

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِىْ اَوْفٰى

''اے اللہ! ابواوفی کی آل پر درود نازل کر۔''

بلاشبہ حضرت ابواوفی خود بھی اس میں شامل ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (درود اس طرح پڑھو)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔''

بخاری کی اکثر روایات میں یہی الفاظ ہیں اور یہاں حضرت ابراہیم اپنی آل کے حکم میں داخل ہیں۔

شاید کسی کے اس قول سے اسی مفہوم کی وضاحت مقصود ہے کہ انسان کی آل اس کی ذات ہوتی ہے۔ (یعنی اس کی ذات بھی اس کی آل کے حکم میں شامل ہوتی ہے)

اب یہ مسئلہ رہ گیا کہ اگر کسی شخص کا ذکر کیا جائے اور پھر اس کی آل کا بھی ذکر کیا جائے تو وہ شخص آل کے حکم میں شامل نہیں ہوگا لہٰذا علیحدہ لفظ یا ساتھ ملے ہوئے لفظ کے کے درمیان فرق ہوگا اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز زید کو اور زید کی آل کو دو تو اب یہاں زید اپنی آل کے حکم میں شامل نہیں ہوگا لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز آل زید کو دو تو اب زید بھی آل میں شامل ہوگا۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں جنہیں ہم کسی اور مقام پر ذکر کریں گے۔

اصول یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کا اپنے معنی و مفہوم پر دلالت انفرادی یا اجتماعی طور پر ذکر کرنے سے مختلف ہو جاتی ہے جیسے فقیر اور مسکین کو جب اکٹھا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد دو صنفیں ہوں گی اور جب ان میں سے ہر ایک کو الگ ذکر کیا جائے تو یہ ایک صنف ہوں گے جیسے زکوٰۃ کے حکم میں یہ دونوں دو صنفیں ہیں اور کفارات کے حکم میں یہ ایک صنف ہیں۔ اسی طرح ایمان اور اسلام، بر اور تقویٰ، فحشی اور منکر، فسق اور عصیان وغیرہ کی بھی یہی صورت ہو

Marfat.com

گی۔اس کی مثالیں بے شمار ہیں بطورِ خاص قرآن میں بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

فصل

نبی اکرم ﷺ کی آل کے بارے میں چار اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جس کے لئے صدقہ لینا حرام ہے۔

ان کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔امام شافعی اسی بات کے قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔امام مالک کے اصحاب میں سے ابن قاسم نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم کے اوپر (نبی اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ) غالب تک تمام حضرات کی اولاد اس میں شامل ہے۔اس میں بنو مطلب، بنوامیہ، بنو نوفل اور ان کے اوپر بنو غالب تک تمام لوگ شامل ہوں گے۔

امام مالک کے شاگردوں میں سے ''اشہب'' نے اس قول کو اختیار کیا ہے ان کا یہ قول ''الجواہر'' کے مصنف نے نقل کیا ہے۔ تاہم ''التبصرۃ'' کے مصنف شیخ لخمی نے یہ قول ''اشہب'' کی بجائے ''اصبغ'' کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آل پر صدقہ وصول کرنے کے حرام ہونے کے قائل حضرات میں امام شافعی، امام احمد اور بہت سے فقہاء شامل ہیں۔امام احمد اور امام شافعی کے اکثر اصحاب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آل کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف آپ کی اولاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔

شیخ ابن عبدالبر اندلسی اپنی کتاب ''التمہید'' میں حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فقہاء کے ایک گروہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ آلِ محمد میں صرف نبی

Marfat.com

اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی اولاد شامل ہیں کیونکہ ایک حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

اور حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

''اے اللہ! تو حضرت محمد، آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی آل پر درود نازل کر۔''

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آلِ محمد سے مراد ازواجِ مطہرات اور نبی اکرم ﷺ کی اولاد امجاد ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کسی زوجۂ محترمہ یا آپ کی اولاد میں سے کسی کو صلی اللہ علیک (اللہ تعالیٰ تم پر درود بھیجے) کہہ سکتا ہے۔ سامنے موجود ہونے پر یہ کہے اور غیر موجودگی میں صلی اللہ علیہ کہہ سکتا ہے ان کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' کا معنی یکساں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیویاں اور اولاد ہوتی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد قیامت تک آنے والے آپ کے تمام پیروکار ہیں۔ ابن عبدالبر نے بعض اہل علم کا یہ قول نقل کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہ شامل ہیں۔ ان کا یہ بیان امام بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہ قول سفیان ثوری اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام شافعی کے بعض اصحاب نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ شیخ ابوطیب طبری نے اپنی تعلیق میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ امام محی الدین نووی نے صحیح مسلم کے حاشیے میں اس قول کو ترجیح دی ہے اور ازھری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ

Marfat.com

ہیں۔ قاضی حسین نے یہ قول نقل کیا ہے راغب اور دیگر اہل علم نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

فصل

آل سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول یعنی آپ کی آل سے مراد وہ حضرات ہیں جن کے لئے صدقہ وصول کرنا حرام ہے اور پھر ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

كان رسولُ الله ﷺ يؤتى بالنخل عند صرامهٖ ' فيجيء هذا بتمرةٍ ' وهذا بتمرةٍ حتٰى يصيرَ عندهٗ كومٌ من تمر ' فجعل الحسنُ والحسينُ يلعبان بذلك التمر ' فاَخذ اَحدُهما تمرةً ' فجعلها فى فيهِ ' فنظرَ اليه رسولُ الله ﷺ فاَخرجها من فيه ' قال : ''اَما علمت اَنَّ آلَ محمدٍ لا ياكلون الصدقة''

ایک مرتبہ کھجوریں اتارنے کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی جارہی تھیں۔ ہر شخص اپنے حصے (کی زکوٰۃ یا عشر) کے مطابق کھجوریں لے کر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر اکٹھا ہو گیا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین ان کھجوروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالی۔ نبی اکرم ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو آپ نے ان کے منہ میں سے کھجور نکالتے ہوئے فرمایا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ محمد کی آل پر صدقہ کھانا حرام ہے۔

اسی روایت کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے مگر ان کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنا لا تحل لنا الصدقةُ

''ہمارے لئے صدقہ (کھانا) حلال نہیں ہے۔''

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1485) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1069)

Marfat.com

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت زید بن ارقم کے اس بیان کے طور پر نقل کیا ہے۔

قام رسولُ اللہ ﷺ یوماً خطیباً فینا بماءٍ یدعی خمًّا بین مکۃَ والمدینۃ' فحمدَ اللہ تعالیٰ' وأثنی علیہ' وذکر' ووعظ' ثم قال: ''اَمّا بعد: الا ایھا الناسِ انما انا بشرٌ یوشك ان یاتینی رسولُ ربی عزوجل' وانی تارکٌ فیکمْ ثقلین: اولھما کتاب اللہ عزوجل' فیہ الھدیٰ والنور' فخذوا بکتاب اللہ' واستمسکوا بہ'' ' فحثَّ علی کتاب اللہ' ورغّبَ فیہ' وقال: ''وأھلُ بیتی' اذکرکم اللہ فی اھل بیتی! اذکرکم اللہ فی اھل بیتی!''

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک کنواں ہے جسے ''خم'' کہا جاتا تھا۔ (حجۃ الوداع سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر ہمیں خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر وعظ ونصیحت کی اور پھر فرمایا:

اما بعد اے لوگو! میں ایک انسان ہوں۔ میرے پروردگار کا فرستادہ (موت کا فرشتہ) عنقریب میرے پاس آنے والا ہے میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور موجود ہے پس تم اللہ کی کتاب کو حاصل کرلو اور اسے مضبوطی سے تمام لو۔

(راوی کہتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں لوگوں کو ترغیب دی اور پھر فرمایا:

(دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

(اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ارقم کے شاگرد) حصین بن سبرہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا حضرت! اہل بیت کون ہیں؟ کیا نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ تو حضرت زید نے جواب دیا آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہل بیت میں شامل ہیں (مگر یہاں) اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

حضرت علی، حضرت علی کی آل، حضرت عقیل کی آل، حضرت جعفر کی آل اور حضرت عباس کی آل۔

میں نے پوچھا کیا ان سب لوگوں کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے؟ تو حضرت زید نے فرمایا ہاں! [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

ان الصدقة لا تحل لآل محمد

''آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔'' [2]

تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے جس کے مطابق خاتون جنت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق کو پیغام بھجوایا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی میراث میں سے حصہ دیا جائے۔ وہ میراث جس کا تعلق ''مالِ فے'' کے ساتھ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے جواب بھجوایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لا نورث ' ما ترکنا صدقة

''ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' [3]

اس لئے حضرت محمد کی آل اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال میں سے کھا سکتی ہے لیکن وہ ضروری خوراک سے زیادہ اس میں سے کچھ وصول نہیں کر سکتے۔

اس لئے نبی اکرم ﷺ کی آل کو درج ذیل خصوصیات حاصل ہیں۔

ان کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت (مالی) وصول نہیں کر سکتے، انہیں خمس میں سے پانچواں حصہ وصول کرنے کا حق حاصل ہے اور صرف انہی پر درود

---

[1] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2408) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (367,366/4) مسند عبد بن حمید (265) ابن خزیمہ (2357)

[2] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' 1072' موطا (1000/2) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (279/2)

[3] بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6730) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1758) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2977,2976) مالک' موطا (993/2)

Marfat.com

بھیجا جا سکتا ہے۔

صدقے کی حرمت، خمس کے پانچویں حصے کا استحقاق اور عدم وراثت نبی اکرم ﷺ کے بعض قریبی رشتہ داروں کی خصوصیت ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے اس لئے درود شریف کا بھی یہ حکم ہوگا کہ وہ آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے۔

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث نے انہیں (یعنی عبدالمطلب بن ربیعہ) اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ تم دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کرو کہ یا رسول اللہ! ہمیں صدقات کی وصولی کا نمائندہ مقرر کر دیں۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے)

ان هذه الصدقة انما هي او ساخ الناس' وانها لا تحل لمحمد' ولا لآل محمد

''یہ صدقہ لوگوں کا میل ہے یہ محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔'' [1]

پانچویں دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیاہ آنکھوں اور سیاہ دھبوں والے ایک طویل سینگوں والے دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں)

نبی اکرم ﷺ نے اس دنبے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور اسے ذبح کرتے ہوئے یہ فرمایا:

بسم الله ' اَللّٰهُمَّ تقبل' من محمد' ومن الِ مُحَمَّدٍ ' ومن اُمة محمّد

''اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اے اللہ! محمد، محمد کی آل اور محمد کی امت کی طرف سے (اس قربانی کو) قبول فرما۔'' [2]

اس کے بعد آپ نے اس کی قربانی کی۔

امام مسلم نے اس روایت کو انہی الفاظ میں نقل کیا ہے (جس میں صرف عطف کے ہمراہ امت اور آل میں فرق کیا گیا ہے) عطف کی حقیقت مغایرت ہے اور آل کی یہ نسبت

---

[1] مسلم 1072 'ابوداؤد 2958 'نسائی 105/5

[2] مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1967) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792)

Marfat.com

امت کا مفہوم وسیع اور عام ہے۔

اس قول کے قائلین یہ کہتے ہیں لفظ ''آل'' کی وضاحت کسی اور کے قول کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے کلام کے ذریعے کرنا زیادہ بہتر ہے۔

فصل

آل سے مراد اولادِ پاک اور ازواجِ مطہرات ہیں

دوسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولادِ امجاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔ اس موقف کی تائید میں شیخ ابن عبدالبر اندلسی نے جو دلیل پیش کی ہے اسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی درود شریف کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ

''اے اللہ! حضرت محمد، ان کی ازواج اور اولاد پر درود نازل کر۔''

جبکہ دیگر احادیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

یعنی پہلی حدیث دوسری حدیث کے الفاظ کی تفسیر بیان کر رہی ہے۔

اس موقف کے قائلین دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! محمد کی آل کو صرف ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔''[1]

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا ضرور قبول ہوئی ہوگی مگر اس دعا کے اثرات بنوہاشم یا بنومطلب تک نہیں پہنچے کیونکہ ان میں اغنیاء اور صاحب ثروت لوگ موجود رہے ہیں اور آج تک ہیں۔ مگر آپ کی ازواجِ مطہرات اور اولادِ امجاد کا رزق صرف ان کی خوراک کے بقدر ہوتا تھا۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کو خلفاء کی طرف سے جو وظائف ملتے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6460) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1055) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2361) ابن ماجہ (4139)

Marfat.com

تھے وہ سب صدقہ کر دیا کرتی ہیں اوران کے اپنے استعمال میں صرف ضروری خوراک جتنا رزق آتا تھا۔ ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک ہی نشست میں وہ سب تقسیم کر دیا۔ آپ کی خادمہ نے عرض کی اگر آپ اس میں سے ایک درہم رکھ لیتیں تو ہم اس کا گوشت خرید لیتے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تم پہلے یاد کروا دیتی تو میں ایسا کر لیتی۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ ''صحیحین'' میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان منقول ہے۔

ما شبع آلُ محمد ﷺ من خبزٍ مادومٍ ثلاثة ایام حتی لحق باللہ عزوجل

''نبی اکرم ﷺ کے وصال ظاہری تک آلِ محمد نے کبھی بھی لگاتار تین دن تک سالن کے ہمراہ روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔'' [1]

یہ طے ہے کہ حضرت عباس اور ان کی اولاد یا بنو مطلب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔

ازواج کو آل میں اور بالخصوص نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو آپ کی آل میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کیونکہ ان کا تعلق ایک اعتبار سے (آپ کی اولاد کے) نسبی تعلق سے مشابہت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ ازواجِ مطہرات کا تعلق آپ سے ختم نہیں ہو سکتا۔ آپ کی ظاہری حیات میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی وہ دیگر تمام لوگوں کے لئے حرام ہیں۔ گویا وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں لہٰذا ان کا آپ کے ساتھ تعلق نسبی تعلق کے قائم مقام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان پر درود بھیجنے کی تشریح کی ہے۔ اس لئے صحیح قول یہ ہے جس کی امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بھی صدقہ کھانا حرام ہے کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور آپ کی آلِ پاک کو اولادِ آدم کے سارے میل سے پاک رکھا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اس فرمان میں داخل ہوں۔

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6454) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2970)

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے بقدر رزق عطا فرما۔''

یا قربانی سے متعلق آپ کے اس فرمان میں شامل ہوں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! یہ (قربانی) محمد اور آلِ محمد کی جانب سے ہے۔'' [1]

یا (ازواجِ مطہرات) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں شامل ہوں کہ

ما شبع آلُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز برٍ

''اللہ کے رسول کی آل نے کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی۔'' [2]

اسی طرح ازواجِ مطہرات درود شریف کے ان الفاظ بھی شامل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر درود نازل کر۔''

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات ان سب روایات میں شامل ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے حکم میں نہ شامل ہوں۔

ان الصدقة لا تحل لمحمدٍ ولا لآل محمدٍ

''بے شک صدقہ، محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔''

باوجودیکہ صدقہ لوگوں کا میل ہے اور ازواجِ مطہرات اس بات کی زیادہ مستحق ہیں کہ اس میل سے محفوظ رہیں اور اس سے دور رہیں۔

اب اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ اگر ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کو حرام قرار دیا جائے تو ان کے موالی (آزاد کردہ غلاموں اور کنیزوں) کے لئے بھی صدقہ قبول کرنا حرام ہونا چاہئے جیسے بنو ہاشم کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے تو ان کے موالی کے لئے بھی اسے قبول کرنا حرام ہے اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا اور انہوں نے اس گوشت کو کھایا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت ان کے لئے حرام قرار

---

[1] مسلم' بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1967) ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792) احمد' ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (78/6)

[2] بخاری' ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5423) مسلم' بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (20/2970)

Marfat.com

نہیں دیا حالانکہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھی۔ [1]

جو فقہاء ازواجِ مطہرات کے لئے صدقہ قبول کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ یہ سوال پیش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنیت کی وجہ سے بالتبع ان کے لئے صدقہ حرام ہے یعنی آپ کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ان کے لئے صدقہ قبول کرنا جائز تھا تو گویا رشتۂ ازواجیت میں منسلک ہونے کے بعد یہ ضرورت فرعی طور پر ان کے لئے ثابت ہو گی جبکہ آزاد کردہ غلام یا کنیز کی حرمت بھی اس کے آقا کی حرمت کی فرع ہوتی ہے اس لئے جب بنو ہاشم کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام قرار پائے گا تو ان کے موالی کے لئے بھی تبعاً حرام ہوگا لیکن ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کی حرمت خود تبعاً ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کا حکم ان کے عوالی تک منتقل نہیں ہوگا کیونکہ یہ فرع کی فرع ہو جائے گی۔

ازواجِ مطہرات کے آل میں شامل ہونے کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

”اے نبی کی ازواج! اگر تم میں سے کوئی ایک کسی واضح برائی کی مرتکب ہوئی تو اسے دگنا عذاب دیا جائے گا“

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

”اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم پرہیز گار رہو“

یہاں تک کہ فرمایا۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (الاحزاب:۳۳)

---

[1] بخاری، ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ”الجامع الصحیح“ (5097) مسلم بن الحجاج القشیری ”الجامع الصحیح“ (1504/10) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ”المسند“ (46/6)

Marfat.com

''اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔
اے اہل بیت بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ تم سے خرابی کو دور رکھے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک و صاف رکھے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔''

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ان آیات کا سیاق ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے انہیں اہل بیت سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

فصل

آل سے مراد تمام امتی ہیں

تیسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد قیامت تک آنے والے نبی اکرم ﷺ کے تمام امتی اور پیروکار ہیں۔

اس موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کسی بھی قابل تعظیم پیشوا کی آل سے مراد اس کے دین اور حکم کے پیروکار ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قریب میں ہوں یا بعید میں ہوں۔

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کا اشتقاق بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ لفظ ''آل یعول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنا ہیں...... اور تمام پیروکار اپنے پیشوا کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں کیونکہ وہی ان کا امام ہوتا ہے اور اس کی ذات ان کی مرجع ہوتی ہے۔

اسی لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب: ۳۴)

اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ (القمر: ۳۴)

''(اللہ کے عذاب نے ان کی قوم کو گرفت میں لے لیا) سوائے آلِ لوط کے، ہم نے انہیں سحر کے وقت نجات عطا کی۔''

اس آیت میں آل سے مراد حضرت لوط کے پیروکار اور آپ پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ خواہ وہ آپ کے قریبی عزیز ہوں یا نہ ہوں۔''

Marfat.com

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر:۴۶)

''آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔''

یہاں بھی فرعون کی آل سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر دونوں کو اپنی گود میں بٹھایا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کو اپنے قریب کرکے ان سب پر اپنی چادر ڈالی اور پھر فرمایا، اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ حضرت واصلہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، تو آپ نے فرمایا، تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔'' [1]

اس روایت کو امام بیہقی نے بہترین سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت واصلہ بن اسقع کا تعلق بنولیث بن بکر کے ساتھ تھا اور ان کا شمار نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں میں کیا جا سکتا ہے۔

فصل

آل سے مراد پرہیزگار لوگ ہیں

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ ہیں۔

اس موقف کے قائلین دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کرتے ہیں جسے طبرانی نے، اپنی معجم میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا آل محمد کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہر پرہیزگار شخص پھر اللہ کے رسول نے یہ آیت تلاوت کی۔''

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۸)

---

[1] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین' ''السنن الکبریٰ'' (152/2) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (66/22)

Marfat.com

''اس کے اولیاء صرف پرہیزگار لوگ ہیں۔'' [1]

طبرانی کہتے ہیں یہ روایت صرف نوح نے نقل کی ہے۔

اسی روایت کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ [2]

(طبرانی کی روایت کے راوی) نوح اور (بیہقی کی روایت کے راوی) نافع ابو ہرمز یہ دونوں حضرات مستند نہیں ہیں بلکہ ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

اس قول کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے، ان کے بیٹے کے بارے میں یہ کہا تھا۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود:۴۶)

''وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل ٹھیک نہیں ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے شرک کے سبب اسے حضرت نوح کی اہل میں سے نکال دیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کے پیروکار لوگ ہیں۔

امام شافعی نے اس کا بہترین جواب دیا ہے کہ یہاں آپ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا بیٹا تمہارے ان ''اہل'' میں شامل نہیں ہے جنہیں ہم نے کشتی میں بٹھانے کا حکم دیا ہے اور جن کی نجات کا ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

اِحْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (ھود ۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے۔''

پس حضرت نوح کا بیٹا آپ کے ان اہل میں شامل نہیں تھا جن کی نجات کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی تھی۔

ابن قیم کہتے ہیں، اس تفسیر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت نوح پر ایمان لانے والے لوگ الگ قسم ہیں اور ان کے

---

[1] طبرانی 'سلیمان بن احمد' المعجم الصغیر (310) معجم الاوسط (3356) ہیثمی 'مجمع الزوائد (269/10)

[2] بیہقی 'ابوبکر احمد بن حسین' السنن الکبریٰ ''سنن الکبریٰ (152/2)

Marfat.com

اہل میں شامل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ (هود: ۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے اور جو ایمان لایا ہے (اسے بھی کشتی میں بٹھا لو۔)''

یعنی ہر مخلوق کے جوڑے اور آپ کے اہل کے ہمراہ حرف عطف کے ذریعے ایمان لانے والوں کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع کے حوالے سے نقل کی جانے والی حدیث سے بطورِ خاص یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔ عام امت کی امیت کی بہ نسبت صرف حضرت واصلہ کی تخصیص زیادہ مناسب ہے گویا نبی اکرم ﷺ نے بطورِ تشبیہ یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص واصلہ کی مانند (پرہیز گار ہوگا) وہ اس قسم کا مستحق قرار پائے گا۔

چاروں اقوال کے قائلین کے یہ دلائل تھے۔

پہلا قول صحیح ہے۔ دوسرا قول اس کے قریب ہے لیکن تیسرا اور چوتھا قول ضعیف ہیں جن کا ضعف نبی اکرم ﷺ کے ان اقوال سے ثابت ہو جاتا ہے۔

ان الصدقة لا تحل لال محمد

''بے شک آلِ محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

انما یاکل آلُ محمدٍ من هذا المال

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔''

ان تمام روایات میں کسی بھی طرح سے آل سے مراد ساری امت نہیں لی جا سکتی۔ اس لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ درود شریف میں مذکور آل سے مراد وہی آل لی جائے جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی ان احادیث میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں ہے۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتًا

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات اور اپنی اولاد پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آل کا لفظ انہی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ دیگر دلائل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل کا لفظ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ! کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

''اے اللہ! اُمی نبی حضرت محمد پر درود نازل کر اور ان کی ازواج جو امہات المؤمنین ہیں اور ان کی ذریت اور ان کے اہل بیت پر (درود نازل کر) جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا'' [1]

لہٰذا اس درود شریف میں ازواج مطہرات، اولاد امجاد اور اہل بیت کو جمع کر دیا گیا ہے۔ متعین طور پر ان کی تشریح اس لئے کی گئی ہے تاکہ اس بات کو ظاہر کر دیا جائے کہ یہی لوگ آل میں شامل ہونے کے صحیح حقدار ہیں اور یہ آل سے خارج نہیں ہیں بلکہ اس میں شامل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے جیسے خاص کا عطف عام پر کیا گیا ہو یا اس کے برعکس ہوتا کہ خصوصی شرف سے مقابل کو آگاہ کیا جا سکے۔ نوع کی ایک مخصوص قسم کو بطور خاص اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ اس نوع کے افراد میں شامل ہونے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ یہاں دو طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ عام سے پہلے یا بعد میں خاص کو ذکر کیا جائے اور کوئی قرینہ اس بات پر دلالت کرلے کہ عام سے مراد خاص کے علاوہ دیگر افراد ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاص کا ذکر دو مرتبہ کیا جائے ایک مرتبہ خصوصی طور پر اور دوسری مرتبہ عام کے ضمن میں تاکہ مخصوص افراد کے شرف وفضیلت کا اظہار ہو سکے۔

اس کی مثال میں قرآن کی یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (982)

Marfat.com

وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء سے پختہ عہد لیا اور تم سے بھی اور نوحِ ابراہیم، عیسیٰ بن مریم (سے بھی عہد لیا)''۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۹۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کا دشمن ہے۔''

پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ساری امت کی بجائے درود شریف صرف نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کا حق ہے۔ اسی لئے امام شافعی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا واجب ہے۔ اگرچہ فقہاء کے درمیان آل کے مصداق کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے جو لوگ درود شریف کو واجب قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا مستحب ہے اور تمام اہل ایمان پر درود بھیجنا یا تو مکروہ ہے ورنہ کم از کم مستحب بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا جائز بھی نہیں ہے لہذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل درود شریف کے حکم میں عام امت کی مانند ہے تو یہ بہت دور از کار تاویل ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تشہد کے دوران درود و سلام کو مشروع قرار دیا ہے پس نمازی سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجتا ہے پھر اپنے اوپر سلام بھیجتا ہے اور پھر تمام نیک بندوں پر سلام بھیجتا ہے...... اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

فاذا قلتم ذٰلك، فقد سلمتم علىٰ كلِ عبدٍ لله صالح فِي السَّمآء وَالْاَرْضِ

''جب تم (تشہد کے) یہ کلمات پڑھ لو گے تو تم آسمان اور زمین میں بسنے والے اللہ کے ہر نیک بندے پر سلام بھیج دو گے۔''[1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (831) مسلم بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (402) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (968)

Marfat.com

جہاں تک درود شریف کا تعلق ہے اسے نبی اکرم ﷺ نے صرف اپنے لئے اور اپنی آل کے لئے شروع کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے مخصوص رشتہ دار ہیں۔

ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے حقوق اور آپ کی ذات سے متعلق مخصوص احکام ذکر کرنے کے بعد آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ان مخصوص احکام میں آپ کے لئے کسی ایسی خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کا جائز ہونا جو اپنی ذات آپ کو ہبہ کر دے یا آپ کے بعد، آپ کی ازواج کے لئے کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہونا اور اس کے علاوہ آپ کے دیگر حقوق، آپ کی تعظیم و توقیر کی تلقین و عقدہ کا ذکر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۳)

''اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ کبھی بھی (ایسا نہیں ہوسکتا) بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہم ہے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات اپنے محرم رشتہ داروں سے ملتی ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس تاکیدی حق کا ذکر کیا ہے جس کا خیال رکھنا امت پر واجب ہے یعنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اس حکم کا آغاز اس اطلاع سے کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کن الفاظ میں ہدیۂ درود پیش کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ان الفاظ میں درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر۔''

لہٰذا آپ کی آل پر درود شریف کا بنیادی حصہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ خوش ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتا ہے۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام نازل کرے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں (کہ آل سے مراد) نبی اکرم ﷺ کی امت کے پرہیز گار لوگ ہیں کیونکہ وہ آپ کے اولیاء ہیں۔ (ان کو یہ جواب دیا جائے گا) کہ آپ کے رشتہ دار بھی آپ کے اولیاء میں شامل ہیں اور آپ کے بعد اولیاء ایسے بھی ہیں جو آپ کے رشتہ دار نہ ہوں مگر انہیں آپ کی آل میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی آل میں بھی شامل ہو اور اولیاء میں بھی شامل ہو جیسے آپ پر ایمان لانے والے آپ کے اہل بیت اور رشتہ دار اس قسم میں شامل ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص نہ تو آپ کی آل میں شامل ہو اور نہ ہی اولیاء میں شامل ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے اولیاء میں تو شامل ہو لیکن آل میں شامل نہ ہو۔ جیسے آپ کی امت میں آپ کے وہ (روحانی) جانشین جو آپ کے طریقے کی طرف دعوت دیتے ہیں آپ کے طریقے کا دفاع کرتے ہیں اور آپ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ (یہ لوگ آپ کے اولیاء میں شامل ہیں) اگرچہ یہ آپ کے اقرباء میں شامل نہیں ہیں۔

احادیث سے ثابت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان آل ابی فلان لیسوا لی باولیاء ' ان اولیائی المتقون این کانوا ومن کانوا

''ابو فلاں کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ میرے اولیاء صرف پرہیز گار لوگ ہیں وہ جہاں کہیں ہوں اور جو بھی ہوں۔'' [1]

بعض راویوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہاں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ ''بنو بیاض کی آل'' غلط فہمی کی وجہ یہ بنی کہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ بنو...... کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ کسی کاتب نے خالی جگہ کو سفید چھوڑ دیا بعد میں اس نسخے سے نقل کرنے والے کسی شخص نے اس خالی جگہ پر بیاض (سفیدی یعنی خالی جگہ) لکھ دیا۔ بعد والے یہ سمجھے کہ شاید لفظ ''آل'' کے بعد لفظ ''بیاض'' حدیث کا حصہ ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بیاض کی

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح '' (5990) مسلم' بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح '' (215)

Marfat.com

آل'' حالانکہ عربوں کا کوئی بھی قبیلہ ''بیاض'' کے نام سے معروف نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے قریش کے کسی بڑے قبیلے کا نام بیان کیا تھا۔

درست یہ ہے کہ روایت کے ان الفاظ میں ''بیاض'' کی بجائے ''بیاض'' پڑھا جائے یعنی ''ض'' پر ''زیر'' کی بجائے ''وٗ'' پڑھی جائے جس کا معنی یہ ہوگا کہ یہاں سفیدی ہے۔ (یعنی یہاں جگہ خالی ہے) اس کی نظیر وہ طویل روایت ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں۔

ونحن یوم القیامة ای : فوق کذا

''ہم قیامت کے دن اس چیز کے اوپر ہوں گے۔'' [1]

ان الفاظ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ یہ صرف نسخے نقل کرنے والوں کی غلط فہمی ہے۔ اسی روایت کو مسند احمد میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

ونحن یوم القیامة علی کوم او تلٍّ فوق الناس

''قیامت کے دن ہم لوگوں کے اوپر بلند روشن مقام پر ہوں گے۔'' [2]

تو نسخے نقل کرنے والوں کو لفظ ''التل او الکوم'' میں غلط فہمی ہوئی اور وہ اس کا معنی نہیں سمجھ سکے تو کسی نے پہلے یہاں ''انظر'' (غور کریں) اور پھر اسی نے یا اس کے علاوہ کسی اور نے لفظ ''کذا'' (اس چیز) لکھ دیا بعد میں نقل کرنے والوں نے یہ دونوں الفاظ بھی حدیث کے متن کا حصہ سمجھتے ہوئے نقل کر دیئے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بیان میں نے اپنے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ کی زبانی سنا ہے۔

بہر حال تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ متقین نبی اکرم ﷺ کے ''اولیاء'' ہیں اور یہ آپ کو آپ کی آل سے زیادہ محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (التحریم: ۴)

''اور اگر وہ دونوں ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (191)

[2] احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (3/45 383.3)

Marfat.com

جبریل اور ہر صالح مسلمان ان کا مولیٰ ہے اور تمام فرشتے ان کے مددگار ہیں۔"

وسئل النبیﷺ ایّ الناس احب الیك؟ قال: عائشه رضی الله عنها' قیل: من الرجال؟ قال: "ابوها" رضی الله عنه

نبی اکرمﷺ سے دریافت کیا گیا آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ! عرض کی گئی مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا "اس کے والد!" [1]

پرہیز گار لوگ نبی اکرمﷺ کے اولیاء میں شامل ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۶۳-۶۴)

"خبردار، بے شک اللہ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیز گاری اختیار کی۔"

(یہ طے ہے) اللہ کے اولیاء اس کے رسول کے بھی اولیاء ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آل سے مراد نبی اکرمﷺ کے تمام امتی ہیں۔ انہیں یہی جواب دیا جا سکتا ہے کہ بعض مقامات پر، قرینے کی موجودگی میں لفظ "آل" کا اطلاق امت پر کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ بھی لفظ "آل" مذکور ہوگا اس سے مراد آپ کی ساری امت ہی ہوگی۔ اس کی دلیل وہ نصوص ہیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل

لفظ "زوج" کی تحقیق

ازواج لفظ زوج کی جمع ہے کبھی زوجہ بھی کہہ دیا جاتا ہے لیکن زوج زیادہ فصیح ہے۔ قرآن میں بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (الاعراف: ۱۹)

"اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔"

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (4358) مسلم' بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (2384)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ (الانبیاء: ۹۰)

''ہم نے اس کے لئے اس کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔''

(بیوی کے لئے) لفظ زوجہ کے استعمال کی مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جو آپ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

انها زوجة نبيكم فی الدنيا والاخرة

''وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں۔''

فرزدق کہتا ہے۔

وان الذی یبغی لیفسد زوجتی کساعٍ الی اُسد الشری یستبیلها

''جو شخص میری بیوی کو بہکانے کی کوشش کرے گا گویا وہ شری کے مقام پر موجود شیروں کی طرف لپکے گا۔ (یعنی شیر کی کچھار میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا)''

(لفظ زوج کی جمع ازواج کی بجائے) بعض اوقات زوجات بھی آتی ہے بلکہ یہ لفظ زوجہ کی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ زوج کی جمع ازواج آتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ (یٰس: ۵۶)

''وہ اور ان کی بیویاں بچھونوں پر ٹیک لگا کر سائے میں بیٹھے ہوں گے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ (الزخرف: ۷۰)

''تمہیں اور تمہاری بیویوں کو خوش کر دیا جائے گا۔''

اہل ایمان کے بارے میں قرآن میں لفظ ''زوج'' مفرد اور جمع دونوں اعتبار سے استعمال ہوا ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا۔ مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ (الاحزاب: ۶)

''نبی اہل ایمان کے لئے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی ازواج

Marfat.com

ان (اہل ایمان) کی مائیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ (الاحزاب:۲۸)

''اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجئے۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے (لفظ ''زوج'' کی بجائے) لفظ ''امراۃ'' استعمال کیا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ (لھب:۱)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہو جائیں۔''

یہاں تک کہ فرمایا:

وَامْرَأَتُهُ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لھب:۴)

''اس کی بیوی لکڑیاں اٹھاتی ہے۔''

ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَّامْرَأَةَ لُوطٍ (التحریم:۱۰)

''اللہ تعالیٰ کفار کے لئے نوح اور لوط کی عورتوں کی مثال بیان کرتا ہے۔''

کیونکہ یہ دونوں خواتین مشرک تھیں اس لئے ان کے لئے ''امراۃ'' (عورت) لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرعون کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ (التحریم:۱۱)

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لئے فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے۔''

کیونکہ فرعون مشرک تھا اور وہ خاتون مسلمان تھی اس لئے انہیں فرعون کی بیوی نہیں کہا۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرہ:۳۵)

''تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔''

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے:

Marfat.com

اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (الاحزاب: ۵۰)

''بے شک ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویوں کو حلال قرار دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَهُمْ فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرہ: ۲۵)

''اس (جنت) میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔''

اہل علم کا ایک گروہ، جس میں سہیلی بھی شامل ہیں۔

اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرک خواتین کے لئے زوج کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ آخرت میں اپنے شوہروں کی بیویاں نہیں ہوں گی۔ نیز بیوی ہونا ایک شرعی صفت ہے جس کا تعلق دین سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے کافر خاتون کو اس صفت سے موصوف نہیں کیا جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط کی عورتیں ہیں۔

پھر سہیلی نے خود اپنے اس موقف پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ قرآن نے حضرت زکریا کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا (مریم: ۵)

''میری عورت بانجھ ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِىْ صَرَّةٍ (الذاریات: ۲۹)

''اس کی بیوی اوٹ میں کھڑی ہوگئی۔''

پھر (سہیلی نے ہی) اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس مقام پر لفظ ''امراۃ'' استعمال کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہاں حمل اور ولادت پر گفتگو مل رہی ہے اس لئے ''امراۃ'' (عورت) کا لفظ استعمال کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ بیوی ہونے کی بجائے اس کی نسوانیت حمل اور ولادت کا تقاضا کرتی ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اہل ایمان اور ان کی بیویوں کے لئے لفظ ''ازواج'' استعمال کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس لفظ کے ذریعے یکسانیت اور اتفاق کا مفہوم واضح ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی دو الگ وجود ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لئے یک جان دو قالب ہوتے ہیں اور (انجام کے اعتبار سے) دونوں کی حیثیت یکساں ہوتی

Marfat.com

ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ (الصافات:۲۲)

''(قیامت کے دن کہا جائے گا) ظلم کرنے والوں اور ان کی بیویوں کو اکٹھا کرو۔''

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

ازواجہم سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ان کی مانند (کافر و مشرک) ہوں۔

امام احمد نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر:۷)

''جب نفوس کو جوڑوں کی شکل میں (دوبارہ زندہ کیا جائے گا)''

یعنی انہیں عذاب یا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ نیک میاں، بیوی جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے اور گنہگار بیوی میاں دوزخ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے۔

خواجہ حسن بصری، حضرت قتادہ اور اکثر مفسرین نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل ایمان کی شادی حورعین سے کی جائے گی اور کفار کی شادی شیاطین سے کی جائے گی۔ یعنی یہ وہی مفہوم ہے جو پہلے قول میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (الانعام:۱۴۳)

''آٹھ جوڑے ہیں۔''

پھر فرمایا:

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ .... (الانعام:۱۴۳)

''ایک جوڑا بھیڑ کا ہے اور ایک جوڑا بکری کا ہے۔''

اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ (الانعام:۱۴۴)

Marfat.com

''ایک جوڑا اونٹوں کا ہے اور ایک جوڑا گائے (بیل) کا ہے۔''

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مسلمان کے درمیان ہر قسم کی مشابہت کو ختم کر دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (الحشر: ۲۰)

''جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہو سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے مومنین اور کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (آل عمران: ۱۱۳)

''اہل کتاب میں یہ لوگ (یعنی کفار و مسلمین) برابر نہیں ہیں۔''

اسی طرح دنیاوی احکام میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور مسلمانوں کو الگ کر دیا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان میں کوئی ایک دوسرے کا متولی بن سکتا ہے جس طرح ان کے درمیان معنوی تعلق ختم ہو جاتا ہے اسی طرح لفظی تعلق بھی ختم کر دیا گیا لہٰذا کفار خواہش کو صرف عورت کہہ کر ذکر کیا گیا تاکہ ان کی، ان کے شوہروں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے اگر آپ اس اصول پر غور کریں تو قرآن کے بہت سے الفاظ اور ان کے معانی میں آپ کو یہی مشابہت نظر آئے گی۔ اسی طرح کافر (فرعون) کی مسلمان اہلیہ کو بھی عورت کہا گیا جبکہ مسلمان مرد کی کافر بیوی کو بھی عورت کہا گیا۔ ان دونوں کے لئے زوجہ کا لفظ اس لئے استعمال نہیں کیا تاکہ معنوی مشابہت لازم نہ آئے۔

یہ تاویل اس قول سے بہتر ہے جس کے مطابق بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ ابولہب کی بیوی کو ''زوجہ'' کی بجائے ''امراۃ'' اس لئے کہا گیا کیونکہ کفار کے نکاح کا حکم ثابت نہیں ہوتا جبکہ اہل اسلام کے نکاح کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کو بھی ''امراۃ'' کہا گیا ہے۔ باوجودیکہ ان کا نکاح درست تھا۔

وراثت کے احکام سے متعلق آیت میں بھی آپ اسی اصول کو سامنے رکھ کر غور کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وراثت کے حکم کو ''امراۃ'' کی بجائے ''زوجہ'' کے لفظ کے ذریعے بیان کیا

Marfat.com

ہے جیسا کہ ارشادِ تعالیٰ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ (النساء: ۱۲)

''تمہاری بیویاں جو ترکہ چھوڑیں اس کا نصف تمہارے لئے ہے۔''

اس آیت میں یہ پیغام موجود ہے کہ وراثت کا حکم اس زوجیت کی وجہ سے جاری ہوا ہے جو تشاکل اور تناسب (یعنی یکسانگی اور مناسبت) کا تقاضا کرتی ہے جبکہ کسی مسلمان اور کافر کے درمیان کوئی یکسانگی اور کوئی مناسبت موجود نہیں ہوتی اس لئے ان کے درمیان وراثت کا حکم بھی جاری نہیں ہوتا۔

قرآن کے مفرادت اور اس کے مرکبت کے اسرار عقول سے ماوراہیں۔

فصل

یہاں مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کا ذکرِ خیر کیا جائے۔

اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ

آپ کا نسب یوں ہے خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب۔ نبی اکرم ﷺ نے پچیس برس کی عمر میں مکہ مکرمہ میں آپ سے نکاح کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ازواجی زندگی کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رسالت سے سرفراز کیا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ گویا سچائی کے اس عمل میں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی دست راست تھی۔ صحیح قول کے مطابق ہجرت کے تین سال پہلے اور ایک روایت کے مطابق چار اور دوسری روایت کے مطابق پانچ سال پہلے آپ کا انتقال ہوا۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو درجِ ذیل خصوصیات حاصل ہیں۔

(i) نبی اکرم ﷺ نے ان کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔

(ii) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی تمام اولاد سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(iii) آپ امت نبوی کی بہترین خاتون ہیں۔

سیّدہ خدیجہ اور سیّدہ عائشہ کی خصوصیات

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر آپ کی فضیلت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں علماء

Marfat.com

کے تین اقوال ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے ان دونوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ دونوں میں سے ہر ایک کو مخصوص شرف حاصل ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق ابتدائے اسلام کے زمانے سے ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپ کو تسلی اور سکون فراہم کیا۔ اپنا مال خرچ کیا۔ گویا انہیں ابتدائی اسلام کا زمانہ نصیب ہوا اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں تکالیف برداشت کیں جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہوں نے ساتھ دیا وہ انتہائی تکلیف دہ حالات تھے۔ اس لئے اس ساتھ اور مال کو خرچ کرنے کے حوالے سے جو شرف انہیں حاصل ہے وہ کسی اور زوجۂ محترمہ کو حاصل نہیں ہے۔

اس کے برعکس سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق اسلام کے بعد والے زمانے کے ساتھ ہے کیونکہ شرعی احکام کی سمجھ بوجھ اور ان کی امت تک منتقلی کے ذریعے امت کو جو نفع سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل ہوا وہ کسی اور زوجہ محترمہ سے حاصل نہیں ہوا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعے انہیں سلام بھیجا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلام ان تک پہنچایا تھا۔ امام بخاری اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

اتی جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: "یارسول اللہ! ھذہ خدیجةُ قد اَتت معھا اِناءٌ فیه اِدامٌ ' او طعامٌ او شرابٌ ' فاذا ھی اَتتك فاقرأ علیھا السلامَ من ربھا ومنی ' وبشرھا ببیتٍ فی الجنةِ من قصبٍ لا صَخَبَ فیه ' ولا نَصَب"

"حضرت جبرائیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں (راوی کو شک ہے) سالن کھانا یا مشروب لے کر آرہی ہیں۔ آپ انہیں ان کے پروردگار کا اور میرا اسلام پہنچادیں اور انہیں یہ خوشخبری سنادیں کہ ان کے لئے جنت میں موتیوں کا محل بنایا گیا ہے جس میں کوئی شوروغوغا اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔" [1]

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (3820) مسلم بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (2432)

Marfat.com

(ابن قیم کہتے ہیں) خدا کی قسم یہ خصوصیت صرف سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت جبرائیل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سلام بھجوایا تھا۔ امام بخاری اپنی سند کے ہمراہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً: "یا عائشُ! ھذا جبریلُ یقرئكِ السلام"

فقالت: وعلیه السلامُ ورحمةُ اللہ وبرکاته تری مالا أری

"ایک دن اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا، عائشہ! جبرائیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ (پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا) آپ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔" [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہوں نے کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضی کا اظہار نہیں کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی ان پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا، نہ ہی ان سے ایلاء کیا اور نہ ہی ان سے لاتعلقی اختیار کی اور یہ سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔

سیّدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اس امت کی سب سے پہلی خاتون ہیں جنہیں اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا۔

فصل

اُم المؤمنین سیّدہ سودہ۔

جب سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نسب یوں ہے۔

سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔

جب سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی باری کا دن سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (3768) مسلم، بن الحجاج القشیری، "الجامع الصحیح" (2423)

Marfat.com

انہیں طلاق نہیں دی۔ آپ کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی پسند کو سامنے رکھتے ہوئے اور آپ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ کے لئے اپنے حصے کا دن ایثار کیا۔

نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ آپ تمام ازواجِ مطہرات کے ہاں باری باری تشریف لے جایا کرتے تھے مگر سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں (مستقل پوری رات کے لئے) تشریف نہیں لے جاتے تھے مگر سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس بات سے راضی تھی کیونکہ اسی میں اللہ کے پیارے رسول کی رضا تھی۔ [1]

فصل

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت سے دو یا تین سال پہلے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، ان کی مدینہ منورہ ہجرت کے بعد پہلے سال ہی میں ہوگئی۔ اس وقت ان کی عمر نو برس تھی جس وقت نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ 58 ہجری میں مدینہ منورہ میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت ابوہریرہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ کی خصوصیات

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

(i) نبی اکرم ﷺ تمام ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے جیسا کہ امام بخاری اور دیگر محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا، آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا ''عائشہ'' عرض کی گئی، مردوں میں سے؟ فرمایا اس کے والد۔ [2]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5067) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1465)

[2] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3662) مسلم، بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2384)

Marfat.com

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی اور کنواری خاتون سے شادی نہیں کی۔

ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ آپ کے ہمراہ ایک ہی لحاف میں آرام فرما ہوتے اس وقت بھی آپ پر وحی نازل ہوتی۔ یہ خصوصیت کسی اور زوجہ محترمہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جواب حاصل کرنے کا آغاز کیا اور انہیں یہ اختیار دیتے ہوئے فرمایا:

ولا علیك ان لا تعجلی حتی تستأمری ابویكِ

''جلدی کی ضرورت نہیں ہے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔''

تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کیا میں اس مسئلے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔

دیگر ازواجِ مطہرات نے بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کو اختیار کرتے ہوئے یہی جواب دیا۔

آپ کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل افک کی طرف سے لگائی جانے والی تہمت کے جواب میں آپ کی برأت سے متعلق آیات نازل کیں جو قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ گواہی دی کہ آپ پاکیزہ خاتون ہیں اور آپ کے لئے بخشش اور باعزت رزق کا وعدہ کیا اور اس بات کی اطلاع دی کہ ان پر جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ ان کے لئے باعث شرم ہونے کی بجائے باعث خیر ہے۔ اس کے ذریعے ان میں کوئی خامی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کی عظمت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کی وجہ سے ان کا مرتبہ بلند کیا۔ ان کی عظمت اور قدر و منزلت میں اضافہ کیا اور اہل زمین و آسمان کے درمیان ان کی پاکیزگی اور برأت کا چرچا کر دیا اور یہ بہت عظیم خصوصیت ہے۔

یہ سب عزت واحترام ان کی تواضع اور انکساری کا نتیجہ ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

''میں اس قابل نہیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل کرے

Marfat.com

جس کی تلاوت کی جائے۔ مجھے یہ خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کے خواب میں میری برأت ظاہر کرے گا۔" [1]

آپ امت کی سچی ترین خاتون ہیں، اہل ایمان کی ماں ہیں، نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں اور آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ (عائد کردہ الزام سے) بری الذمہ ہیں۔ آپ کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اور یہ زیادتی انہوں نے کی ہے جنہوں نے آپ پر الزام عائد کیا ہے اور اس الزام کی وجہ سے آپ کے والدین اور نبی اکرم ﷺ کو بھی اذیت پہنچی ہے لیکن اس کے باوجود آپ کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم ہے۔

لوگوں کی غلط فہمیاں

اس کے برعکس آپ ان لوگوں کی حالت زار کا جائزہ لیں جو ایک یا دو ماہ کے نفلی روزے رکھ لیتے ہیں۔ ایک یا دو رات قیام کر لیتے ہیں ان پر بعض احوال ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود کو کرامات، مکاشفات، مخاطبات (الہامات) اور منازلات (روحانی مقامات) کا مستحق سمجھنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے ملاقات کرنے سے لوگوں کو برکت حاصل ہوتی ہے ان کی دعا غنیمت ہے۔ لوگوں پر ان کا احترام اور تعظیم و تکریم لازم ہے۔ ان کے کپڑوں کو چھونا اور ان کے قدموں سے آنے والی مٹی کو بوسہ دینا (لوگوں کے لئے باعث برکت ہے) وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ایسا عظیم مقام حاصل ہے کہ اگر کوئی ان کی شان میں تنقیص کرے تو اسے اسی وقت انتقام کا نشانہ بننا پڑے گا اور ان کی ذرا سی بے ادبی کرنے والے کو بلا تاخیر سزا ملے گی بلکہ یہاں تک سمجھتے ہیں کہ ان کے حضور کی جانے والی بے ادبی ایسا گناہ ہے جس کا کفارہ صرف ان کی رضامندی ہے لیکن یہ سب ان کی اپنی حماقت اور رعونت ہے بلکہ ان کی ذاتی جہالت کا اور کم عقلی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ سوچ صرف اسی شخص کی ہو سکتی ہے جو جاہل ہو، خود پسندی کا شکار ہو، اپنے جرم اور گناہوں سے غافل ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے تکبر اور خود پسندی میں اسے بہت ڈھیل دی ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ شاید مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑا مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ ہم دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو برا

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (2661) مسلم' بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (2770)

Marfat.com

تصور کرے اور در حقیقت اللہ کی بارگاہ میں حقیر ہو۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اکابر صحابہ میں سے کسی ایک کو جب کسی شرعی مسئلے میں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتا اور اس کا حل حاصل کرتا۔

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال آپ کے گھر میں، آپ کی باری کے دن میں اور آپ کی آغوش میں ہوا اور نبی اکرم ﷺ کو آپ ہی کے حجرۂ مبارک میں دفن کیا گیا۔ [1]

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ سے نکاح کرنے سے پہلے فرشتہ ریشمی کپڑے پر بنی ہوئی آپ کی تصویر کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تھا جسے دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اگر یہ اللہ کی مرضی ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔ [2]

آپ کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ کی باری کے دن میں بطورِ خاص ہدایا بھجوایا کرتے تھے کیونکہ آپ نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں۔

اُم المؤمنین سیّدہ اُم حبیبہ

آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا ایک حمل ساقط ہو گیا تھا مگر یہ روایت درست نہیں ہے۔

آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور انہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 27 یا 28 ہجری میں ہوا۔

آپ کی ایک خصوصیت کا تذکرہ حافظ ابو محمد مندسی نے اپنی سیرت کی کتاب میں کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ایک طلاق دی تھی۔ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1389) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2443)

[2] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3895)، مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2438)

Marfat.com

رجوع کریں کیونکہ وہ بکثرت روزے رکھتی ہیں، بکثرت نوافل ادا کرتی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ محترمہ ہوں گی۔ [1]

طبرانی، اپنی سند کے ہمراہ۔ معجم کبیر میں، حضرت عتبہ بن عامر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دی جب حضرت عمر کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالتے ہوئے یہ کہا اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ کو خطاب کے بیٹے کی کوئی پرواہ نہیں رہے گی تو حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ عمر کے ساتھ مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حفصہ سے رجوع کرلیں۔'' [2]

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کا نام ونسب یہ ہے۔

رملہ بنت صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدناف۔

سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں جاکر عبید اللہ نے نصرانیت اختیار کرلی لیکن سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

جب آپ حبشہ میں مقیم تھیں اس وقت نبی اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے (نبی اکرم ﷺ کی طرف سے) چارسو دینار مہر ادا کیا۔ [3] نبی اکرم ﷺ نے آپ کو لانے کے لئے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو روانہ کیا اس نکاح میں سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ولی حضرت عثمان بن العاص تھے جب کہ ایک روایت کے مطابق خالد بن سعید بن العاص تھے۔

---

[1] بزار (2668) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (188/23) ہیثمی' مجمع الزوائد (244/3-245)

[2] طبرانی' سلیمان بن احمد' معجم الکبیر' (188/23) ہیثمی' مجمع الزوائد (244/9)

[3] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2107/2086) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (119/6) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2108)

Marfat.com

صحیح مسلم کی ایک روایت پر نقد و تبصرہ

امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

''مسلمان حضرت ابوسفیان سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میری تین درخواستیں ہیں انہیں پورا کر دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے درخواست کی میری بیٹی اُمِ حبیبہ عرب کی حسین و جمیل عورتوں میں سے ایک ہے۔ میں اس کا نکاح آپ سے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔ ابوسفیان نے دوسری درخواست یہ کی، معاویہ کو اپنا کاتب (اسسٹنٹ یا سیکرٹری) بنا لیں۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔ ابوسفیان نے تیسری درخواست کی۔ مجھے اجازت دیں کہ میں کفار کے ساتھ اسی طرح جنگ کروں جیسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا منظور ہے۔'' [1]

ابوزمیل کہتے ہیں اگر حضرت ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست نہ کرتے تو آپ ایسا نہ کرتے کیونکہ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جو بھی شخص جو بھی درخواست پیش کرتا آپ قبول فرما لیتے۔

اس روایت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مشکل پیش آتی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے ہی سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور یہ نکاح نجاشی نے پڑھوایا تھا پھر سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے سے پہلے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئی تھی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوسفیان یہ درخواست پیش کریں کہ میں اُمِ حبیبہ کا نکاح آپ سے کرتا ہوں۔

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ابن حزم کہتے ہیں اس روایت کو عکرمہ بن عمار نے گھڑا ہے۔

بعض دیگر اہل علم کے لئے یہ بات ناگوار ہے کہ صحیح مسلم کی کسی روایت کو موزوں قرار دیا جائے۔ اس لئے انہوں نے اس کی یہ تاویل پیش کی ہے کہ حضرت ابوسفیان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے تجدید نکاح کر لیں تاکہ معاشرے

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2501)

Marfat.com

میں ان کی عزت میں اضافہ ہو۔

لیکن یہ تاویل ضعیف ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ سچا وعدہ کیا کرتے تھے اور کسی ایک روایت میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ آپ نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے تجدید نکاح کیا ہو اگر ایسا ہوا ہوتا تو منبر واحد کے طور پر ہی صحیح منقول ضرور ہوتا لیکن جب کسی ایک سیرت نگار نے بھی اسے نقل نہیں کیا تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ یہ واقعہ رونما ہی نہیں ہوا۔

قاضی عیاض اس متنازع موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک صحیح مسلم کی یہ روایت نہایت نادر ہے کیونکہ تجدید صلح کے لئے حضرت ابوسفیان کا مدینہ منورہ آنا اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک یہ حدیث باطل نہیں ہے۔ حضرت ابوسفیان نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنی صاحبزادی اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن، سیّدہ عزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کرنا چاہتے ہیں۔

یہ علماء فرماتے ہیں کیونکہ حضرت ابوسفیان نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اس لئے انہیں اس مسئلے کا پتہ نہیں تھا اور شاید سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس مسئلے کا پتہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ درخواست کی وہ ان کی بہن سے نکاح کرلیں تو آپ نے فرمایا۔

''وہ میرے لئے حلال نہیں ہے۔'' [1]

یعنی حضرت ابوسفیان یہ چاہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی دوسری صاحبزادی سے بھی نکاح کرلیں لیکن راوی کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید حضرت ابوسفیان کی درخواست کا تعلق سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ اس لئے یہ غلطی راوی کا قصور ہے یہ حضرت ابوسفیان کا بیان نہیں ہے۔

لیکن یہ تاویل اس اعتبار سے غلط ہے کہ (صحیح مسلم کی روایت کے مطابق) نبی اکرم ﷺ نے اس درخواست کو قبول کرلیا تھا اگر اس درخواست کا تعلق سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے ساتھ ہوتا تو آپ فرما دیتے کہ اس سے نکاح کرنا میرے لئے حلال نہیں ہے جیسے آپ

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (5108) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2056) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (6/94' 96)

Marfat.com

نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہی جواب دیا تھا۔

اگر یہ الجھن درپیش نہ ہوتی تو یہ اس روایت کی سب سے بہترین تاویل ہوتی۔

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ سیرت نگار اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اس وقت وہ حبشہ میں مقیم تھی بلکہ بعض سیرت نگاروں نے یہ بات نقل کی ہے کہ جب سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لے آئیں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔

شیخ منذری کے جواب پر تبصرہ

یہ بات شیخ ابو محمد منذری نے بیان کی ہے لیکن یہ ضعیف ترین جواب ہے اور اس کے ضعف کے اسباب درج ذیل ہیں۔

(i) یہ بات صحیح یا حسن کسی بھی طور پر ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کسی قابل اعتماد محدیث نے یہ بات نقل کی ہے۔

(ii) حبشہ میں سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی روایت حدِ تواتر تک پہنچتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نکاح، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدینہ منورہ میں رخصتی، سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ میں نکاح، سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا فتح خیبر والے سال میں نکاح، سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا عمرۂ قضا میں نکاح کے واقعات ہیں۔

یہ واقعات اہل علم کے نزدیک اتنے مشہور ہیں کہ ان کے ذریعے قطعیت ثابت ہو جاتی ہے پس اگر کوئی ایسی روایت ان کے مقابلے میں پیش کی جائے جس کی سند درست ہو لیکن مضمون درست نہ ہو تو اہل علم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے او. یہی ان کا مخصوص طریق کار ہے۔

(iii) تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بہر طور فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(iv) حضرت ابوسفیان (قبول اسلام سے پہلے) مدینہ منورہ آئے تو اپنی بیٹی اُمِ حبیبہ کے ہاں آئے جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسے لپیٹ دیا۔ ابوسفیان بولے۔ بیٹی مجھے اندازہ نہیں ہوسکا کہ تم مجھے اس بچھونے سے دور

Marfat.com

رکھنا چاہتی ہو یا اس بچھونے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہو؟ تو سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بولیں یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے تو ابو سفیان بولا اللہ کی قسم! تم بہت بگڑ چکی ہو۔

یہ واقعہ اہل سیرت و تاریخ کے نزدیک مشہور و معروف ہے۔

(۷) سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ، حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں ان کے شوہر نے نصرانیت قبول کر لی اور وہیں انتقال کر گیا پھر سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں گویا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئی تھی اپنے والد کے گھر نہیں گئی تھی (جو مکہ میں مقیم تھے)

اس بارے میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ حضرت ابو سفیان کو فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا تو پھر وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں عرب کی حسین ترین عورت کی شادی آپ سے کرنا چاہتا ہوں؟ سوال یہ ہے کہ سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے اور ہجرت کرنے کے بعد کبھی ابو سفیان کے پاس رہی تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو سفیان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ درخواست نہیں کی تھی۔ تو یہ محال ہے کیونکہ سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس کے ہاں نہیں تھی اور اسے ان پر کوئی ولایت حاصل نہیں تھی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو سفیان نے یہ درخواست اسلام قبول کرنے کے بعد پیش کی تھی تو یہ بھی محال ہے کیونکہ سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا تھا کیونکہ صحیح مسلم میں منقول حدیث مستند ہے جس کے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اس کے برعکس حبشہ میں آپ کے نکاح کی روایت محمد بن اسحاق نے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق کی ''مسند'' احادیث کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے اس کی مرسل روایت پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی بطورِ خاص اس وقت جبکہ اس کے مقابلے میں مستند ''مسند'' روایات موجود ہوں۔

بعض متاخرین کا جواب

بعض متاخرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو درست قرار دیتے ہوئے یہ جواب بیان کیا ہے۔ اس کے جواب درجِ ذیل ہیں۔

Marfat.com

(i) یہ اصول اس وقت سامنے آئے گا جب دونوں طرف منقول روایات کا مرتبہ یکساں ہو۔ اس وقت مسند روایت کو ''مرسل'' پر ترجیح دی جائے گی لیکن جب یہ بات (یقینی طور پر ثابت ہو کہ ان دونوں میں سے ایک روایت باطل ہے تو اب اس اصول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ سیرت کا تاریخ (اور حدیث) کے ماہرین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے کہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔ کوئی ایک (سیرت نگار بھی) اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آپ کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا اور اگر بالفرض کسی نے ایسا کہا بھی ہو تو اس کا قول باطل ہے جس کے باطل ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

(ii) یہ کہنا کہ ابن اسحاق کی ''مراسل'' کسی صحیح ''مسند'' روایت کے برابر نہیں ہوسکتی ہیں یا ان کے مقابلے میں پیش نہیں کی جاسکتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں صرف ابن اسحاق کی ''مراسیل'' پر اعتبار نہیں کیا گیا خواہ وہ متصل ہوں یا مرسل ہوں بلکہ پہلے سیرت و اہل تاریخ کے اس اتفاق پر اعتماد کیا گیا ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہے...... کہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جہاں ان کے شوہر نصرانیت کی حالت میں انتقال کر گئے تو نجاشی نے ان کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کر دیا اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اسی نے مہر ادا کیا۔

یہ واقعہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے اور اسی سے علماء نے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ نکاح میں وکیل مقرر کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کا استدلال

حضرت عتبہ بن عامر روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذا نکحَ الولیّان فالاَوّلُ اَحقُّ

''جب دو ولی نکاح کر دیں تو پہلا زیادہ حقدار ہوگا۔'' [1]

امام شافعی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ نکاح میں وکیل مقرر کرنا جائز ہے اور تیرے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ بن الضمری کو اپنا وکیل مقرر کیا

[1] ابو داؤد (2088) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1110) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (314/7) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (149/4)

Marfat.com

تھا۔انہوں نے آپ کا نکاح سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان سے کیا تھا۔

امام شافعی، یہ بھی تحریر کرتے ہیں، کوئی کافر کسی مسلمان خاتون کا ولی نہیں بن سکتا۔خواہ وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔سعید بن العاص کے صاحبزادے نے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ ابوسفیان اس وقت زندہ تھے لیکن سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا چونکہ مسلمان تھی اور سعید کے صاحبزادے بھی مسلمان تھے اور اس وقت سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سب سے قریبی مسلمان عزیز وہی تھے۔اس لئے ابوسفیان کو سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولایت حاصل نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وراثت، دیت اور دیگر معاملات میں کفار اور مسلمین کے درمیان ولایت کو ختم کر دیا ہے۔

امام شافعی نے سعید بن العاص کے جس صاحبزادے کا ذکر کیا ہے وہ حضرت خالد بن سعید بن العاص ہیں۔اس بات کا ذکر ابن اسحاق اور دیگر سیرت نگاروں نے کیا ہے۔

عروہ اور زہری بیان کرتے ہیں اس نکاح میں سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ولی حضرت عثمان بن عفان تھے۔

بہر حال یہ دونوں صاحبان سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کے چچا زاد بھائی ہیں کیونکہ حضرت عثمان، عفان بن ابوالعاص بن امیہ کے صاحبزادے ہیں جبکہ حضرت خالد، سعید بن العاص بن امیہ کے صاحبزادے ہیں اور ابوسفیان حرب بن امیہ کے صاحبزادے ہیں۔

بہرحال اصل مقصد یہ ہے کہ ہم فقہ اور سیرت کے ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حبشہ کی سرزمین پر ہوا تھا اور یہ بات ان لوگوں کی غلط فہمی کو ختم کر دیتی ہے جو عکرمہ بن عمار کی روایت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔

(iii) عکرمہ بن عمار جنہوں نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے علم حدیث کے بہت سے ماہرین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ان کی احادیث صحیح نہیں ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں ان کی احادیث ضعیف ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ عکرمہ سچے نہیں ہیں کبھی انہیں وہم لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی یہ غلط بیانی کرتے ہیں۔

Marfat.com

جب عکرمہ کا یہ حال ہے تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ اس روایت میں بھی انہوں نے یہی غلط بیانی کی ہو اور اسے کسی غیر مستند راوی سے نقل کیا ہو۔

اس روایت کو امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ "لمن" کے لفظ کے ذریعے نقل کیا ہے جبکہ طبرانی نے اسے اپنی "معجم" میں اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

امام ابن جوزی کا تبصرہ

شیخ ابوالفرج ابن جوزی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ محدثین نے اس غلطی کا الزام اس کے راوی عکرمہ بن عمار پر عائد کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ غلط فہمی ہے کیونکہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا جس سے ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی یہ دونوں مسلمان تھے مگر پھر عبیداللہ بن جحش نے نصرانیت اختیار کر لی اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا دین اسلام پر ثابت قدم رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو پیغام بھجوایا کہ وہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا پیغام دے تو نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے کروایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر کی رقم چار ہزار درہم ادا کی۔

(صلح حدیبیہ کے بعد جب کشیدگی کا آغاز ہوا) یہ سن ۷ ہجری کا واقعہ ہے ابوسفیان مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی کے ہاں آیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو لپیٹ دیا تاکہ ابوسفیان اس پر نہ بیٹھ سکے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ نے فتح مکہ کے موقع پر ۸ ہجری میں اسلام قبول کیا اور یہ بھی کہیں منقول نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حضرت ابوسفیان کو امیر مقرر کیا ہو۔

امام ابومحمد بن حزم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ساری خرابی کی جڑ عکرمہ بن عمار ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے کئی سال پہلے سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اور سیّدہ رضی اللہ عنہا کے والد اس وقت کافر تھے۔

اگر یہاں یہ جواب دیا جائے کہ اس روایت کو نقل کرنے میں عکرمہ بن عمار منفرد نہیں ہے بلکہ اس کی تائید میں روایت پیش کی جاسکتی ہے جسے طبرانی نے اپنی معجم میں، اسماعیل بن

Marfat.com

مرسال کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ عکرمہ کی طرح اسماعیل نے بھی یہ روایت ابوزمیل سے نقل کی ہے لہٰذا عکرمہ تفرد کے الزام سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تائیدی روایت عکرمہ کی روایت کو مستند ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ اس تائیدی روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔ انہیں حوالے کے طور پر بھی نقل نہیں کیا جا سکتا کجا کہ ان کی روایت کو اس روایت پر ترجیح دی جائے جو اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ اس لئے یہ تائیدی روایت پہلی روایت کے مستند ہونے یا نہ ہونے پر کسی بھی حوالے سے اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقی کی تاویل

اہل علم کا ایک گروہ جس میں امام بیہقی اور المنذری بھی شامل ہیں۔ اس بات کا قائل ہے یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابوسفیان نے یہ درخواست اس وقت پیش کی جب وہ کافر تھے اور کسی سفر کے سلسلے میں مدینہ منورہ آئے تھے اور انہیں پتہ چلا تھا کہ ان کی بیٹی کے شوہر حبشہ میں انتقال کر چکے ہیں پھر دوسری اور تیسری درخواست انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد پیش کی ہو جسے راوی نے ایک ہی واقعے کے طور پر نقل کر دیا۔

اس تاویل پر تبصرہ

یہ تاویل بھی بہت ضعیف ہے کیونکہ ابوسفیان فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے کشیدگی کے زمانے میں مدینہ منورہ آئے تھے اور سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اس وقت ازواجِ مطہرات میں شامل تھی۔ اس سے پہلے ابوسفیان صرف ایک مرتبہ، غزوۂ خندق کے موقع پر لاؤ لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے تھے اگر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان حالات کشیدہ نہ ہوئے تو ابوسفیان اس وقت بھی مدینہ منورہ نہ آئے۔ (سوال یہ ہے) پھر کب ابوسفیان مدینہ آئے اور انہوں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس لئے یہ تاویل غلط ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب ابوسفیان خود کافر تھے اس وقت وہ اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہیں اپنی صاحبزادی پر کوئی ولایت حاصل نہیں تھی اور یہ بھی طے ہے کہ ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد یہ نکاح نہیں ہوا۔ بہر حال دونوں صورتوں میں یہ روایت غلط ہے (جس میں ابوسفیان کے یہ الفاظ موجود ہیں) میں ام حبیبہ کا نکاح آپ سے

Marfat.com

کرنا چاہتا ہوں۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان نے تینوں درخواستیں بیک وقت پیش کی تھیں جیسا کہ ان کے الفاظ ہیں۔ میں تین درخواستیں پیش کروں گا اور یہ بات طے ہے کہ خود کو امیر جہاد مقرر کروانے اور حضرت معاویہ کو کاتب مقرر کرنے کی درخواست ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ درخواست کا ایک حصہ انہوں نے حالت کفر میں پیش کیا اور دوسرا حصہ اس وقت پیش کیا جب وہ اسلام قبول کر چکے تھے حدیث کا سیاق اس بات کی تردید کرتا ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی درست توجیح پیش کی جانی چاہئے تا کہ اس پر موضوع ہونے کا الزام نہ لگ سکے کیونکہ یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ صحیح مسلم میں ایک موزوں روایت موجود ہے۔

وہ تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں اُم حبیبہ کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اُم حبیبہؓ کے ساتھ آپ کے نکاح سے راضی ہوں اگرچہ یہ میری مرضی اور اختیار کے بغیر ہوا اور اگرچہ آپ کا نکاح صحیح ہے تاہم زیادہ بہتر اور مناسب یہی ہے (کہ آپ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں) کیونکہ اس طرح میری تسلی ہو جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ کا اس کی درخواست کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اسے تسلی دی اور بعد میں اسے بتایا کہ یہ نکاح درست ہے۔ اس میں تمہاری رضامندی شرط نہیں تھی اور نہ ہی تمہیں ان پر کوئی ولایت حاصل تھی کیونکہ نکاح کے وقت تم دونوں کا دین مختلف تھا۔

لیکن یہ جواب بھی تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ روایت کے الفاظ میں یہ بات موجود ہے کہ میں عرب کی حسین ترین عورت سے آپ کا نکاح کروانا چاہتا ہوں۔ ان الفاظ کے ذریعے کوئی بھی شخص یہ مفہوم مراد نہیں لے سکتا کہ میں آپ کے ساتھ اس خاتون کی شادی کروانا چاہتا ہوں جو پہلے سے آپ کے حبالہ عقد میں موجود ہے یا میں آپ کی اس شادی سے راضی ہوں پھر نبی اکرم ﷺ کا ہاں کہنا بھی اس تاویل سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کوئی درخواست پیش کی تو اس کا جواب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آئے گا پس اگر ابوسفیان اس سے راضی ہیں تو یہ واقعہ پہلے سے رونما ہو چکا ہے۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟

اگر یہ تاویل کی جائے کہ درخواست کا مطلب یہ تھا کہ نبی اکرم اس نکاح کو برقرار رکھیں تو اگرچہ یہ تاویل غلط ہے تاہم الفاظ سے مناسب رکھتی ہے۔

بہر حال تمام تاویلات غلط ہیں جس کا روایت کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے حضرت ابوسفیان بکثرت مدینہ منورہ آیا کرتے تھے اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو جب وہ کافر تھے اور مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ یا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو جب ان کے اسلام لانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے ایلاء کرتے ہوئے ایک ماہ کی علیحدگی اختیار کی تھی تو انہیں یہ غلط فہمی ہوئی جیسے حضرت عمر کو یہ غلط فہمی ہوئی تھی کہ یہ ایلاء طلاق ہے پس وہ یہ سمجھے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج کے درمیان علیحدگی واقع ہوگئی ہے۔ اس وقت انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ کلمات کہے تاکہ آپ ازواجِ مطہرات سے رجوع کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ہاں کہا یعنی اگر ایلاء طویل ہوگیا یا طلاق ہوگئی (تو میں ایسا کروں گا) مگر اس میں سے کچھ بھی نہ ہوا۔

یہ تاویل بھی ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابوسفیان کا یہ کہنا کہ میں عرب کی حسین و جمیل عورت سے آپ کا نکاح کروں گا۔ اس سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس واقعے کا تعلق ایلاء کے ساتھ ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کے ہاں کہنے کی کوئی توجیہہ پیش کی جاسکتی ہے۔ باوجودیکہ ایلاء کے وقت ابوسفیان مدینہ منورہ میں موجود ہی نہیں تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایک بالا خانے میں علیحدہ رہنے لگے تھے اور آپ نے یہ قسم اٹھالی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ حضرت عمر اس بالا خانے کے پاس آئے اور بار بار حاضری کی اجازت مانگی، تیسری مرتبہ اجازت مل گئی۔ حضرت عمر نے دریافت کیا، کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر بولے، اللہ اکبر اور سب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی یہاں حضرت ابوسفیان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ [1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5203) مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (1479/34)

Marfat.com

شیخ طبری کی تحقیق

اس حدیث کے بارے میں میں نے شیخ محب الدین طبری کی تحقیق پڑھی ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابوسفیان نے یہ تینوں شرائط اسلام قبول کرنے سے کافی عرصہ پہلے پیش کی ہوں اور انہیں اپنے اسلام کے لئے بطور شرط پیش کیا ہو یعنی اگر میں اسلام قبول کرلوں تو آپ میری یہ تین درخواستیں پوری کریں گے لیکن یہ تاویل بھی درست نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں مسلمان ابوسفیان سے میل جول نہیں رکھتے تھے اس لئے ابوسفیان نے یہ تین درخواستیں پیش کی تھیں۔ابوسفیان یہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ خود مکہ میں تھے اور نبی اکرم ﷺ سے مقابلے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرتے پھر رہے تھے یا اگر مدینہ آکر بھی انہوں نے یہ درخواست پیش کی کہ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کے ہاں نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے خانۂ اقدس میں تھی تو پھر یہ تاویل کیسے کی جاسکتی ہے۔مزید برآں یہ کہ جب وہ خود کافر تھے اس وقت وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں مشرکین سے بھی اسی طرح جنگ کروں گا جیسے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیا کرتا تھا۔مسلمانوں کے ساتھ ان کی مخالفت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ ہر وقت مسلمانوں سے جنگ وجدل کے درپے رہا کرتے تھے اور اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔مزید برآں یہ کہ حضرت ابوسفیان کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ومعروف ہے جس میں کسی شرط کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

بہرحال یہ اور اس نوعیت کی تمام تر تاویلات باطل اور غلط ہیں۔ان کو جان کر علم میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ علم کی حقیقی مذمت یہ ہے کہ انہیں غلط ثابت کیا جائے۔مختصر یہ کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور اس میں کوئی غلطی موجود ہے۔واللہ اعلم۔

(حضرت ام حبیبہ کی خصوصیت یہ ہے) آپ وہ خاتون ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بستر کا بھی احترام کیا اور جب ان کے والد مدینہ آئے تو انہیں بھی اس پر بیٹھنے نہیں دیا یہ کہہ کر کہ تم مشرک ہو۔

اُم المؤمنین سیّدہ اُم سلمہ

آپ کا نام ونسب یہ ہے:

ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن عزہ بن کعب بن لوی

Marfat.com

بن غالب۔

پہلے آپ کا نکاح حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ 62 ہجری میں آپ کا انتقال ہوااور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں آپ کا انتقال ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے نزدیک ازواجِ مطہرات میں سب سے آخر میں سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل، حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں تشریف لائے اور سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی زیارت کی۔

صحیح مُسلم میں حضرت ابوعثمان کا یہ بیان منقول ہے۔

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی۔ گفتگو کے بعد حضرت جبرائیل چلے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا یہ کون صاحب تھے؟ آپ نے جواب دیا یہ دحیہ کلبی تھے اور پھر آپ نے قسم کھائی۔ اللہ کی قسم! میں انہیں دحیہ ہی سمجھی تھی مگر پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے کے دوران یہ بتاتے ہوئے سنا کہ وہ حضرت جبرائیل تھے۔ [1]

اس روایت کے راوی سلیمان کہتے ہیں۔ میں نے حضرت ابوعثمان سے پوچھا آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا حضرت اسامہ بن زید سے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح آپ کے صاحبزادے عمر بن ابوسلمہ نے کروایا تھا۔ اہل علم کے ایک گروہ نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اس وقت ان کے صاحبزادے کی عمر اتنی نہیں تھی کہ وہ یہ نکاح کرواسکتا۔

امام احمد نے ان لوگوں کی تردید کی ہے اور امام احمد کی تائید میں وہ روایت پیش کی جا سکتی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

حضرت عمر بن ابوسلمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزے دار (کا اپنی بیوی کا) بوسہ لینے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، ان سے (یعنی اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھو! تو سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے ہیں تو وہ بولے ہم اللہ کے رسول کی مانند نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جس چیز کو چاہے حلال کر

Marfat.com

دے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات ایسے بچے سے نہیں کہی جا سکتی جس کی عمر بہت کم ہو۔ حضرت عمر بن ابوسلمہ ہجرت (مدینہ) سے پہلے حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عمر بن ابوسلمہ کی عمر بہت کم تھی مگر یہ بات مستند روایات سے ثابت نہیں ہے۔

اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن ابوسلمہ نے کس حیثیت سے سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کروایا تھا؟ ایک تو یہ کہ آپ ان کے صاحبزادے تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک آپ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دور پرے کے چچازاد بھی تھے اور اُس وقت آپ ہی سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے قریبی ولی تھے۔ اس لئے آپ نے چچازاد کی حیثیت سے یہ نکاح کروایا تھا۔ دونوں کا نسب یہ ہے۔ عمر بن ابوسلمہ بن عبدالاسد بن حلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

اُمِ سلمہ ہند بنت ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے صاحبزادے عمر نے نہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب نے پڑھوایا تھا کیونکہ بہت سی روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں اے عمر! اٹھو اور اللہ کے رسول کا نکاح کراؤ اور پیغامِ نکاح حضرت عمر بھی لے کر گئے تھے۔

لیکن اس کی تردید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحبزادے عمر سے یہ کہا تھا اٹھو اور اللہ کے رسول سے نکاح کراؤ۔

ہمارے شیخ ابوالحجاج المزی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عمر اٹھو! اور اللہ کے رسول سے نکاح کراؤ۔ اپنے صاحبزادے کے الفاظ راویوں کی غلط فہمی ہے۔ راوی یہ سمجھے کہ عمر سے مراد ان کے صاحبزادے ہیں حالانکہ اکثر مستند روایات میں اپنے صاحبزادے کا ذکر موجود ہے۔

شیخ ابوالحجاج المزی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے عمر اس وقت بہت کم سن تھے کیونکہ انہی کا یہ قول منقول ہے۔

Marfat.com

میں نبی اکرم ﷺ کی گود میں بیٹھتا تھا اور میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں گردش کرتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا۔

"بیٹے! اللہ کا نام لو پھر دائیں ہاتھ سے اور اپنے آگے سے کھاؤ۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس وقت کم سن تھے اسی لئے نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ تھے۔

ابن اسحاق نے یہ بات نقل کی ہے کہ سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے صاحبزادے سلمہ نے کروایا تھا۔

ام المؤمنین سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ عبداللہ بن جحش کی اہلیہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے 3 ہجری میں آپ سے نکاح کیا۔ آپ کا لقب ام المساکین ہے کیونکہ آپ کثرت سے مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔

نبی اکرم ﷺ کے حبالۂ عقد میں بہت تھوڑا عرصہ، دو یا تین ماہ گزارنے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

ام المؤمنین سیّدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

آپ کا تعلق بنو مصطلق سے ہے۔ غزوۂ بنو مصطلق میں آپ بھی قیدیوں میں شامل ہوئیں اور ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ حضرت ثابت بن قیس نے آپ کو مکاتب کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے کتابت کی رقم ادا کی اور 6 ہجری میں آپ سے نکاح کیا۔ 8 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وجہ سے آپ کے خاندان کے 100 قیدیوں کو آزاد کیا گیا کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے سسرالی عزیز تھے۔ یہ آپ کی برکت تھی جس کا فائدہ آپ کی قوم کو حاصل ہوا۔

ام المؤمنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ کو قیدی بنایا گیا۔ اس سے پہلے آپ کنانہ بن ابوالحقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔ ایک روایت کے مطابق 36 ہجری اور دوسری روایت کے مطابق 50 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

آپ کی خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو آزاد کیا اور آپ کی آزادی ہی کو آپ کا مہر قرار دیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں آپ ہی کو آپ کا مہر قرار دیا اور یہ بات قیامت تک کے لئے امت کے لئے سنت بن گئی کہ اگر کوئی شخص چاہے تو اپنی کنیز کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے سکتا ہے اور وہ باندی اس کی بیوی بن جائے گی۔

امام احمد نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

امام ترمذی، اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ پتہ چلا کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ صفیہ یہودی کی بیٹی ہیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑیں۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ رو رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ حفصہ نے میرے بارے میں یہ کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ایک نبی کی اولاد ہو تمہارے چچا بھی نبی تھے اور تم ایک نبی کی بیوی بھی ہو۔ پھر وہ (سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) کس بات پر تمہارے مقابلے میں فخر کر سکتی ہے؟ پھر آپ ﷺ نے (سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا، حفصہ اللہ سے ڈرو۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس سند کے اعتبار سے غریب ہے۔ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بنیادی خصوصیت ہے۔

آپ کا تعلق بنو خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی سیّدہ امیمہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ پہلے آپ کی شادی نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر آپ کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کیا اور یہ آیت نازل کی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب:۳۷)

''جب ان سے زید کا تعلق نہ رہا تو ہم نے ان کا نکاح تم سے کر دیا۔''

نبی اکرم ﷺ اٹھے اور اجازت طلب کئے بغیر آپ کے پاس آئے۔ آپ اس بات پر دیگر تمام ازواجِ مطہرات کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں تمہارے شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی

Marfat.com

ہے۔

یہ آپ کی بنیادی خصوصیت ہے۔

20 ہجری میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

اُم المؤمنین سیّدہ میمونہ بنت الحارث

نبی اکرم ﷺ نے سرف کے مقام پر آپ سے نکاح کیا اور یہیں آپ کی رخصتی ہوئی۔ بعد میں اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ ''سرف'' مکہ مکرمہ سے سات میل کی دوری پر واقع ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سب سے آخر میں آپ سے نکاح کیا۔ 63 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سگی خالہ ہیں کیونکہ ان کی والدہ اُمِ فضل بنت حارث آپ کی سگی بہن ہیں۔ آپ حضرت خالد بن ولید کی بھی سگی خالہ ہیں۔

آپ کے نکاح کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے آپ سے نکاح کیا اس وقت نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں تھے یا نہیں۔ درست قول یہ ہے کہ جس وقت آپ کی رخصتی ہوئی اس وقت نبی اکرم ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے جیسا کہ اس نکاح کے پیغام رسا حضرت ابورافع نے یہ بات بیان کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ہم نے کسی اور مقام پر اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

یہ وہ خواتین تھیں جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے ازواجی تعلق قائم کیا۔ ان کی تعداد گیارہ ہے۔

حافظ ابومحمد مقدسی اور دیگر اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سات دیگر خواتین سے عقد نکاح کیا مگر ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا۔

ازواجِ مطہرات پر درود اس احترام کے تابع ہے جس کی پابندی امت پر واجب ہے۔ یہ خواتین دنیا و آخرت میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں۔ جن خواتین سے نبی اکرم ﷺ نے علیحدگی اختیار کی یا ان سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا ان کے لئے ان خواتین کے مخصوص احکام ثابت نہیں ہوں گے جس کے ساتھ آپ نے ازدواجی تعلق قائم کیا اور اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر آل کی آل، آپ کی ازواج اور آپ کی ذریت پر درود وسلام نازل کرے۔

Marfat.com

فصل

لفظ ذرّیت کی تحقیق

لفظ ذریت کے بارے میں دو موضوعات پر گفتگو کی جائے گی۔

پہلے موضوع کا تعلق اس لفظ کی تحقیق سے ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

(i) یہ لفظ ذرا اللہ الخلق سے ماخوذ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پھیلا دیا اور اسے ظاہر کیا۔ ثقل کی وجہ سے اس کے ہمزہ کو ترک کر دیا گیا لہٰذا اصل میں یہ لفظ ہمزہ کے ہمراہ ''ذریئۃ'' تھا اور اس کا وزن ''فُعِيْلَة'' ہے۔

صحاح کے مصنف اور علم لغت کے دیگر ماہرین نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

(ii) اس لفظ کی اصل ''الذر'' ہے۔ یہ لفظ چھوٹی چیونٹیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قیاس کے مطابق یہ لفظ ''ذَرِیۃ'' ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے شروع میں ''پیش'' آ گئی اور آخر میں ''ہمزہ'' آ گیا یعنی اس کی نسبت میں تبدیلی کی گئی۔

یہ قول کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ نسبت میں تبدیلی کا قاعدہ اس سے مختلف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ''ر'' کو ''ی'' سے تبدیل کیا گیا ہے۔ جو قاعدے کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ''ذریت'' اور ''ذر'' کے درمیان صرف ایک چیز مشترک ہے ''ذ'' اور ''ر'' معنوی اعتبار سے ان دونوں الفاظ کے درمیان کوئی تعلق موجود نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ''الذر'' مضاعف ہے جبکہ ''ذریت'' معتل یا مہموز ہے لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

(iii) یہ ''ذرا یذرو'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی علیحدہ کر دینا ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (الکهف:۴۵)

''اسے ہوائیں اڑا کر لے جائیں۔''

اس اصول کے تحت یہ لفظ درحقیقت ''ذُرِيَّة'' ہوگا اور اس کا وزن ''فُعِلِيَّة'' ہوگا یہ

Marfat.com

''الذرؤ'' سے ماخوذ ہوگا جس میں ''ذ'' کو''ی'' سے تبدیل کر دیا گیا کیونکہ ان دونوں میں سے پہلا حرف ساکن تھا۔

پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کا اشتقاق اور اس کے معانی اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس کا اصل مادہ ''الذرء'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ (الشوریٰ:١١)

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں اور جانوروں کے بھی جوڑے بنائے ہیں اور انہی میں سے تمہیں پھیلا دیا ہے۔''

ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

اعوذُ بكلماتِ الله التاماتِ التی لا يُجاوزهنَّ برٌّ ولا فاجرٌ من شرِّ ما خلق وذرأَ وبَرَأَ

''(اللہ تعالیٰ نے) جو چیز پیدا کی اور جسے پھیلایا اور جسے آزاد کیا ان سب کے شر سے میں اللہ تعالیٰ کے ان مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں جنہیں کوئی نیک یا گنہگار پار نہیں کر سکتا۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (الاعراف:١٧٩)

''اور ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اور انسان پیدا کئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (النحل:١٣)

''اور اس نے تمہارے لئے مختلف رنگوں والی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں۔''

لہٰذا لفظ ''ذرية''، ''فُعْلِيَّة'' کے وزن پر مفعول یعنی ''مذروءة'' کے معنی میں ہوگا جس کے ہمزہ کو تبدیل کیا گیا تو یہ ''ذرية'' بن گیا۔

دوسرا موضوع یہ ہے کہ اس لفظ کے معانی کیا ہیں؟

اس بارے میں اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لفظ ذریت کا اطلاق چھوٹی اور بڑی ہر اولاد پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (البقرہ: ۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے بعض امور سے متعلق آزمایا تو وہ اس آزمائش پر پورا اترا۔ (اس کے پروردگار نے) کہا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ (ابراہیم نے) کہا میری ذریت (یعنی اولاد) میں سے (بھی پیشوا پیدا کر)''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ لا ذُرِّیَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْ ۢ بَعْضٍ (آل عمران: ۳۳-۳۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم، نوح، ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو چن لیا۔ ان میں سے بعض دوسروں کی ذریت (اولاد) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ج وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (الانعام: ۸۷)

''ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے چن لیا اور ہم نے سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۝ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

(الاسراء: ۲-۳)

''ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے (چشمہ) ہدایت بنایا۔ تم میرے سوا کسی دوسرے کو وکیل نہ بناؤ۔ (وہ بنی اسرائیل) ان لوگوں کی ذریت ہیں جنہیں ہم نے ان کے ہمراہ (کشتی میں) سوار کروایا۔ بے شک وہ ہمارا شکر گزار بندہ تھا۔''

Marfat.com

کیا لفظ ''ذریت'' کا اطلاق آباؤ اجداد پر بھی کیا جا سکتا ہے؟

اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایسا کہا جا سکتا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (یٰس: ۴۱)

''اوران کے لئے نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت (آباؤ اجداد) کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔''

علم لغت کے ماہرین کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ ان کے نزدیک لغوی اعتبار سے یہ بات جائز نہیں ہے۔ ذریت کا لفظ نسل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی آنے والی نسل کے لئے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ (الانعام:۸۷)

''ان کے آباؤ اجداد، ان کی ذریت اور ان کے بھائی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسب کی تین جہات کا ذکر کیا ہے۔ اوپر والی (آباؤ اجداد)، نیچے والی (اولاد اور نسل) اور درمیان والی (یعنی بھائی)

یہ ماہرین کہتے ہیں آپ نے دلیل کے طور پر جو آیت پیش کی ہے اس سے آپ کے موقف کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ یہاں ''ذریت'' سے مراد نسل اور اولاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس لفظ کی نسبت ان لوگوں کی طرف ایک اور اعتبار سے کی گئی ہے بعض اوقات کسی ادنیٰ سی مناسبت یا خصوصیت کی وجہ سے بھی نسبت کر دی جاتی ہے جیسے درجِ ذیل شعر میں شاعر نے لفظ ''کوکب'' کی نسبت کی ہے۔

اذا کوکب الخرقاء لاح بسحرةٍ سهيلٌ اَذاعت غزلها في القرائب [1]

لہٰذا اس خاتون کی طرف ستاروں کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ خاتون اس وقت سوت کاتتی تھی جب ستارے نمودار ہوتے تھے۔

اسم کی نسبت دو مختلف اشیاء کی طرف، دو مختلف جہات سے کی جا سکتی ہے اور ان دونوں نسبتوں کا تعلق ایک دوسرے سے مختلف ہو گا جیسے جنابِ ابو طالب نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

---

[1] خزانۃ الادب 112/3

Marfat.com

لقد علموا انّ ابننا لا مکذبٌ لدینا ولا یعزی لقول الاَباطِل [1]

''سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (یعنی نبی اکرم ﷺ) کو ہماری جانب سے کبھی جھٹلایا نہیں گیا اور نہ ہی ان کی طرف کبھی کسی باطل قول کی نسبت کی گئی ہے۔''

اس شعر میں نبی اکرم ﷺ کے لئے بیٹے ہونے کی جو نسبت بیان کی گئی ہے وہ اس نسبت سے مختلف ہے جس کے حوالے سے آپ حضرت عبداللہ (یعنی نبی اکرم ﷺ کے والد ماجد) کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اسی طرح لفظ رسول کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی طرف کرتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلُنَا (المائدہ:۱۵)

''تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا۔''

اور کبھی اس لفظ کی نسبت لوگوں کی طرف کر دیتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ (المؤمنون:۶۹)

''یا انہوں نے اپنے رسول کو اصول کو پہچانا ہی نہیں۔''

پس لفظ رسول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی صورت میں اس لفظ کی نسبت اس ذات کی طرف ہو گی جس نے اس رسول کو مبعوث کیا ہے اور اس لفظ کی نسبت لوگوں کی طرف کرنے کی صورت میں یہ نسبت ان لوگوں کی طرف ہو گی جن کی طرف اس رسول کو مبعوث کیا گیا ہے۔

اسی طرح ''لفظ کتاب'' کا استعمال ہے کہ کبھی اسے اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی اس کی نسبت بندوں کی طرف کی جاتی ہے جیسے کتاب اللہ یا کتابنا القرآن اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''ذریت'' کی ان لوگوں کی طرف نسبت اس جہت سے مختلف ہے جس جہت کے اعتبار سے اسے ان کے آباء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت میں لفظ ذریت سے مراد مطلقاً اولادِ

---

[1] سیرۃ النبویہ (280/1)

Marfat.com

آدم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود لوگوں کی طرف اس کی نسبت مخصوص نہیں ہے بلکہ جن سے ''ذریت'' مراد ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد ذریت ہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اظہار اور اس کی نعمتوں کے شمار کے لئے نہایت بلیغ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی میں موجود ان کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ان کی ذریت کو سوار کیا تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی ذریت کو ہم نے اس کشتی میں سوار کیا حالانکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں نطفے کی شکل میں موجود تھے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب ''الروح والنفس'' میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ [1]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ذریت سے مراد اولاد اور اولاد کی اولاد ہوتی ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا بیٹیوں کی اولاد بھی اس میں شامل ہے؟

اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

امام احمد سے دو روایات منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ شامل ہوں گے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور دوسری روایت کے مطابق وہ شامل نہیں ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ اسی بات کے قائل ہیں۔

جن لوگوں کے نزدیک بیٹیوں کی اولاد ذریت میں شامل ہوگی وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تمام اہل ایمان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد نبی اکرم ﷺ کی اس ذریت میں شامل ہوگی جن پر درود شریف کے نزول کی دعا کی جاتی ہے۔

کیونکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کی کسی اور صاحبزادی کی اولاد باقی نہ رہی۔ اس لئے اب اگر کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی کسی صاحبزادی کے حوالے سے آپ سے کوئی تعلق قائم کرتا ہے تو وہ صرف سیّدہ فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایسا کر سکتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّ ابنی ھذا سیّدٌ

---

[1] ابن قیمؒ کتاب الروح (392-404)

Marfat.com

"بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔" [1]

اس حدیث میں آپ نے حضرت حسن کو اپنا بیٹا کہا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل کی یعنی یہ آیت:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ (آل عمران: ۶۱)

"پس آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد بھی جو شخص اس کے بارے میں آپ سے بحث و تکرار کرتا ہے اس سے کہہ دو ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں (تم) اپنے بیٹوں کو (بلا لو)"

اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو بلایا اور مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے۔

یہ حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ

(الانعام: ۸۵-۸۴)

"اور ان کی ذریت میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (کو مرتبۂ نبوت سے سرفراز کیا) ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ (ان کے علاوہ) ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس (کو بھی یہ مقام عطا کیا)"

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حضرت ابراہیم کی طرف نسبت صرف ان کی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کی جا سکتی ہے۔

جن حضرات کے نزدیک بیٹی کی اولاد ذریت میں شامل نہیں ہوتی ان کی دلیل یہ ہے کہ بیٹیوں کی اولاد ان کے حقیقی آباؤ اجداد کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسے ایک ہاشمی خاتون

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (7109-3746-3629-2703) ابو داؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (4662) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3773) نسائی' احمد بن شعیب "السنن" (107/3)

Marfat.com

کے ہاں ہذلی، تیمی یا عدوی شوہر سے بچے کی ولادت ہو تو اس بچے کو ہاشمی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نسب میں بچہ باپ کے تابع ہوتا ہے۔ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور دین میں اسی کے تابع ہو گا جس کا دین زیادہ بہتر ہو۔

اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

بَنُونَا بَنُو اَبْنَائِنَا ' وَبَنَاتُنَا　　　بَنُوهُنَّ اَبْنَاءُ الرِّجَالِ الاَ بَاعِدِ

''ہماری اولاد وہ ہے جو ہمارے بیٹوں کی اولاد ہے اور ہماری بیٹیوں کی اولاد دوسرے لوگوں کی اولاد ہے۔''

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی قبیلے کے بارے میں کوئی وصیت کرے یا کوئی چیز وقف کر دے تو اس کے حکم میں اس قبیلے کی لڑکیوں کی وہ اولاد شامل نہیں ہو گی جو دوسرے قبیلوں کی اولاد ہے۔

جہاں تک سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو یہ دراصل ان کے عالی وقار والد ماجد کے شرف اور فضیلت کی وجہ سے ہے جس کی برابری تمام جہانوں میں کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی عظمت شان، رفعت مکان اور بلند قدر و منزلت کی وجہ سے آپ کی صاحبزادی کی اولاد کو بھی آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ بادشاہ، امراء اور صاحب ثروت لوگ جن کے عزتِ شرف کو بارگاہِ رسالت کے مقابلے میں کوئی حیثیت حاصل نہیں وہ بھی (نرینہ اولاد کی عدم موجودگی میں) بیٹیوں کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ سگے بیٹوں جیسا سلوک کرتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور تعلق کا عالم کیا ہو گا؟

جہاں تک حضرت مسیح کے حضرت ابراہیم کی ذریت میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو اسے آپ دلیل کے طور پر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ حضرت مسیح کے والد تھے ہی نہیں لہٰذا والد کی جانب سے ان کا نسب ثابت ہونا محال ہے۔ اس لئے ان کی والدہ، والد کے قائم مقام ہوں گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی والدہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ دیگر حضرات کو ان کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کیا ہے۔

اصول بھی یہی ہے کہ لعان وغیرہ کی وجہ سے جس شخص کا نسب منقطع ہو جائے اس کی

Marfat.com

والدہ والد کی قائم مقام ہوتی ہے اور ایسی صورت میں صحیح قول کے مطابق اس کی والدہ ہی اس کا عصبہ بنے گی۔ امام احمد سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے نصوص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابۂ کرام کا بھی یہی فتویٰ ہے قیاس کے اعتبار سے بھی یہی بات صحیح ثابت ہوتی ہے کہ نسب میں اصل باپ ہے لیکن اگر باپ کی طرف سے نسب منقطع ہو جائے تو ماں کی طرف لوٹے گا اور بالفرض اگر باپ کی طرف لوٹانے کی ضرورت پیش آ جائے تو ماں کی طرف سے ہٹ کے دوبارہ باپ کی طرف لوٹ جائے گا۔

اسی طرح ''ولاء'' کے بارے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ باپ کے موالی کے لئے مخصوص ہوگا اگر ان کی طرف رجوع کرنا ممکن نہ ہو تو ماں کے موالی کے لئے ہو جائے گا اور بعد میں اگر باپ کے موالی کی طرف رجوع ممکن ہو جائے تو یہ دوبارہ باپ کے موالی کی طرف لوٹ جائے گا۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ ''ولاء''، ''نسب'' کی فرع ہے اور اسی کی مانند ہے لہٰذا جب ماں کے اثبات اس مولیٰ کے اثبات بن گئے جس کی عصبیت باپ کے موالی کی طرف سے منقطع ہو چکی ہے تو نسب میں باپ کی عصبیت کی عدم موجودگی میں ماں کی عصبیت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہو گی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ولاء میں تو ثابت ہو لیکن نسب میں ثابت نہ ہو حالانکہ ولاء نسب کا فروعی مسئلہ ہے۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ صحیح قیاس کبھی بھی نص کا مخالف نہیں ہو سکتا اور اس کے ذریعے آپ کو یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ صحابۂ کرام کے علم میں کتنی گہرائی پائی جاتی تھی اور وہ اس بارے میں اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں تک پہنچنا دوسروں کے لئے ممکن نہیں ہے۔

(ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الحدید: ۲۱)

''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے اس کو یہ عطا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔''

Marfat.com

پانچویں فصل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ

یہ لفظ سابقہ (زبان کا) نمونہ ہے۔ سریانی زبان میں ابراہیم کا مطلب مہربان باپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بنی نوع انسان کے لئے تیسرا باپ بنایا۔ ہمارے پہلے باپ حضرت آدم تھے۔ دوسرے باپ حضرت نوح تھے۔ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ انہی کی اولاد ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (الصافات:۷۷)

''اور ہم نے انہی کی ذریت کو باقی رکھا۔''

اس آیت کے ذریعے ان عجمی افترا پردازوں کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت نوح یا ان کے صاحبزادے سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ لوگ خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اپنے بادشاہوں کو حضرت آدم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے نسب میں حضرت نوح کا ذکر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس موقف کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

تیسرے باپ حضرت ابراہیم ابوالآباء، جہان کا ستون، دین حنیف کی پیروی کرنے والوں کے پیشوا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور نبوت اور کتاب کو انہی کی اولاد کے لئے مخصوص کر دیا۔ وہ خلیل الرحمٰن ہیں۔ شیخ الانبیاء ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اس نام سے یاد فرمایا ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ نے دیکھا کہ مشرکین نے وہاں حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کی تصویر بنا رکھی ہے جس میں یہ

Marfat.com

دونوں حضرات پانسہ کھیل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، لَقَدْ عَلِمُوْا: اَنَّ شَيْخَنَا لَمْ يَكُنْ يَسْتَقسِمُ بِالْاَزْلَامِ

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے یہ جانتے ہیں کہ ہمارے شیخ (حضرت ابراہیم ہیں) نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم کے علاوہ کسی اور نبی کی ملت کی پیروی کا حکم نہیں دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل: ۱۲۳)

''پھر ہم نے تمہاری طرف یہ بات وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو حق کی راہ پر گامزن تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی امت کو بھی یہی حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ (الحج: ۷۸)

''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں کی۔ اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی (پیروی کرو) اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں مسلمان کا خطاب دیا ہے۔''

اس آیت میں لفظ ملت سے پہلے ایک فعل محذوف ہے یعنی پیروی کرو یا لازم پکڑ لو۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق کلام ہے جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج: ۷۸)

''اللہ کی راہ میں اس طرح کوشش کرو جو کوشش کا حق ہے۔''

اسے اغراء کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ پر ''زبر'' مصدر کی وجہ سے آئی ہے اور اس کا عامل سابقہ عبارت کے ضمن میں موجود ہے۔

نبی اکرم ﷺ صحابۂ کرام کو یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ وہ صبح و شام یہ دعا کریں۔

اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ و كلمةِ الاِخلاص، و دين نبيّنا مُحَمَّدٍ،

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (4288) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (365,334)

Marfat.com

وَمِلَّةِ اَبِیْنَا اِبراھیم حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

''ہم فطرتِ اسلام، کلمہ اخلاص اپنے نبی حضرت محمد کے دین اور اپنے باپ حضرت ابراہیم جو راہِ حق پر گامزن مسلمان تھے اور مشرک نہیں تھے ان کی ملت پر (ثابت قدم) ہیں۔'' [1]

آپ ان الفاظ پر غور کریں کہ کس طرح اسلام کو فطرت کے مطابق قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اسی فطرت کے مطابق پیدا کیا ہے اور کلمہ اخلاص سے مراد اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور ملت حضرت ابراہیم کی ہے کیونکہ وہی ملت والے ہیں اور وہ ملت توحید ہے یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا اور دین ہمارے نبی کا ہے جو کامل ترین دین ہے اور جن کی شریعت جامع ترین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو امام، قانت اور حنیف کے القابات کے ذریعے یاد کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرہ: ۱۲۴)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بعض امور سے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورے اترے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں تو حضرت ابراہیم نے عرض کی میری اولاد میں سے بھی (امام پیدا کر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ (یعنی اس وعدے کا تعلق کفار و مشرکین کے ساتھ نہیں ہوگا)''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ اس نے حضرت ابراہیم کو لوگوں کا امام بنایا ہے اور ان کی اولاد میں سے ظالم شخص امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہو سکے گا۔ ظالم سے مراد مشرک ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ امامت کے بارے میں اس کا عہد

---

[1] احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (123/5, 408, 406/3) ابن سنی، عمل الیوم واللیلہ (34) نسائی، احمد بن شعیب عمل الیوم واللیلہ (61) ہیثمی، مجمع الزوائد (116/10)

Marfat.com

مشرکین کے بارے میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ط اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (النحل: ۱۲۰-۱۲۲)

''بے شک ابراہیم اللہ کا فرمانبردار تھا، حق پر گامزن تھا، مشرک نہیں تھا، (اللہ کی) نعمتوں کا شکر گزار تھا، (اللہ تعالیٰ نے) اسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ ہم نے دنیا میں بھی اسے بھلائی دی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوگا۔''

اس آیت میں امت سے مراد وہ پیشوا ہے جو بھلائی کی دعوت دے۔ قانت سے مراد اللہ تعالیٰ کا ایسا فرمانبردار شخص ہے جو ہمیشہ اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہے۔ حنیف سے مراد وہ شخص ہے جو ہر چیز سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے جن لوگوں نے اس لفظ کا مطلب مائل ہونا بیان کیا ہے انہوں نے لفظ کے موضوع کی بجائے اس کے معنی کے لازم کی تفصیل بیان کی ہے کیونکہ ''الحنف'' کا مطلب متوجہ ہونا ہے اور جو شخص کسی چیز کی طرف متوجہ ہوگا دوسری چیزوں سے لاپروا ہو جائے گا۔ اسی لفظ کی نسبت جب قدموں کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ط فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۰)

''پس تم اپنا چہرہ دین حنیف کی طرف پھیر لو یہ اللہ کی مقرر کردہ فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں لفظ حنیف سابقہ جملے کا حال واقع ہو رہا ہے۔ اسی لئے اس کی تفسیر ''مخلص'' بیان کی گئی ہے گویا اس آیت میں صدق اور اخلاص دونوں کا حکم موجود ہے۔ دین کے لئے متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طلب میں ہر طرف سے منہ پھیر لیا جائے اور حنیف اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو اور کسی دوسرے کی طرف توجہ نہ کرے۔ صدق کا معنی یہ ہے کہ تمہاری طلب تقسیم نہیں ہونی چاہئے اور اخلاص کا معنی یہ ہے

Marfat.com

کہ تمہارا مطلوب تقسیم نہیں ہونا چاہئے۔ گویا پہلی صورت میں طلب کو خالص کرنا مقصود ہے اور دوسری صورت میں مطلوب کو خالص قرار دینا مقصود ہے۔

گفتگو یہ چل رہی تھی کہ حضرت ابراہیم، ہمارے تیسرے باپ اور حنفاء کے پیشواء ہیں۔ اہل کتاب نے آپ کا نام ''عمود عالم'' (جہان کا ستون) رکھا ہے۔ تمام مذاہب کے لوگ آپ کی تعظیم، محبت اور بزرگی پر متفق ہیں۔

آپ کی اولاد میں سب سے بہتر اور اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ بھی آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے۔

جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: یا خیر البریة! فقال رسولُ الله ﷺ: ''ذاك ابراهیم''

''ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی ''یا خیر البر'' (اے مخلوق میں سب سے بہتر شخص) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ تو حضرت ابراہیم ہیں۔''[1]

نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ''شیخ'' (سردار یا بزرگ) کے نام سے بھی یاد کیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث بیان کی جا چکی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

انکم محشورون حفاة، عراةً غزلاً، ثم قرأ: کما بدأنا اوّل خلق نعیده وعدًا علینا انا کنا فٰعلین (الانبیاء: ۱۰۴) واول من یکسی یوم القیامة ابراهیم

''تمہیں قیامت کے دن ننگے پاؤں برہنہ بدن اور غیر مختون حالت میں زندہ کیا جائے گا۔''[2]

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

---

[1] مسلم (2369) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4672) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3352) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (184،178/3)

[2] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، ''الجامع الصحیح'' (6525، 6524) مسلم بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (2860) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (3329) نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (114/4) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (220/1) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح'' (7322)

Marfat.com

''جس طرح ہم نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح ہم تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔''

(پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے سب سے زیادہ حضرت ابراہیم سے مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ صحیحین میں یہ روایت موجود ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

رایت ابراهيم' فاذا اقرب الناس شبهًا به صاحبكم

''میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے وہ سب سے زیادہ تمہارے صاحب (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ) سے مشابہت رکھتے ہیں۔'' [۱]

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

واما ابراهيم فانظروا الٰى صاحبكم

''جہاں تک حضرت ابراہیم کا تعلق ہے تو تم اپنے صاحب (یعنی نبی اکرم ﷺ) کو دیکھ لو۔'' [۲]

نبی اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین کو انہی الفاظ میں اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے جن الفاظ میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے۔

''نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ تمہارے باپ (حضرت ابراہیم) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو ان الفاظ میں اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔''

اعوذ بكلمات الله التامة' من كل شيطان وهامة' ومن كل عين

---

[۱] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (167) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3649) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (334/3)

[۲] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (3355) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (270/166) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (276/1)

Marfat.com

لامة

”میں ہر شیطان اور غارت گر چیز اور نظر بد سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں۔“[1]

حضرت ابراہیم نے سب سے پہلے مہمان نوازی کی روایت کا آغاز کیا آپ ہی نے سب سے پہلے ختنے کیے اور آپ ہی پر سب سے پہلے بڑھاپے کے آثار نمودار ہوئے۔ (جب آپ کے بال سفید ہوئے) تو آپ نے عرض کی، اے میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے آپ نے دعا کی اے میرے پروردگار! میرے وقار میں اضافہ کر۔

آپ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مہمان نوازی کا واقعہ نقل کرتے ہوئے کس طرح آپ کی تعریف کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ (الذاریات: ۲۴-۲۷)

”کیا تم تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کا واقعہ پہنچا ہے جب وہ مہمان اس کے پاس آئے تو ان سب نے سلام کیا۔ ابراہیم نے کہا تم پر بھی سلام ہو۔ تم کچھ نا مانوس محسوس ہو رہے ہو۔ پھر وہ اپنی اہلیہ کے پاس گیا اور ایک صحت مند بچھڑا (پکا ہوا) لے آیا اور اسے مہمانوں کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کیا آپ اسے کھائیں گے نہیں؟“

ان آیات میں جن اعتبارات سے حضرت ابراہیم کی تعریف موجود ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(i) اللہ تعالیٰ نے آپ کے مہمانوں کو معزز قرار دیا ہے اور ایک تفسیر کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان کی عزت افزائی کی تھی اور دوسری تفسیر کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز تھے، بہر حال دونوں تفسیروں کے

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ”الجامع الصحیح“ (3371) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ”السنن“ (4937) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ”الجامع الصحیح“ (2060) نسائی، احمد بن شعیب، عمل الیوم واللیلہ (1006) ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، (3525)

Marfat.com

درمیان کوئی تضاد موجود نہیں ہے اور آیت کے الفاظ ان دونوں معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب وہ مہمان اس کے ہاں آئے اس آیت میں ان کے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی مشہور و معروف تھی۔ گویا آپ کا گھر ایک مہمان خانہ تھا جس میں داخل ہونے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ اندر چلے آنا ہی اجازت تھی ......اور یہ غایت درجے کی مہمان نوازی ہے۔

(iii) حضرت ابراہیم کے سلام کو حالت رفعی میں نقل کیا ہے جبکہ فرشتے کا سلام حالت نصبی میں ہے۔ رفعی حالت والا سلام زیادہ کامل ہے کیونکہ یہ جملہ اثنیاء پر دلالت کرتا ہے جو ثبوت اور تجدد پر دلالت کرتا ہے جبکہ منصوب سلام جملہ مغلیہ پر دلالت کرتا ہے جس میں حذف اور تجدد پایا جاتا ہے لہٰذا حضرت ابراہیم کا ان پر سلام، ان کے سلام سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ ان کے سلام کا مطلب ہے ''ہم آپ کو سلام کرتے ہیں'' اور حضرت ابراہیم کے سلام کا مطلب ہے ''تم پر ہمیشہ سلامتی نازل ہو۔''

(iv) حضرت ابراہیم کے الفاظ ''قوم'' منکرو (نامانوس لوگ) میں مبتداء محذوف ہے۔ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے انسیت محسوس نہ ہوئی تو آپ نے ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جس سے مہمان الجھن محسوس کرے۔ اس لئے یہاں مبتداء کو محذوف کر کے کلام کو لطیف کر دیا۔

(v) آپ نے فعل کی بنیاد مفعول پر رکھی لیکن فاعل کو محذوف کرتے ہوئے کہا ''منکرون'' (یعنی تم لوگ نامانوس ہو) یہ نہیں فرمایا کہ میں تمہارا انکار کر رہا ہوں۔ ایسے موقع پر یہی کہنا بہتر ہے اور اس سے بدمزاجی یا نفرت کا اظہار نہیں ہو رہا۔

(vi) آپ اپنی اہلیہ کے پاس گئے تاکہ مہمانوں کے لئے کھانا لے کر آئیں۔ قرآن نے اس کے لئے ''راغ'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس طرح چپکے سے چلے جانا کہ مہمان کو محسوس بھی نہ ہو پائے۔ یہ چیز میزبان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مہمان کو اس بات کا احساس بھی نہ ہونے دے مبادہ کہ مہمان کو اس کی وجہ سے شرمندگی یا تکلیف کا احساس ہو۔ یعنی مہمان کو پتہ بھی نہ چلے اور کھانا اس کے سامنے آ

Marfat.com

جائے۔ ایسا کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ مہمان سے کہیں کہ بھئی آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس طرح مہمان کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(vii) آپ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور کھانے کا سامان لے آئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے گھر میں ہر وقت مہمانوں کے لئے کھانا تیار رہتا تھا اور مہمان نوازی کے لئے آپ کو پڑوسیوں کا دروازہ کھٹکھٹانے، بازار سے کوئی چیز خرید کر لانے یا کسی سے قرض مانگنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

(viii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ صحت مند بچھڑا (پکا ہوا) لے آیا۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بذاتِ خود مہمان کی خدمت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابراہیم نے کھانا لانے کا حکم دیا بلکہ آپ خود گئے اور خود کھانے کا سامان لے کر آئے۔ کسی خادم کے ہاتھ کھانا نہیں بھجوایا اور یہ غایت درجے کی مہمان نوازی ہے۔

(ix) آپ بعض کی بجائے مکمل بچھڑا لے کے آئے تھے اور یہ آپ کی عنایت ہے۔

(x) وہ بچھڑا صحت مند تھا، کمزور نہیں تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسا جانور تھا جسے پالا پوسا جاتا ہے مگر آپ نے اسے مہمانوں کے لئے قربان کر دیا۔

(xi) آپ نے خود مہمانوں کے سامنے کھانا پیش کیا۔ خادم کو اس بات کا حکم نہیں دیا۔

(xii) آپ نے کھانا مہمانوں کے نزدیک کیا، مہمانوں کو کھانے کے نزدیک ہونے کے لئے نہیں کہا۔

اصلی خوبی بھی یہی ہے کہ جب مہمان بیٹھ جائے تو کھانے کو اس کے قریب کیا جائے۔ اس کے سامنے پیش کیا جائے نہ یہ کہ ایک کونے میں کھانا رکھ کے مہمان سے کہا جا رہا ہے آئیں صاحب کھالیں۔

(xiii) آپ نے فرمایا کیا آپ کھائیں گے نہیں؟ یہ کھانے کے لئے بلانے کا لطیف انداز ہے اور براہِ راست یہ کہنے سے زیادہ بہتر ہے کہ آ کے کھالیں یا ہاتھ بڑھائیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسا کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے ایسے مواقع پر کہا جاتا ہے بسم اللہ کریں، آپ مہربانی نہیں کریں گے، آپ زحمت کریں گے وغیرہ۔

(xiv) جب حضرت ابراہیم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور آپ نے دیکھا کہ وہ کھانا

Marfat.com

نہیں کھا رہے حالانکہ آپ کے مہمانوں کو کھانا شروع کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ جیسے ہی ان کے سامنے کھانا رکھتے وہ کھانا شروع کر دیتے جب آپ نے دیکھا کہ یہ مہمان کھانا نہیں کھا رہے ہے تو آپ نے پوچھا، ''آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟'' اس لئے آپ نے الجھن محسوس کی لیکن اسے اپنے تک ہی رکھا۔ مہمانوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

(XV) جب ان مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو آپ کو الجھن محسوس ہوئی لیکن آپ نے اس کا اظہار مہمانوں کے سامنے نہیں کیا بلکہ فرشتوں نے خود ہی اندازہ کر کے کہا، آپ پریشان نہ ہوں اور پھر فرشتوں نے آپ کو صاحبزادے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔

ان آیات میں ضیافت کے آداب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر تمام امور محض تکلفات ہیں جنہیں لوگوں نے اپنے اوپر عائد کر رکھا ہے۔ شرف اور فخر کے لئے یہی آداب کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت ابراہیم، ان دونوں حضرات کی آل اور تمام انبیاء پر درود نازل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو حکم دیا گیا انہوں نے اسے پورا کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ۝ وَ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی (النجم:۳۶-۳۷)

''کیا انہیں خبر نہیں ملی کہ موسیٰ کے صحیفوں میں جو کچھ ہے اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے (اپنے پروردگار کے حکم کو) پورا کیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے تمام شرعی تعلیمات کو پورا کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو تبلیغ ان کے ذمے عائد کی تھی اسے پوری طرح ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ:۱۲۴)

Marfat.com

"اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے بعض امور کے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورا اترا تو پروردگار نے کہا میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں۔"

یعنی جب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر پوری طرح عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کا امام بنا دیا اور ساری مخلوق آپ کی پیروی کرتی ہے۔

حضرت ابراہیم کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

قلبه للرحمٰن ' وولده للقربان' وبدنهُ للنيران' وماله للضيفان

"ان کا دل ایمان کے لئے ہے ان کی اولاد قربانی کے لئے ہے ان کا جسم آگ (میں بطورِ آزمائش ڈالے جانے) کے لئے ہے اور ان کا مال مہمانوں کے لئے مخصوص ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔ خلیل کا مطلب کامل ترین محبوب ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں ہو سکتا۔ اس وقت حضرت ابراہیم نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ وہ انہیں صالح اولاد عطا کرے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسماعیل کی نعمت عطا کی۔ جب ان کی محبت حضرت ابراہیم کے دل میں پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کا امتحان لیتے ہوئے انہیں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تاکہ بیٹے پر خلیل کی تقدیر کے ذریعے خلعت کا راز ظاہر ہو سکے جب حکم ربی کے سامنے آپ نے سر تسلیم خم کیا اور اپنے خلیل (یعنی اللہ تعالیٰ) کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دیتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے ایک عظیم قربانی کو اس کا فدیہ مقرر کیا کیونکہ ان کے پختہ ارادے کے ذریعے ذبح کا حکم دینے کی اصل مصلحت ظاہر ہو چکی تھی جب یہ مصلحت حاصل ہو گئی تو اب اس قربانی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس لئے ان کے حق میں بیٹے کی قربانی کا حکم مخصوص کیا گیا اور قیامت تک کے لئے آپ کے پیروکاروں کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا کہ ہر سال جانوروں کی قربانی پیش کرتے رہیں گے۔

آپ ہی نے سب سے پہلے اہل باطل و مشرکین سے مناظرہ کرنے اور ان کے دلائل کو غلط ثابت کرنے کا آغاز کیا۔ قرآن مجید نے نمرود کے ساتھ آپ کی بحث کرنے اور ان

Marfat.com

کے دلائل کو غلط ثابت کرنے کا آغاز کیا۔قرآن مجید نے نمرود کے ساتھ آپ کی بحث کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ آپ کی قوم کے مشرک لوگوں کے ساتھ آپ کے مناظرے کا ذکر بھی موجود ہے کہ کس طرح آپ نے ان دونوں فریقوں کے دلائل کا توڑ پیش کیا۔آپ کے مناظرے کا طریقہ نہایت بہترین ہے جو فہم اور حصول علم کے زیادہ قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْنَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (الانعام:۸۳)

''یہ ہماری محبت ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی ہم جس کے چاہے درجات بلند کر دیتے ہیں۔''

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں یہاں محبت سے مراد علم ہے جب اللہ کے دشمن آپ کے ساتھ بحث کرتے ہوئے مغلوب ہو گئے اور ان کے خلاف اللہ کی محبت ظاہر ہو گئی تو آپ نے ان کے بتوں کو بھی توڑ دیا...... گویا آپ نے ایک طرف ان کی دلیلوں کا توڑ پیش کیا اور دوسری طرف ان کے معبودوں کو توڑ دیا۔انہوں نے آپ کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا اور آپ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔گمراہوں کی بھی فطرت ہے کہ جب وہ مغلوب ہو جائیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے تو وہ سزا دینے پر اتر آتے ہیں جیسے فرعون جب حضرت موسیٰ سے مغلوب ہوا اور اس کے خلاف حجت قائم ہو گئی تو وہ بولا۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (الشعراء:۲۹)

''اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔''

لہٰذا حضرت ابراہیم کی قوم کے لوگوں نے آگ بھڑکائی اور آپ کو منجنیق میں ڈال کر آگ میں پھینک دیا۔منجنیق سے آگ کا یہ سفر نہایت عظیم، نہایت برکت والا، نہایت بلند مرتبہ تھا۔اسی سفر کے دوران جبکہ آپ خلاء سے گزر رہے تھے حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور عرض کی، حضرت! آپ کو کوئی حاجت ہو تو حکم دیں آپ نے فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

Marfat.com

اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (آل عمران:۱۷۳)

''وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ چند لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے جو بہترین کارساز ہے۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں...... کہ تمہارے نبی بھی یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ) اور جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انہوں نے بھی یہی کلمات پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا۔ [1]

صحیح بخاری میں، سیّدہ اُمِ شریک رضی اللہ عنہا کا یہ بیان موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وزغ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابراہیمؑ (کے لئے جلائے جانے والی آگ) پر پھونک مار کر (اسے بھڑکانے کی کوشش کرتا تھا) حضرت ابراہیم ہی نے سب سے پہلے اللہ کا گھر بنایا اور لوگوں میں حج کا اعلان کیا لہٰذا اب جو بھی شخص حج یا عمرہ کرے گا تو اس کا ثواب حضرت ابراہیم کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرۃ:۱۲۵)

''اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے رجوع کا مرکز بنایا اور امن (کا گھر) بنایا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس گھر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے ہٹ کے نہیں گزرتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّی (البقرۃ:۱۲۵)

''ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بنالو۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی پیروی کو واضح کرنے اور آپ کی یادگاروں کو باقی

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (4563)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3359) مسلم' ابن الحجاج ''الجامع الصحیح'' (2237)

Marfat.com

رکھنے کے لئے اپنے پیارے نبی اوران کی امت کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابراہیم کی جائے قیام پر نوافل ادا کیا کریں۔

اس عظیم پیشوا اور بزرگ ترین نبی کے مناقب ایک کتاب میں نہیں سما سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم صرف ان کے مناقب میں ایک مستقل کتاب تصنیف کریں گے جو ان کے فضائل کے سمندر کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں میں شامل نہ کرے جو آپ کی ملت سے روگرداں ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم کا ایک بیان نقل کیا ہے جسے امام ترمذی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

لقيتُ اِبراهيمَ ليلةَ اُسرىَ بي فقال: يا محمَّدُ اقرىءُ اُمّتَكَ السّلامَ، وَاَخبرْهم: اَنَّ الْجنّةَ طَيّبةُ التُّربةِ، عَذْبَةُ الْمآءِ، واَنّما قِيعان، وَاَنَّ غراسَها: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلا اِلٰه اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ"

''معراج کی رات میری حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا اے محمد! اپنی امت تک میرا سلام پہنچادیں اور انہیں یہ بتادیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی خوب میٹھا ہے اس کی زمین زرخیز ہے اور اس زمین کی پیداوار ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے۔'' [1]

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

---

[1] ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3462)

Marfat.com

چھٹی فصل

ایک اہم مسئلے کی وضاحت

نبی اکرم حضرت ابراہیم سے افضل ہیں پھر یہ دعا کیوں کی جاتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم پر درود نازل ہوا اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر بھی نازل ہو جبکہ اصول یہ ہے کہ مشبہ بہ پر کو مشبہ فوقیت حاصل ہوتی ہے تو ان دو متضاد امور کے درمیان کس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے۔

یہاں ہم علماء کے مختلف اقوال نقل کریں گے اور ان میں سے صحیح اور فاسد کی وضاحت کریں گے۔

اہل علم کے ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس درود شریف کی تعلیم دی تھی اس وقت ابھی آپ کو اس بات کا پتہ نہیں چلا تھا کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ جواب دینے والے حضرات اگر خاموش رہتے تو یہ ان کیلئے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود شریف کی تعلیم اس وقت دی تھی جب انہوں نے آپ سے قرآن کی اس آیت کی تفسیر دریافت کی کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو۔ تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور اسے قیامت تک آنے والی امت کیلئے نماز میں مشروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ درود شریف کا حکم آنے سے پہلے اور آنے کے بعد ہمیشہ سے اولاد آدم سے افضل ہیں۔ پھر اس آیت کے نزول کے بعد بھی درود شریف کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جو آپ نے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائے تھے۔ اسی طرح کسی اور احادیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ درود شریف کا دوسرا کوئی صیغہ منقول ہو۔ لہٰذا یہ جواب فاسد ترین جواب ہے۔

Marfat.com

ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ درود شریف کے الفاظ میں اس دعا کو اس لئے مشروع کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو بھی اسی طرح خلیل بنا لے جیسے اس نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا۔ اس کے جواب میں وہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَكُم خَلِيلُ الرَّحْمٰن

''خبردار! تمہارے صاحب رحمٰن کے خلیل ہیں۔''[1]

یہاں بھی پہلے سا جواب دیا جا سکتا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا خلیل بنا لیا تو اب درود شریف کے یہ الفاظ مشروع نہیں رہنے چاہیں۔ اس لئے یہ جواب بھی باطل ہے۔

ایک اور گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق درود شریف پڑھنے والے شخص کے ساتھ ہے کہ اُسے کس طرح ثواب حاصل ہوتا ہے۔ گویا وہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیج کر بھی اس ثواب کے حصول کا طلبگار ہوتا ہے جو آل ابراہیم پر درود بھیج کر حاصل ہوتا ہے۔ اس تشبیہ کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آپ کے لئے جس درود کی دعا کی جاتی ہے وہ دیگر تمام جہانوں پر لازم ہونے والے درود کے مقابلے میں زیادہ عظیم اور جلیل القدر ہے۔

یہ جواب بھی فاسد ہے کیونکہ اس تشبیہ کا درود شریف پڑھنے والے شخص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس ہستی کے ساتھ ہے جس پر درود بھیجا جا رہا ہے اور وہ نبی اکرم اور آپ کی آل ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ درود شریف کے الفاظ کا مطلب یہ ہے۔

''اے اللہ! نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا مجھے ثواب عطا فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔''

تو اس نے کلمات میں تحریف کر دی۔ اور اس کا کلام باطل ہو گیا۔

مذکورہ بالا جوابات اگر بعض شارحین نے نقل نہ کئے ہوتے اور ان کے لیے صفحات سیاہ نہ کیے ہوتے اور اس کا نام تحقیق رکھ کے لوگوں کو الجھن کا شکار نہ کیا ہوتا تو زیادہ مناسب یہی ہوتا

---

[1] مسلم، بن الحجاج القشیری، ''الجامع الصحیح'' (7,6/2383) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3655) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (93)

Marfat.com

کہ انہیں ذکر ہی نہ کیا جائے۔ کیونکہ کوئی بھی عالم یہ جوابات نقل کرنے اور ان کی تردید کرنے سے حیاء کرے گا۔

ایک گروہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف آل کے ساتھ ہے۔ یعنی درود شریف کا مفہوم یہ ہوگا اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود نازل فرما۔ پھر دوسرا جملہ یہ ہوگا اور ان کی آل پر اس طرح درود نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر نازل کیا ہے۔ لہٰذا آل محمد کیلئے جس درود کے نزول کی دعا مانگی جارہی ہے اس کو تشبیہ اس درود سے دی گئی ہے جو آل ابراہیم پر نازل کیا گیا ہے۔

طبرانی نے امام شافعی کے حوالے سے یہ توجیہہ نقل کی ہے لیکن اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کرنا غلط ہے کیونکہ وہ اتنے جلیل القدر عالم ہیں کہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ یہ توجیہہ ان کے علم اور وضاحت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس میں بہت عامیانہ پن اور ضعف پایا جاتا ہے۔

ہم سابقہ صفحات میں بہت سی روایات نقل کر چکے ہیں جس میں درود شریف کے صرف یہ الفاظ ہیں۔

> ''اے اللہ! تو حضرت محمد پر اس طرح درود نازل کر جس طرح تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔''

پھر عربی زبان کے محاورے کے اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ قانون یہ ہے کہ جب کسی عامل کا معمول ذکر کر دیا جائے اور پھر اس کے ساتھ حرف حطف کے ہمراہ کوئی اور چیز ذکر کی جائے اور پھر اسے ظرف جار مجرور، مصدر، یا صنعت مصدر کے ہمراہ مقید کر دیا جائے تو وہ معمول کی طرف رجوع کرے گا اور صرف حرف عطف کے ہمراہ جو نقل کیا گیا ہے اس کی طرف بھی رجوع کرے گا۔

عربی زبان میں اس سے ہٹ کر اور کوئی طرز نہیں ہے۔ جیسے آپ کہیں جمعے کے دن زید اور عمرو میرے پاس آئے تو آپ ان دونوں کی آمد کو ظرف (یعنی جمعہ کے دن) میں مقید کر دیا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جمعے کے دن صرف عمرو میرے پاس آیا۔ اس طرح کے دیگر جملے ہیں۔

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ یہ اس صورت میں ہوگا جب عامل کا ارادہ نہ کیا جائے۔ لیکن اگر عامل کا ارادہ کر لیا جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے آپ یہ کہیں سلم

Marfat.com

علی زید وعلی عمرواذ القیتہ (اگر زید سے ملاقات ہوتو اسے میرا اسلام کہہ دینا اور اگر عمر سے ملاقات ہوتو اسے بھی) اب اگر یہاں صرف عمرو مراد لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح ''علی آل محمد'' میں عامل کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال کا درود شریف والے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ مثال درود شریف کے مطابق اس وقت ہوگی جب آپ یہ کہتے۔

''زید پر اور عمر پر اس طرح سلام بھیجو جیسے تم اہل ایمان پر سلام بھیجتے ہو۔'' اور اس صورت میں آپ کا یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف عمرو پر سلام بھیجنے کے ساتھ ہے۔

ایک اور گروہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ بہ' مشبہ سے اعلیٰ ہو۔ بلکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشبہ' مشبہ بہ سے اعلیٰ ہو۔

یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابراہیم سے جن اعتبارات سے افضل ہیں ان میں درود شامل نہیں ہے۔ درود شریف کے بارے میں یہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہیں۔

مشبہ کے مشبہ بہ کے افضل ہونے کی تائید میں یہ حضرات شاعر کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

بَنُوْنَا بَنُوْ اَبنَائِنَا ' وَبَنَاتُنَا   بَنُوْهُنَّ اَبنَاءُ الرِّجَالِ الْاَبَاعِدِ

''ہماری اولاد، ہمارے بیٹوں کی اولاد ہے جبکہ ہماری بیٹیوں کی اولاد دوسروں کی اولاد ہے۔''

یہ جواب کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ تشبیہ کے قاعدے کے خلاف ہے کیونکہ عرب ہمیشہ کسی ایسی چیز سے تشبیہ دیتے ہیں جو بلند مرتبے کی مانند ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود کا نزول بلند ترین مرتبہ ومقام ہے اور نبی اکرم ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ پر نازل ہونے والا درود دیگر تمام مخلوق کو حاصل ہونے والے درود سے افضل ہو اور کوئی دوسرا اس بارے میں آپ کا شریک نہ ہو۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا حکم دینے سے پہلے یہ اطلاع دی ہے کہ

Marfat.com

وہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا۔ اور سلام بھیجنے کا حکم تاکید کے ہمراہ کیا۔ یہ خبر یا یہ حکم قرآن میں کسی اور کیلئے نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر درود بھیجتے ہیں۔''[1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دے کر انہیں دنیا اور آخرت کے شر سے بچاتا ہے اور فلاح وسعادت کے حصول کا مستحق بناتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ اہل ایمان کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت نازل کرتے ہیں۔ لہٰذا جب بھلائی کی تعلیم دینے والے شخص کے عمل کے نتیجے میں لوگوں کو اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت ملتی ہے۔ تو اس معلم پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت نازل کرتے ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ بھلائی کا کوئی بھی معلم نبی اکرم ﷺ سے افضل نہیں ہے اور کسی بھی معلم کی تعلیمات نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نہیں ہیں اور نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اپنی امت کے خیر خواہ ہیں اور لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی تعلیم کی بدولت آج آپ کی امت اس مرتبے پر فائز ہوئی جو دیگر امتوں کو نصیب نہیں ہو سکی۔

آپ کی تعلیم کی بدولت آپ کی امت کو وہ قانع اور صالح اعمال حاصل ہوئے جس کی بدولت آپ کی امت سب سے بہترین امت قرار پائی۔ تو بھلائی کی تعلیم دینے والے اس رسول پر نازل ہونے والا درود اس شخص پر نازل ہونے والے درود کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو اس تعلیم میں آپ کے مانند نہیں ہے۔

جہاں تک آپ کے پیش کردہ شعر کا تعلق ہے تو اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مشبہ بہ سے افضل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شاعر کا یہ کہنا کہ ہمارے بیٹے، ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں۔ یا تو اس میں مبتداء موخر ہوگا اور خبر مقدم ہوگی اس صورت میں لوگوں کو بیٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے

---

[1] ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح'' (2685) دارمی (97) طبرانی' معجم الکبیر' (7912)

Marfat.com

اور معنی کے ظہور اور کسی التباس کی عدم موجودگی کی صورت ہی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں یہاں تشبیہ کا قاعدہ جاری ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں عکس تشبیہ کا قاعدہ جاری ہو جیسے چاند کو خوبصورت چہرے سے تشبیہ دی جاتی ہے یا شیر کو بہادر آدمی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یا سمندر کو نمی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس میں آدمی کو فرع مشبہ کا ذرجہ دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں عکس تشبیہ جائز ہوتی ہے۔ اس اصول کے تحت شعر کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ شاعر نے پہلے اپنے پوتوں کو اپنے بیٹوں کا درجہ دیا بلکہ وہ پوتے اس کے نزدیک بیٹوں پر فوقیت رکھتے ہیں پھر اس نے اپنے بیٹوں کو پوتوں سے تشبیہ دی۔

علم معانی کے ماہرین نے یہ بات بیان کی ہے۔

میرے خیال میں شاعر کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے پوتوں اور نواسوں کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا چاہتا ہے اور یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کے نواسے اس کی نسل میں شامل نہیں ہیں بلکہ اس کے پوتے اس کی نسل میں شامل ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے پوتوں کو بیٹوں کے یا اس کے برعکس تشبیہ کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا مقصد وہی ہے جس کی ہم نے وضاحت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔

ایک اور گروہ نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص درود کے برابر اور کوئی درود نہیں ہو سکتا اور اس میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ آپ پر جس درود کے نزول کی دعا مانگی جاتی ہے وہ اضافی درود ہے اور اس اضافی درود کو حضرت ابراہیم پر نازل ہونے والے درود کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ہے کہ کسی فاضل کیلئے کسی ایسی فضیلت کا سوال کیا جائے جو کسی مفضول کو عطا کی جا چکی ہے اور مقصد یہ ہو کہ فاضل کی فضیلت میں مزید اضافہ ہو۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو بہت زیادہ مال عطا کرے اور دوسرے شخص کو اس سے کم مال عطا کرے۔ بادشاہ سے درخواست کی جائے کہ زیادہ مال حاصل کرنے والے شخص کو کم حاصل کرنے والے شخص کی مانند مزید مال دیا جائے۔ تاکہ یہ دونوں مال مل کر مجموعی طور پر اس مال سے زیادہ ہو جائیں جو پہلے اسے ملا تھا۔ اور اگرچہ دوسرے سے زیادہ تھا۔

یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ اور اس کے

Marfat.com

فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور پھر آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔کہ اللہ تعالیٰ سے اسی درود کے نزول کا سوال کیا جا سکتا ہے جس کے اپنے طرف سے نزول کی اس نے اطلاع دی ہے۔اس سے کم کا سوال نہیں کیا جا سکتا اور وہ کامل ترین اور راجح ترین درود ہے۔مفضول یا مرجوع درود نہیں ہے۔ان حضرات کے قول کے مطابق جس درود کیلئے دعا مانگی جاتی ہے وہ راجح کی بجائے مرجوع ہوتا ہے۔اور وہ راجح اس وقت بنتا ہے جب اس دعا کے نتیجے میں مزید درود اس میں شامل ہو جاتا ہے اور اس قول کے فساد میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ آپ کی امت آپ کے پروردگار سے جس درود کا سوال کرتی ہے وہ سب سے زیادہ جلیل القدر اور افضل ہے۔

ایک اور گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق درود کے ساتھ ہے۔اس کی مقدار یا کیفیت کے ساتھ نہیں ہے۔اس لئے درود شریف پڑھنے والے کے سوال کا تعلق درود کی ہیئت کے ساتھ ہوگا اس کی مقدار سے نہیں ہوگا۔اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے آپ کسی سے کہیں۔اپنے بیٹے کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک کرو جیسے تم نے فلاں کے ساتھ کیا ہے تو آپ کا مقصد نفس احسان ہوگا۔احسان کی مقدار مراد نہیں ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص:۷۷)

"جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے اس طرح تم بھی بھلائی کرو۔"

اور بلا شبہ کوئی بھی شخص اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ اس مقدار کے مطابق بھلائی کرے جس مقدار میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کی ہے آیت کا اصل مقصد نفس احسان ہے نہ کہ اس کی مقدار ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (النساء:۱۶۳)

"بے شک ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی جیسے ہم نے نوح اور بعد میں آنے والے انبیاء پر نازل کی۔"

یہاں نفس وحی کے نزول میں تشبیہ دی گئی ہے۔وحی کی مقدار یا جس ذات کی طرف وحی نازل کی گئی ہے اس کی فضیلت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیاء:۵)

''پس وہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسے پہلوں (یعنی پہلے والے ابنیاء کو نشانیوں کے ہمراہ) بھیجا گیا۔''

اس آیت میں بھی نشانی سے مراد اس کی نظیر نہیں بلکہ اس کی جنس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ (النور:۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور بالضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والے لوگوں کو بنایا تھا اور ضرور بالضرور ان کے اس دین کو غالب کر دے گا جس سے وہ راضی ہو۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ لوگوں کو خلافت ارضی عطا کرنے کی کیفیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور سابقہ تمام امتوں کے مقابلے میں زیادہ کامل خلافت عطا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرۃ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔''

یہاں تشبیہ صرف نفس روزہ سے متعلق ہے۔ اس کی تائید مقدار یا کیفیت سے تشبیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (الاعراف:۲۹)

''جیسے اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

Marfat.com

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ پہلی مرتبہ پیدا ہونے اور دوسری بار پیدا ہونے میں فرق ہے۔ پہلی پیدائش مبدا ہے اور دوسری پیدائش معاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّـا اَرْسَلْنَـا اِلَيْـكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل ۱۵)

''بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول کو بھیجا تھا۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یہاں تشبیہ صرف رسول کو مبعوث کرنے کے بارے میں ہے جو دونوں رسولوں کے درمیان تماثل کا تقاضا نہیں کرتی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَـو تَـوَكَّـلتُـمْ عَـلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لرَزَقَكَم كَمَا يَرزقُ الطَّيرَ، تَغدُو خِمَاصًا، وَتَرُوْحُ بِطَانًا

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جو توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو رزق عطا کرتا ہے جو صبح بھوکا گھونسلے سے نکلتا ہے اور شام کو سیر ہو کر گھر آتا ہے۔''[1]

یہاں بھی مقدار یا کیفیت کی بجائے نفس رزق میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

یہ جواب بھی کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

آپ نے جو پہلی مثال بیان کی اس کا استعمال ادنیٰ، اعلیٰ اور مساوی درجے کے افراد کیلئے کیا جا سکتا ہے جیسے آپ یہ کہیں کہ تم اپنے والد یا اپنی اہلیہ کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک کرو جیسے تم نے اپنی سواری یا اپنے خادم کے ساتھ کیا ہے۔ تو یہ درست ہوگا۔

اب اگر اس بات کو درست جان لیا جائے کہ تشبیہ صرف نفس درود میں ہے تو آپ کیلئے یہ کہنا جائز ہوگا۔

---

[1] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ''الجامع الصحیح'' (2344) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، ''السنن'' (4164) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند'' (5230) عبد بن حمید (10) ابو یعلیٰ، احمد بن علی، المسند ر(247)

Marfat.com

''اے اللہ! حضرت محمد پہ اس درود نازل کر جیسے تو نے حضرت ابواوفی کی آل پر درود نازل کیا۔ یا جیسے تو کسی ایک مسلمان پر درود نازل کرتا ہے...... یا جیسے تو نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ھود اور حضرت لوط پر درود نازل کیا۔''

کیونکہ یہاں تشبیہ صرف نفس درود کے بارے میں ہے اس کی مقدار یا ضعف کے بارے میں نہیں ہے اور اس اعتبار سے ان تمام حضرات اور حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ تو پھر حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بطور خاص ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہوگا؟ بلکہ یہاں تو صرف یہ کہنا بھی کافی ہوگا۔

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر۔''

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے جتنی بھی مثالیں پیش کی ہیں وہ درود شریف کی نظیر نہیں ہیں۔ ان تمام مثالوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔ درجہ بندی کی ہے۔ خبر اور طلب۔

جن مثالوں کا تعلق خبر کے ساتھ ہے وہاں تشبیہ کا مقصد بات کو سمجھانے کیلئے دلیل پیش کرنا ہے اور اس خبر کو مزید پختہ کرتا ہے کہ کسی بھی عقلمند کو اس کے انکار کا چارہ نہ رہے۔ جیسے تشبیہ کا انکار نہیں کرسکتا۔ یعنی تم دوبارہ زندہ ہونے کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟ جبکہ تم پہلی پیدائش کا اعتراف کرتے ہو اور دوسری دوبارہ زندہ ہونا بھی پہلی تخلیق کی نظیر ہے۔ لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا ہونے کی دلیل کے طور پر پہلی پیدائش کا یہاں کئی مقام پر ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (الاعراف: ۲۹)

''جیسے اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا اسی طرح تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ○ (الانبیاء: ۱۰۴)

''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم انہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔''

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ (یٰس: ۷۸-۷۹)

''اور وہ ہمارے لئے مثال بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ وہ یہ پوچھتا

Marfat.com

ہے کہ جب اس کی ہڈیاں مٹی میں مل جائیں گی تو کوئی انہیں زندہ کرے گا۔تم فرمادو! انہیں وہی ذات زندہ کرے گی جس نے انہیں پہلے پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق سے واقف ہے۔''

قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اسی طرح آپ نے جو یہ آیت پیش کی:

اِنَّـآ اَرْسَلْنَـآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل:۱۵)

''بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔''

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم کیسے اس کی رسالت کا انکار کر سکتے ہو بلکہ اس سے پہلے بھی میری طرف سے تمہارے پاس رسول آ چکے ہیں۔ جو خوشخبری سناتے اور ڈراتے تھے۔اور تم یہ جانتے ہو کہ جس نے میرے رسول کی نافرمانی کی اس پر ہم نے کیسی گرفت کی۔

اسی طرح آپ نے یہ آیت پیش کی:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ (النساء:۱۶۳)

''بے شک ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء پر نازل کی۔''

آپ کا مطلب یہ ہے کہ تم پہلے رسول نہیں ہو جنہیں لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے بلکہ تم سے پہلے بھی رسول تشریف لا چکے ہیں۔اور میں نے جس طرح تمہاری طرف وحی نازل کی اسی طرح ان کی طرف بھی وحی نازل کی تھی۔

قرآن اسی مضمون کو ایک اور مقام پر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:۹)

''تم فرمادو! میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔''

یہ ان لوگوں کی تردید اور انکار ہے جو نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے بھی دیگر انبیاء و مرسلین انہیں مخصوص نشانیوں کے ہمراہ تشریف لا چکے ہیں۔باوجودیکہ نبی اکرم ﷺ جس نشانی کے ہمراہ تشریف لائے وہ پہلے انبیاء کی نشانیوں سے

Marfat.com

زیادہ عظیم ہے تو تم کس طرح ان کی رسالت کا انکار کر سکتے ہو؟ لہٰذا روئے زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں انبیاء و مرسلین تشریف نہ لائے ہوں اور یہ رسول بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ یہ پہلا شخص نہیں ہے جس نے دعویٰ رسالت کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے بارے میں اپنی سنت اور اپنی اس حکمت کا ذکر کیا ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی کہ جو شخص ایمان لائے گا اور نیک اعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے زمین میں اقتدار عطا کرے گا اور اسے خلیفہ بنائے گا۔ اسے ہلاکت کا شکار نہیں کرے گا اور اس طرح رسوا نہیں کرے گا جیسے انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والے کو ذلیل و رسوا کر کے ہلاکت کا شکار کیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں اپنی حکمت اور معاملہ بیان کیا ہے جو اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا جو سابقہ زمانے میں دیگر انبیاء کے پیروی کرنے والوں کے ساتھ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان آپ نے پیش کیا:

لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جو اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے گا جیسے وہ پرندے کو رزق عطا کرتا ہے۔''[1]

اس میں نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے رزق کے حصول کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اسے رزق سے محروم نہیں رکھتا۔ جیسے تم پرندوں کو دیکھتے ہو کہ وہ صبح کے وقت اپنے

[1] احمد ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (30/1) ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2344) ابن ماجہ ابو عبد ... ''السنن'' (4164)

Marfat.com

گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرماتا ہے اور جب وہ شام کو واپس لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ دیگر تمام حیوانات اور پرندوں کے مقابلے میں تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ برگزیدہ ہو۔ اگر تم اس پر توکل کرو گے تو وہ تمہیں وہاں سے رزق عطا کرے گا جس کا تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا اور وہ تم میں سے کسی ایک کو بھی رزق سے محروم نہیں رکھے گا۔ یعنی اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ایک حقیقت کی اطلاع دی ہے۔

آپ نے دلیل کے طور پر جو مثالیں پیش کی ہیں اس کی دوسری قسم کا تعلق طلب اور عمل کے ساتھ ہے جس کا مقصد حکم کی علت کی تشبیہ کرتا ہے۔ کہ جزا کا تعلق بھی عمل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ (القصص:۷۷)

''اور اسی طرح بھلائی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔''

یہ اور اس طرح کی دیگر مثالیں ہیں جیسے آپ یہ کہیں اسی طرح سکھاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے اور اسی طرح معاف کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کیا ہے۔ یہ اور اس نوعیت کے دیگر کلمات کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کی توجہ ان نعمتوں کی طرف مبذول کروائی جائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہیں۔ اور مخاطب کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ اسی طرح کی بھلائی اور حسن سلوک دوسروں کے ساتھ کرے کیونکہ نعمت کا بدلہ بھی اسی نعمت کی مانند ہونا چاہئے۔

اب یہ طے ہے کہ درود شریف کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت یہ معنی مراد نہیں لئے جاسکتے اور نہ ہی یہ اللہ کی شان کے لائق ہیں۔ تو اس صورت میں درود شریف میں تشبیہ کا ذکر لغو ہوگا جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ بات درست نہیں ہے۔

(iii) جب درود پڑھنے والا یہ لفظ کہتا ہے۔ کما صلیت علی آل ابراہیم تو یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور اصل جملہ یوں ہوگا صلوٰۃ مثل صلاتک علیٰ آل ابراہیم اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ یہ درود اس درود کی مانند ہے جس کے ساتھ تشبیہ دی جارہی ہے۔ اس لئے یہاں کلام کے حقیقی معنی سے روگردانی کرنا درست نہیں ہے۔

ایک اور گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس تشبیہ کا تعلق صرف درود پڑھنے والے کے درود کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی شخص درود شریف پڑھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجے جو درود آل ابراہیم پر بھیجا گیا تھا اور اس میں

Marfat.com

کوئی شبہ نہیں ہے کہ جب ہر نمازی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے گا کہ نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود بھیجا جائے جس طرح آل ابراہیم پر بھیجا گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ کو بے حد وشمار درود حاصل ہوں گے اور اس صورت میں (آل ابراہیم یا) کوئی اور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ یا برابر ہونا تو کجا آپ کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو ایک ہزار درہم دے اور پھر اس کی رعایا کا ہر شخص یہ درخواست پیش کرے کہ دوسرے شخص کو ایک ایک ہزار درہم پیش کئے جائیں تو جب ہر شخص کی درخواست کی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم ملیں گے تو درخواست گزاروں کی تعداد کے برابر ہزاروں کی تعداد میں اسے درہم مل جائیں گے۔

پھر یہ جواب دینے والے صاحبان خود ہی یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ جب اس تشبیہ کا تعلق مطلوبہ درود کی اصل کے ساتھ ہوگا اور اس کے ہر فرد کا ساتھ ہوگا تو پھر اشکال تو اپنی جگہ برقرار رہے گا۔ اس کی تکریر یہ ہے کہ فاضل شخص کو ملنے والے عطیہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ مفضول کو ملنے والے عطیے سے افضل ہو۔ لہٰذا جب فاضل کے مرتبے سے کم تر عطیے کی درخواست کی جائے گی تو یہ اس کے منصب کے شایان نہیں ہوگا۔

وہ خود اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ اشکال اس وقت وارد ہوگا جبکہ عمل کا تعلق تکرار کے ساتھ نہ ہو لیکن جب عمل کا تعلق تکرار کے ساتھ ہوگا۔ تمام امت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ بار بار درود شریف پڑھتے رہیں یعنی یہ دعا مانگتے رہیں کہ جو درود حضرت ابراہیم کو نصیب ہوا اسی کے مانند نبی اکرم ﷺ کو عطا کیا جائے۔ اس صورت میں درودوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی جو حضرات ابراہیم کو حاصل ہے۔

لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ یہاں تشبیہ اس درود میں واقع ہو رہی ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عطا کے ساتھ ہے حالانکہ ہمارا موضوع بحث وہ درود شریف ہے جو انسان پڑھتا ہے۔ اور جس کا معنی یہ ہے کہ ''اے اللہ! نبی اکرم ﷺ کو وہ چیز عطا کر جو اس چیز کی مانند ہو جو تو نے حضرت ابراہیم کو عطا کی۔'' لہٰذا سوال کو جتنی مرتبہ مرضی دہرایا جائے اصل معنی تو برقرار ملے گا۔ تو گویا ہر درود پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ درود نازل کرے جو آپ کے استحقاق سے کم ہے۔ لہٰذا یہی سوال تکرار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ اشکال مزید قوی ہوتا چلا جائے گا۔

Marfat.com

پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ تشبیہ نفسِ درود اور اس کے تمام افراد میں واقع ہوئی ہے اس لئے محض تکرار کا ذکر کر کے آپ جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تکرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مشبہ بہ کی طرف شبہ کی طرف سے زیادہ مضبوط ہے جیسا کہ تشبیہ کا بنیادی قاعدہ ہے اگر تکرار سے یہ فائدہ حاصل ہو سکتا تو جواب کو درست تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ مگر یہ تکرار تو مشبہ کی قوت اور فضیلت میں مزید اضافہ کا باعث بن رہی ہے تو اس صورت میں کسی کم تر سے کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ یوں اس جواب کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک اور گروہ اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ آل ابراہیم میں انبیاء کرام شامل ہیں جبکہ آل محمد میں ایسا نہیں ہے لہٰذا جب حضرت محمد اور ان کی آل کیلئے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل، جس میں انبیاء شامل ہیں، کی مانند درود کے نزول کی دعا کی جاتی ہے۔ تو آل محمد کو ان کے مرتبے کے مطابق درود نصیب ہوگا کیونکہ وہ مرتبہ نبوت تک نہیں پہنچ سکتے اور باقی بچ جانے والا اضافہ، جو حضرت ابراہیم جو حضرت ابراہیم سمیت دیگر انبیاء کے درود میں شامل ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا۔ یوں آپ کو وہ نعمت حاصل ہوگی جو دیگر حضرات کو حاصل نہیں ہے۔

اس کی تقدیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل، جس میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں پر نازل ہونے والے درود کو حضرت محمد اور ان کی آل میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آل محمد کو وہی درود حاصل نہیں ہو سکتا جو آل ابراہیم کو حاصل ہوا تھا کیونکہ اس میں انبیاء شامل تھے۔ بلکہ آل محمد کو ملنے والا درود ان کے مرتبے کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا آل محمد کے مرتبے سے فاضل درود اور نبی اکرم کا مخصوص حصہ یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کو مل جائیں گے۔ لہٰذا ان دونوں کا مجموعہ اس درود سے افضل اور زیادہ ہوگا جو حضرت ابراہیم کو حاصل ہوا۔

سابقہ تمام جوابات کی بہ نسبت یہ جواب زیادہ بہتر ہے اور اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں جواب دیا جائے کہ حضرت محمد، بذات خود آل ابراہیم میں شامل ہیں بلکہ آپ آل ابراہیم کا بہترین ترین فرد ہیں۔ جیسا کہ علی بن طلحہ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ

(آل عمران: ۳۳)

Marfat.com

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم، نوح آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے۔"

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں حضرت محمد آلِ ابراہیم میں شامل ہیں۔

یہ صریح نص ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیم کی اولاد میں شامل دیگر انبیاء آپ کی آل میں شامل ہوسکتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ بدرجہ اولیٰ ان میں شامل ہوں گے۔ لہٰذا ہمارا یہ کہنا کہ اے اللہ! تو حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کر۔ اس دعا میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابراہیم کی آل میں شامل دیگر انبیاء پر درود کی درخواست شامل ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ پر اور آپ کی آل پر بطور خاص درود بھیجیں۔ اس درود کی مقدار کے مطابق جو ہم نے عمومی طور پر آپ پر آل ابراہیم میں شامل دیگر تمام افراد کے ہمراہ بھیجا تھا۔ کیونکہ آپ انہی میں شامل ہیں اور آپ کی آل کو ان کے مرتبے کے برابر درود نصیب ہوگا اور درود کا بقیہ حصہ آپ کو عطا کردیا جائے گا۔

اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ پہلے انسان بطور خاص نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور آپ کیلئے اس درود کی دعا کرتا ہے جو آل ابراہیم پر نازل کیا گیا حالانکہ آپ خود ہی آل ابراہیم میں شامل ہیں اور بلاشبہ آل ابراہیم پر درود نازل ہو چکا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ہمراہ شامل ہیں۔ اور آلِ ابراہیم کو حاصل ہونے والا یہ درود اس درود سے زیادہ کامل ہے جو ان کی بجائے صرف آپ کو حاصل ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کیلئے اس درود کی دعا مانگی جاتی ہے جو اس درود سے افضل ہو جو حضرت ابراہیمؑ کو قطعی طور پر حاصل ہے۔

یہاں تشبیہ کا فائدہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا اصول بھی برقرار رہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے جس درود کی دعا مانگی جاتی ہے وہ ان تمام درودوں سے بہتر ہے جو دوسروں کیلئے مانگے جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر درود شریف سے متعلق دعا کا تعلق مشبہ کی مثل سے ہو تو آپ کو اس سے زیادہ حصہ نصیب ہوا ہے۔ گویا یہ مشبہ حضرت ابراہیم اور دیگر تمام حضرات کو حاصل ہونے والے درود سے زیادہ ہے۔ اور اس میں وہ درود بھی شامل ہو جائے گا جو مشبہ بہ میں سے آپ کو حاصل ہوگا اور آپ کا مخصوص حصہ ہوگا۔

اس سے حضرت ابراہیم اور آپ کی ساری آل، جس میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں، ان سب پر نبی اکرم ﷺ کا شرف اور فضیلت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ درود نبی اکرم ﷺ کی

Marfat.com

فضیلت پر بھی دلالت کرے گا اور فضیلت کے توابع، تقاضوں اور موجبات پر بھی دلالت کرے گا۔

پس اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر درود نازل کرے اور بہت سا سلام نازل کرے اور آپ کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا کرے جو کسی بھی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی گئی۔

اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد ﷺ کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔

Marfat.com

ساتویں فصل

آل پر درود بھیجنے کا مفہوم

اکثر صحیح اور حسن روایات میں بلکہ تقریباً تمام روایات میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ آپ کی آل پر بھی درود بھیجنے کا ذکر موجود ہے۔ لیکن مشبہ بہ یعنی حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات میں صرف آل ابراہیم کا ذکر ہے اور حضرت ابراہیم کا نہیں ہے۔ جبکہ بعض روایات میں حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اور ان کی آل کا نہیں ہے۔ کسی ایک صحیح حدیث میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود نہیں ہے[1]۔ جیسا کہ بہت سی متعدد روایات میں حضرت محمد اور ان کی آل دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود ہے۔

آل پر درود سے متعلق احادیث

اب ہم اس بارے میں منقول احادیث نقل کریں گے اور ان کے اسرار کی وضاحت کریں گے۔

اس بارے میں صحیح احادیث چار طرح سے منقول ہیں۔

اس میں سب سے زیادہ مشہور حدیث عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ مجھ سے ملے تو فرمانے لگے کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں۔ ایک دن جب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی ہم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ — وَفِيْ لفظ: وَبَارِكْ — عَلٰى

[1] نسائی، احمد بن شعیب "السنن" (73/3) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (244/4)

Marfat.com

مُحَمَّدٍ! كَمَا بَارَكْتَ علٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! (اور اک روایت کے مطابق ''اے اللہ! کے بغیر) تو حضرت محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔ صرف ترمذی کے الفاظ...... ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ! وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ' كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا۔''

یعنی درود اور برکت دونوں میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔ ان کی آل کا ذکر موجود نہیں ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

ایک روایت میں درود میں صرف ''ال ابراہیم'' کا ذکر ہے۔ اور برکت میں صرف ''آل ابراہیم'' کا ذکر ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ! وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ' كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ' وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ' اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک

Marfat.com

تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

بعض روایات میں یہاں آل ابراہیم کی بجائے صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدری کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں پتہ چل چکا ہے آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ! عَبْدِكَ، وَرَسُوْلِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ علٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ علٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

''اے اللہ! تو نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کر جیسے تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل کر جیسے تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔''

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابومسعود انصاری فرماتے ہیں:

نبی اکرم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم اس وقت حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں۔ حضرت ابومسعود کہتے ہیں اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش انہوں نے یہ سوال نہ کیا ہوتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یوں درود پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ! وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ علٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، وبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ علٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فى العالمين، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود نازل کیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے تمام جہانوں میں آل ابراہیم پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

(پھر آپ نے فرمایا) سلام بھیجنے کے طریقے سے تم واقف ہو۔

Marfat.com

ایک اور روایت کے مطابق اس حدیث میں ''آل ابراہیم'' کے بجائے صرف ''ابراہیم'' کا ذکر موجود ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق درود والے جملے میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر موجود ہے اور برکت والے جملے میں صرف آل ابراہیم کا ذکر موجود ہے۔

یہ مشہور احادیث کے مشہور الفاظ ہیں۔ جس میں سے اکثر میں دونوں مقامات پر آل ابراہیم کا لفظ موجود ہے جبکہ بعض روایات میں دونوں مقام پر صرف لفظ ابراہیم منقول ہے۔ بعض روایات میں درود والے جملے میں ''ابراہیم'' اور برکت والے جملے میں ''آل ابراہیم'' منقول ہے۔ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی منقول ہے۔

جس روایت میں ''ابراہیم'' اور ''آل ابراہیم'' دونوں کا ذکر ایک ساتھ موجود ہے اسے امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

جب تم نماز میں تشہد پڑھ لو تو یوں (درود) پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، وبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، وارحم مُحَمَّدًا وآلَ محمدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وباركت وترحمت عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نزول کر۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحم فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود، برکت اور رحمت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کے لائق ہے۔''

اس روایت کو دارقطنی نے حضرت ابو مسعود انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں درود شریف کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النبی الامی، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النبی الامی، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، على اٰلِ

Marfat.com

اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو امی نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسے کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ اور امی نبی حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔''[1]

دار قطنی کہتے ہیں اس کی سند ''حسن'' اور ''متصل'' ہے۔

نسائی، حضرت طلحہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ واٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ واٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اور حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''[2]

امام نسائی نے ایک مقام پر اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے اور دوسرے مقام پر ان کی نقل کردہ روایت میں صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے۔ (آل ابراہیم کا ذکر نہیں ہے)

ابن ماجہ نے ایک اور روایت نقل کی ہے جو حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے۔ اس میں بھی ''ابراہیم'' اور ''آل ابراہیم'' کا ذکر موجود ہے۔

آپ ''سنن'' میں اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] دار قطنی (354/1) ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحٰق ''الصحیح'' (711) حاکم المستدرک (268/1)

[2] نسائی، احمد بن شعیب ''السنن'' (48/3)

Marfat.com

''جب تم بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود پیش کرو تو عمدہ الفاظ استعمال کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہارا یہ درود نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے''۔ آپ کے شاگردوں نے عرض کی آپ ہمیں درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھائیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمدعبدك ورسولك امام الخیر وقائد الخیر ورسولِ الرحمة اَللّٰھُمَّ ابعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا یغبطه به الاوَّلُوْنَ وَالْاٰخرون اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ! بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''اے اللہ! تو اپنا درود، رحمت اور برکتیں رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے پیشوا، سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں، بھلائی کے پیشوا ہیں، بھلائی کے قائد ہیں، رحمت والے رسول ہیں۔ اے اللہ! انہیں اس مقام محمود پر فائز کر جس پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی۔ بے شک تو حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔

یہ روایت موقوف ہے۔

''صحاح'' اور ''سنن'' میں منقول عام روایات میں درود اور برکت دونوں مقامات پر یا تو صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے یا صرف آل ابراہیم کا یا دونوں میں سے ایک مقام پر صرف ابراہیم کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر صرف ''آل ابراہیم'' کا۔ جب کہ کتاب کے آغاز میں حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول روایات نقل کی گئی ہیں۔

Marfat.com

جس روایت میں دونوں مقامات پر صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل درود حضرت ابراہیم پر بھیجا گیا۔ ان کی آل کا ذکر تبعاً کیا گیا ہے۔ اور چونکہ متبوع کا ذکر تابع کے ذکر پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان کی آل بھی اس میں شامل ہوگی اور اسے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جہاں صرف آل ابراہیم کا ذکر ہو وہاں حضرت ابراہیم خود بھی اس میں شامل ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا ''آل ابراہیم'' کا لفظ ذکر کرنے کے بعد لفظ ''ابراہیم'' الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

جس روایات میں (درود اور برکت میں سے) ایک مقام پر صرف حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر صرف ان کی آل کا ذکر ہے وہاں ان دونوں اصولوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یعنی متبوع کو ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اصل ہے۔ یا صرف اتباع کا ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اس میں شامل ہوگا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اب یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ عام روایات میں کسی ایک پر اکتفا کرنے کی بجائے، حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل دونوں کا ذکر موجود ہے تو حضرت ابراہیم یا ان کی آل میں سے کسی ایک کے ذکر پر کیوں اکتفا کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر بھیجے جانے والے درود کا تعلق دعا کے ساتھ ہے جبکہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر بھیجے جانے والے درود کا ذکر خبر کے طور پر ہے۔ یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی یہ جملہ طلبیہ (دعائیہ) ہے اور کما صلیت یہ جملہ خبریہ ہے تو جب جملہ طلبیہ دعا اور سوال کے لئے استعمال ہو تو زیادہ مناسب یہ ہے کہ حذف اور اختصار کے بجائے اسے تفصیل سے پڑھا جائے۔ اسی لئے درود شریف کو تکرار کے ساتھ پڑھنا مشروع ہے کیونکہ یہ ایک دعا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح کو پسند کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ نبی اکرم سے منقول بہت سی دعاؤں میں وسیع الفاظ موجود ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر لفظ اپنے معانی پر صراحتاً دلالت کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک معنی پر دلالت کیلئے کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جائے۔ اس کے ثبوت میں وہ دعا پیش کی جا سکتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت علی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اغفرلی ما قدمت، وما اخرت، وما اسررت، وما اعلنت، وما

Marfat.com

انت اعلم به منی ' انت المقدم ' وانت المؤخر ' لا الٰه الا انت

''اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ سب معاف کر دے تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو پہلے لانے والا ہے تو ہی آخر میں لانے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' [1]

اور یہ بات واضح ہے کہ اگر یہ کہا جاتا کہ میرا ہر عمل معاف کر دے، تو یہ زیادہ مختصر ہوتا۔ لیکن حدیث کے یہ الفاظ دعا، گریہ وزاری، عاجزی و بندگی کا اظہار کے طور پر نقل ہیں۔ لہٰذا وہ تمام صورتیں جس کے ذریعے بندگی کا اظہار ہوتا ہے ایسے موقع پر انہیں تفصیلی طور پر ذکر کرنا ایجاز اور اختصار کی بہ نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ! اغفر لی ذنبی کله ' دقه وجله سره وعلانیته ' اوله وآخره

''اے اللہ! میرے چھوٹے بڑے، ظاہر و پوشیدہ، اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔'' [2]

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ ! اغفرلی خطیئتی ' جھلی ' واسرافی فی امری ' وما انت اعلم به منی ' اَللّٰھُمَّ اغفرلی جدی ' وھزلی ' وخطئی ' وعمدی ' وکل ذلك عندی

''اے اللہ! میری خطائیں، جہالت، زیادتی معاف کر دے۔ اس کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری کوشش، مذاق، غلطی سے سرزد ہونے والے اور جان بوجھ کر کیے جانے والے اور ہر خامی جو میرے اندر موجود ہے ان سب کو معاف کر دے۔'' [3]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (771) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (760) ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3421) ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1054) احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (1/-94 -90)

[2] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (483) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (878)

[3] بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6398) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2719)

Marfat.com

ماثور دعاؤں کا اسلوب

ماثور دعاؤں میں بیشتر اسی نوعیت کی ہیں کیونکہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی، محتاجی اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے انسان جس قدر کثرت سے اور جتنی طویل دعا کرے گا اسے دہرائے گا۔ پھر مانگے گا۔ طرح طرح سے مانگے گا تو بندگی محتاجی اور عاجزی زیادہ بلیغ انداز میں بیان ہوگی اور اسے اپنے پروردگار کا زیادہ قرب حاصل ہوگا اور زیادہ اجر وثواب کا مستحق قرار پائے گا۔ مخلوق کا معاملہ اس سے مختلف ہے کیونکہ آپ اگر کسی انسان سے بکثرت مانگیں، بار بار اس کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کریں، تو وہ آپ سے ناراض ہوگا۔ الجھن اور بوجھ محسوس کرے گا اور اگر آپ اس سے کوئی تقاضا نہیں کریں گے تو وہ آپ کو پسند کرے گا اور اس کے نزدیک آپ کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ آپ اس سے جتنا مانگیں گے اتنے ہی اس کے مقرب اور محبوب بن جائیں گے۔ اور جب آپ اپنی دعا میں عاجزی وانکساری کا اظہار کریں گے اتنا ہی وہ آپ سے محبت کرے گا اور جو شخص اس سے کچھ نہیں مانگتا، وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اسی شاعر نے کہا ہے:

فَاللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَہ وَبُنَیُّ آدَمَ حِیْنَ یُسْأَلُ یَغْضَبُ

''اگر تم اللہ سے مانگنا چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور اگر کسی انسان سے کچھ مانگ لوگے تو وہ ناراض ہو جائے گا۔''

گویا طلب کی زیادتی، مطلوب میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور طلب کی کمی، مطلوب میں کمی کا باعث بنتی ہے۔

جہاں تک خبر کا تعلق ہے تو خبر ایسے واقع کو کہتے ہیں جو رونما ہو کر ختم ہو جائے۔ اس میں کسی کمی وبیشی کا احتمال موجود نہ ہو۔ اس لئے اس میں الفاظ کا اضافہ کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ بطور خاص ایسی صورت میں جبکہ کسی بات کی وضاحت کرنا یا مخاطب کو کچھ سمجھانا مقصود ہو۔ ایسے موقع پر مختلف اور جامع گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی لئے درود شریف میں کبھی صرف ''ابراہیم'' منقول ہے اور کبھی، صرف ''آل ابراہیم'' منقول ہے کیونکہ یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ گویا ایجاز واختصار کے طور پر ان دونوں الفاظ کے ذریعے ایک ہی معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

اگر یہ کہا جائے کہ صل علی محمد تو اس میں آپ کی آل پاک پر درود کے نزول کی دلالت موجود نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ اور اس ترکیب کے ذریعے دعا مانگی گئی ہے۔ کسی ایسے واقعے کی خبر نہیں دی گئی جو رونما ہو چکا ہو۔ اور اگر صرف یہ پڑھا جائے ''صل علی آل محمد'' تو نبی اکرم ﷺ پر عمومی طور پر درود ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے ''علی محمد وعلی آل محمد'' تو اس صورت میں نبی اکرم ﷺ پر بطور خاص بھی درود بھیجا جائے گا اور آل میں آپ کی شمولیت کے باعث عمومی طور پر بھی درود شامل ہوگا۔

اہلِ علم کی دو آراء

یہاں اہل علم کے دو طریقے ہیں:

ایک قول کے مطابق آپ کے انفرادی ذکر کے ساتھ، آل کے ذکر میں بھی آپ شامل ہوں گے۔ اس لحاظ سے درود شریف میں آپ کا دو مرتبہ ذکر ہوگا۔ ایک مرتبہ بطور خاص اور دوسری مرتبہ بطور عام، اسی اصول کے تحت آپ پر دو مرتبہ، عمومی اور خصوصی طور پر درود بھیجا جائے گا۔ یہ رائے اس اصول کے پیش نظر دی گئی ہے کہ جب خاص کے بعد عام ذکر کیا جائے تو اس عام میں وہ خاص بھی شامل ہوتا ہے۔ یوں خاص کا ذکر دو مرتبہ ہوگا۔ ایک مرتبہ عام کے ضمن میں اور دوسری مرتبہ انفرادی طور پر۔

اسی طرح اگر خاص کے بعد عام ذکر کیا جائے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۹۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل و میکائیل کا دشمن ہوگا تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔''

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح سے بھی۔''

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ خاص کے ذریعے آپ کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ لفظ عام کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا خصوصیت کے ساتھ آپ کا ذکر اس بات سے بے نیاز

Marfat.com

کردیگا کہ اسے عام کے ضمن میں بھی شامل کیا جائے۔ اس طریقے میں درج ذیل فوائد ہیں۔
جب آپ عام کے سب سے معزز ترین فرد ہیں تو آپ کا الگ سے ذکر کیا گیا تاکہ آپ کی خصوصیت پر دلالت کرے گا گویا آپ ایک الگ قسم کی حیثیت رکھتے ہیں اور بقیہ تمام افراد سے ممتاز ہیں۔ گویا اس صورت میں آپ کو عام کے دیگر تمام افراد سے نمایاں اور ممتاز کردیا جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس صورت میں اس بات کی تنبیہ موجود ہوگی کہ دراصل درود آپ پر بھیجا گیا ہے آپ کی آل کا ذکر تبعاً کیا گیا ہے اور آپ کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ اس کے مستحق قرار پائے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو الگ ذکر کرنے سے آپ سے تخصیص کا وہم اٹھ جائے گا اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ لفظ عام کے مخصوص فرد کے طور پر آپ کا ذکر کیا جائے۔

Marfat.com

آٹھویں فصل

برکت کی تحقیق

برکت کی حقیقت ثابت ہونا، لازم ہونا اور پختہ ہونا، جیسے ''برک البعیر'' کا مطلب اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ اسی سے لفظ مبرک ماخوذ ہے جس کا معنی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ''صحاح'' کے مصنف کہتے ہیں کوئی بھی شے جب ثابت اور قائم ہو جائے تو اس کے لیے ''برک'' استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت سے اونٹوں کو ''برک'' کہتے ہیں۔ ''برک'' کا مطلب مرض ہے اور اس کی جمع ''برک'' آتی ہے۔ جوہری نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حوض کو ''برکہ'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ پانی اس میں ٹھہر جاتا ہے۔ ''برکاء'' کا مطلب جنگ میں ثابت قدم و ضابطہ کوشش کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلاَ یُنجِی من الْغَمَرَاتِ اِلا بَرَاکَاءُ الْقِتَالِ اَو الفِرَارُ

''تنگیوں سے کون سی چیز نجات دی جاتی ہے؟ جنگ میں ثابت قدم رہنا یا فرار اختیار کرنا۔''[1]

برکت کا مطلب کسی چیز کا زیادہ ہونا اور بڑھانا ہے اور تبرک کا مطلب کسی کو برکت کی دعا دینا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ بارکہ اللہ، وبارک فیہ، وبارک علیہ، وبارک لہ۔

قرآن میں بھی موجود ہے:

اَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (النمل:۸)

''اسے برکت عطا کی گئی جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے۔''

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى اِسْحَاقَ (الصافات:۱۱۳)

''ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی۔''

---

[1] معجم مقاییس اللغۃ (231-230/1)

Marfat.com

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَبَارَكْنَا فِيهَا (الانبیاء: ۱۱۳)

''ہم نے اس میں برکت رکھی ہے۔''

ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے:

وَبَارِكْ لي فيما أعطيت

''تو جو رزق عطا کرتا ہے اس میں میرے لئے برکت رکھ دے۔''[1]

حضرت سعد کی حدیث میں ہے:

بارَكَ الله لكَ فِي اَهْلِكَ وَمَالِكَ

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے۔''[2]

مبارک اس شخص کو کہتے ہیں جسے اللہ نے برکت عطا کی ہو۔

جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول (قرآن نے نقل کیا) ہے۔

وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ (مریم: ۳۱)

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے۔''

اللہ کی کتاب بھی مبارک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (الانبیاء: ۵۰)

''یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (الانبیاء: ۱۱۳)

''جو کتاب میں نے تمہاری طرف نازل کی ہے وہ مبارک ہے۔''

اور وہ کتاب اس بات کی حقدار ہے کہ اسے مبارک کہا جائے کیونکہ اس میں بکثرت خیر

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1425) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (464) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (248/3) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1178) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (200, 199/1)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5072) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1933) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (137/6) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (190/3' 270)

Marfat.com

اور منافع موجود ہے اور برکت کی بہت سی صورتیں اس میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ مبارک استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس کیلئے لفظ "تبارک" استعمال ہوگا۔

علم لغت کے بعض ماہرین جن میں جوہری بھی شامل ہیں، اس بات کے قائل ہیں کہ "تبارک" کا معنی وہی ہے جو "بارک" کا ہے جیسے قاتل اور تقاتل۔ فرق یہ ہے کہ فاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی ہوتا ہے اور تفاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات محققین کے نزدیک غلط ہے۔

لفظ "برکت" سے تفاعل کے وزن پر تبارک بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ تعریف ایسے وصف کے ہمراہ ہے جو تفاعل کے وزن پر ہے۔ اسی لئے ان دونوں الفاظ کو ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے "تبارک وتعالیٰ" کہا جاتا ہے۔ دعائے قنوت میں بھی "تبارک وتعالیت" کے الفاظ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مقابلے میں ان کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ ہماری بھلائی کی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ ہر بھلائی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تمام صفات، صفاتِ کمال ہیں اور اس کے تمام افعال میں حکمت، رحمت، مصلحت اور بھلائی پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

"شر تیری طرف نہیں آ سکتا۔"[1]

بلکہ بشر اللہ تعالیٰ کے مفعولات اور اس کی مخلوقات میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے فعل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا جب خیر اور منافع کی کثرت کے باعث کسی انسان یا دوسری مخلوق کو "مبارک" کہا جا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے "متبارک" کہا جائے یہ ایسی تعریف ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی عظمت رفعت اور وسعت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "تعاظم وتعالیٰ" یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بھلائی کی کثرت اور دوام اور صفات کمال کے اس کی ذات میں جمع ہو جانے کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہان میں کسی کو بھی جو بھی فائدہ حاصل ہوا ہے اور جو بھی فائدہ حاصل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہوگا۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی شان کی بلندی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (771) ابوداؤد سلیمان بن اشعث "السنن" (760) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3422) نسائی احمد بن شعیب "السنن" (2/129- 130)

Marfat.com

لئے اللہ تعالیٰ جہاں اپنے جلال، عظمت اور کبریائی کا ذکر کرتا ہے اس کا آغاز اسی بات سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف:۵۴)

''بے شک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔ وہ رات کے ذریعے دن کو ڈھانپ لیتا ہے اور رات بہت تیزی سے دن کے پیچھے آتی ہے۔ سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔ صفت خلق اور صفت امر سے وہ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا تاکہ وہ وہ جہان والوں کو ڈرا سکے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا (فرقان:۶۱)

''بابرکت ہے وہ ذات ہے جسے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی بادشاہی حاصل ہے اور اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الملک:۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔''

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے سات مراحل کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المؤمنون: ۱۴)

''بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر اپنی ذات کے بابرکت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جہاں اس کی ذات کی عظمت وجلال اور اس کے ان افعال کی تعریف کرنا مقصود ہو جو اس کی ربوبیت الٰہیت، حکمت اور دیگر تمام صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں جس میں قرآن کا نزول، جہانوں کی تخلیق، آسمان میں بروج، سورج اور چاند کی تخلیق، اپنی بادشاہی اور قدرت کے کمال کا ذکر شامل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب ''تعالیٰ'' ہے۔

ابوالعباس فرماتے ہیں۔ ''تبارک'' کا مطلب ''بلند ہونا'' ہے اور ''تبارک'' اس ذات یا چیز کو کہتے ہیں جو بلند ہو۔

ابن الانباری کہتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب ''تقدس'' ہے۔

حسن فرماتے ہیں ''تبارک'' کا مطلب وہ ذات ہے جس کی طرف سے برکت حاصل ہو۔

ضحاک فرماتے ہیں: ''تبارک'' کا مطلب ''تعاظم'' (وہ عظمت کا مالک ہے)

خلیل بن احمد فرماتے ہیں اس کا مطلب ''تمجد'' (وہ بزرگی کا مالک ہے)

حسین بن فضل فرماتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں برکت والا ہے اور اپنی مخلوق میں جسے چاہے برکت عطا کرسکتا ہے اور یہ سب سے بہترین قول ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذات اور فعل دونوں کی صفت کے طور پر لفظ ''تبارک'' استعمال ہوگا جیسا کہ حسین بن فضل نے بیان کیا ہے۔

اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''تبارک'' کی نسبت اپنے اسم کی طرف بھی کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن: ۷۸)

''جلال اور اکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔''

حدیث استفتاح میں ہے۔

Marfat.com

تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ

''تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی بلند ہے۔''[1]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''تبارک'' ''بارک'' کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ جوہری نے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو برکت دینا لفظ کے مفہوم کے جزو کے طور پر ہے نہ کہ اس کے معنی کے کمال کے اعتبار سے ملے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں اس کا معنی عظیم ہونا اور اس کی برکات کا کثیر ہونا ہے اور اس لفظ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو مخصوص کیا جا سکتا ہے[2]۔ عربی لغت میں اس لفظ کے صیغے تبدیل نہیں ہوتے اور اس کے ذریعے فعل مضارع یا فعل امر نہیں بنتا۔ اس کی علت یہ ہے کہ جب لفظ ''تبارک'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو یاد نہیں کیا جا سکتا تو اب یہ لفظ مستقبل کا تقاضا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے برکت کا مالک ہے۔

شیخ ابو علی القالی اس بات میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا ''تبارک'' کا مضارع کیا ہو گا تو انہوں نے کہا یہ ''تبارک'' ہو گا۔ حالانکہ عرب یہ لفظ استعمال نہیں کرتے۔[3]

ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ لفظ ''تبارک'' تفاعل کے وزن پر برکت سے ماخوذ ہے جیسے کہا جاتا ہے ''تعالیٰ اسمک'' اس میں لفظ ''تعالیٰ'' علو سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے نام میں برکت پائی جاتی ہے یا جس چیز پر تیرا نام لیا جائے اس میں برکت پائی جاتی ہے۔

علم لغت کے کسی ماہر نے مجھے ایک شعر سنایا تھا جس کا دوسرا مصرعہ یاد رہ گیا۔

اِلَی الْجِذْعِ جِذْعِ النَّخْلَةِ الْمُتَبَارَكِ

''درخت کی طرف جاؤ، کھجور کے بابرکت درخت کی طرف (جاؤ)۔''

ابن قتیبہ کا یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے نام میں بھی برکت پائی جاتی ہے اور جس چیز پر تیرا نام لے لیا جائے اس میں بھی برکت پائی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' ''السنن''(775) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح''(242) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن''(2/ 131-132) ابن ماجہ' ابو عبداللہ محمد بن یزید' ''السنن''(804) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' ''السنن''(776) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح''(223) ابن ماجہ' ابو عبداللہ محمد بن یزید' ''السنن''(806)

[2] روح المعانی(8/ 138-139)

[3] تفسیر الطبری(95/27)

Marfat.com

وہ اس ذات کی صفت ہے جس کو برکت حاصل ہے۔یعنی نام کی برکت اس ذات کی برکت کے تابع ہوگی جس کا یہ نام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقۃ:۵۲)

''اپنے عظیم پروردگار کے نام کے ہمراہ اس کی تسبیح کرو۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح زیادہ بہتر طریقے سے کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔کیونکہ نام کی تسبیح ذات کی تسبیح کے تابع ہے۔

زمخشری کہتے ہیں اس لفظ میں دو معانی پائے جاتے ہیں۔ایک یہ کہ اس ذات کی بھلائی زیادہ کثیر ہے یا و: ہر شے سے زائد ہے اور دوسرا یہ کہ انہی صفات اور افعال میں ہر شے سے بلند ہے۔

ہمارے خیال میں ان دونوں معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ حسین بن فضل اور دیگر حضرات نے اس کی وضاحت کی ہے۔

نظر بن شمیل کہتے ہیں میں نے خلیل بن احمد سے ''تبارک'' کا مطلب دریافت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا ''تمجد'' (وہ بزرگی کا مالک ہے)

دونوں معانی کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ ''مجد'' (بزرگی) کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہوگا اور مخلوق کو اس بزرگی کا فیضان اس برکت کی شکل میں ملے گا کیونکہ یہی ''مجد'' کی حقیقت ہے۔''مجد'' کا معنی وسیع ہونا ہے۔جب کوئی چیز پھیل جائے تو اس کیلئے ''مجد'' اور ''استمجد'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔عرش کو اس کی وسعت کی وجہ سے ''مجید'' کہا جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ''تبارک'' ''بروک'' سے ماخوذ ہو۔اس وقت ''تبارک'' کا مطلب کسی چیز کا ثابت ہونا ہو۔ہمیشہ سے لے کر ہمیشہ تک کیلئے۔تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ ذات واجب الوجود ہو۔کیونکہ جس کا وجود تمیز کا محتاج ہوگا۔وہ ازلی نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی کا جزو ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان تمام معانی کو جمع کرے جس میں اس کے وجود کا دوام، اس کی بھلائی کی کثرت، اس کی بزرگی، بلند، مرتبت، عظمت، پاکی، ہر بھلائی کا اسی سے حاصل ہونا اور اس کا مخلوق کو برکت دینا سب شامل ہوں گے۔قرآن کے الفاظ ان تمام معانی پر دلالت کرتے ہیں۔لہٰذا بعض الفاظ

Marfat.com

کے ذریعے ان میں سے بعض معانی کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی وضاحت ہم نے کسی اور مقام پر کی ہے۔

اصل مقصد یہ تھا کہ درود شریف کے الفاظ میں "وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم" کی وضاحت کی جائے کیونکہ یہ دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا ذکر ہے جو اس نے آل ابراہیم کو عطا کی اور اسے ثابت اور برقرار رکھا۔ اسے دگنا کیا، بلکہ اس میں اضافہ کیا اور یہی برکت کی حقیقت ہے۔

آلِ ابراہیم کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَبَشَّرْنٰـهُ بِاِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ (الصافات: ۱۱۲-۱۱۳)

"اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو نبی ہے اور صالحین میں سے ہے اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل بیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود: ۷۳)

"اے اہل بیت!! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت تم پر نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔"

آپ غور تو کریں کہ قرآن نے کس طرح یہ کہا جائے کہ ہم نے اس (ابراہیم) اور اسحاق پر برکت نازل کی اور یہاں حضرت اسماعیل کا ذکر نہیں کیا۔

جبکہ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے اور حضرت اسحاق کا ذکر نہیں ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے۔ تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ آپ کی اولاد کو جو عظیم بھلائی اور برکت حاصل ہوگی جس میں بطور خاص سب سے عظیم اور جلیل القدر برکت نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی کہ آپ کی اولاد میں وہ عظیم برکت ظاہر ہوگی جبکہ ہمیں قرآن میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق پر برکت نازل کی تاکہ ہمیں یہ تنبیہ کی جاسکے۔ کہ حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت کی برکت، ان پر نازل ہونے والی کتابیں اور ان پر ایمان لانے والوں

Marfat.com

کی برکت شامل ہے۔تا کہ ہم سے اس عالی شان گھرانے کی تعظیم وتکریم میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔لہٰذا کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہم پر ان انبیاء کا احترام، ان کی تعظیم، ان پر ایمان، ان کی صحبت اور ان کی تعریف لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب پر درود وسلام نازل کرے۔

آلِ ابراہیم کی خصوصیات

جب یہ مبارک گھرانہ علی الاطلاق دنیا کا بزرگ ترین گھرانہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے چند خصوصیت بھی عطا کی ہیں۔

ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نبوت اور کتاب اسی گھرانے سے مخصوص ہو گئیں۔ حضرت ابراہیم کے بعد آنے والا ہر نبی، آپ ہی کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کو پیشوا بنایا ہے جن کی قیامت تک پیروی کی جاتی رہے گی لہٰذا ان کے بعد آنے والا جو بھی شخص جنت میں داخل ہو گا وہ ان کے طریقے اور دعوت پر عمل کرنے کے نتیجے میں جنت میں داخل ہو گا۔

تیسری خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادے میں دو حضرات کو اپنا خلیل بنایا۔ایک حضرت ابراہیم اور دوسرے حضرت محمد ﷺ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اتَّخَذَاللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء:۱۲۵)

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِن اللهَ اتَّخذنی خَلِيْلاً كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً

''اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔''[1]

یہ اس گھرانے کی بنیادی خصوصیت ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے بزرگ کو تمام جہانوں کا پیشوا بنایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (532)

Marfat.com

اِمَامًا (البقرۃ:۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند امور کے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورا اترا (تو اس کے پروردگار نے) کہا۔ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔''

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ انہی کے ہاتھوں سے اپنے گھر کی تعمیر کروائی جسے لوگوں کے قیام کا مرکز بنایا۔ ان کا قبلہ بنایا، حج کا مقام بنایا، گویا بیت اللہ کی تعمیر اسی معزز گھرانے کے افراد کے ہاں ظہور پذیر ہوئی۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا کہ اس گھرانے کے افراد پر درود بھیجیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس گھرانے کے افراد اور ان کے پیش رو افراد جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل ہیں پر درود بھیجا ہے اور یہ انہی کی خصوصیت ہے۔[۱]

ساتویں خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اسی گھرانے میں دو امتیں پیدا کیں جو اس کے علاوہ کسی اور گھرانے میں پیدا نہیں ہوئیں۔ اور وہ حضرت موسیٰ کی امت اور حضرت محمد ﷺ کی امت ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی امت، سابقہ ستر امتوں کے برابر ہے۔ اور ان سب سے بہتر ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ان سب سے زیادہ معزز ہے۔[۱]

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد پر سچی بات اور عمدہ تعریف کو باقی رکھا۔ اسی لئے ان کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے اور ان پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ○ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ (الصافات:۱۰۸-۱۱۰)

''اور ہم نے اس کی تعریف بعد والوں میں باقی رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔''

دسویں خصوصیت یہ ہے[۲] کہ اس گھرانے کے افراد کو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والا

---

[۱] ترمذی'ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ''الجامع الصحیح''(3001) ابن ماجہ'ابو عبداللہ محمد بن یزید''السنن''(4288,2487)

[۲] احمد'ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل''المسند''(5/5, 447/4) عبد بن حمید(411, 409)

Marfat.com

بنایا ہے لہٰذا ان کے پیروکار اور ان کے محبین خوش بخت ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے اور ان سے منہ پھیرنے والے اور ان کے دشمن بد بخت ہیں۔

گویا جنت ان کے اور ان کے پیرکاروں کیلئے اور جہنم ان کے دشمنوں اور مخالفین کیلئے ہے۔

گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنے ذکر کے ہمراہ کیا ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، اللہ کا رسول اور اس کا نبی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور اللہ کا نبی اور خلیل کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور اللہ کا رسول کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو اس نعمت کی یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ (الانشراح: ۴)

''اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (آیت کا مفہوم یہ ہوگا) کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا اور کہا جائے گا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔'' کلمے میں اذان میں، خطبے میں، تشہد میں، غرضیکہ ہر جگہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تمہارا بھی ذکر ہوگا۔

بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کے ذریعے مخلوق کو دنیا اور آخرت کی بدبختی سے نجات عطا کی۔ بنی نوع انسان پر اس گھرانے کے احسانات بے شمار ہیں۔ ان کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اگلوں پچھلوں میں جتنے بھی نیک لوگ ہیں ان سب پر اسی گھرانے کے افراد کی مہربانی ہے۔

تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ دنیا میں جو بھی نیک کام کیا جائے گا۔ اللہ کی جو اطاعت کی جائے گی، ہر آسائش اور نفع پر عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر اس گھرانے کے افراد کو ثواب ملے گا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل کیلئے مخصوص کر لیتی ہے۔

چودھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور جہان کے درمیان تمام راستے بند کر دیئے ہیں اور اس گھرانے کے علاوہ دیگر تمام دروازے بھی بند کر دیئے ہیں۔ اب ان کے طریقے اور دروازے کے علاوہ اور کسی راستے سے (معرفت نصیب نہیں ہو سکتی)

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول سے یہ بات کہہ دی ہے:

Marfat.com

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ ! لو اَتونی من کلِّ طریقٍ' اَو اسْتَفْتَحُوْا مِنْ کُلِّ بَابٍ ' لَمَا فتحتُ لَهُمْ حَتّٰی یَدْخُلُوْا خَلْفَكَ

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! یہ لوگ کسی بھی راستے سے اور کسی بھی دروازے سے (میری بارگاہ تک پہنچنا) چاہیں تو میں اسی وقت تک ان کیلئے (راستہ یا دروازہ) نہیں کھولوں گا جب تک وہ تمہارے پیچھے چل کر نہیں آتے۔

پندرہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو علم کے اس مرتبے پر فائز کیا ہے جو دنیا میں اور کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء صفات، احکام وافعال، ثواب وعقاب، شریعت، اس کی رضا اور ناراضی، اس کے فرشتوں اور دیگر مخلوقات کے بارے میں زیادہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جس نے ان کے لئے اولین اور آخرین کے علوم جمع کردیئے ہیں۔

سولہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص انہیں اپنی توحید محبت اور قرب سے نوازا ہے اور یہ خصوصیت کسی اور گھرانے کو حاصل نہیں ہے۔

سترہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی اور مدد کی اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی عطا کی اور یہ تائید ان کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

اٹھارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے جس قدر شرک اور گمراہی کے آثار کو مٹایا ہے اور اپنے ناپسندیدہ آثار کو مٹایا ہے۔ اتنا کسی اور کے ذریعے نہیں مٹایا ہے۔

انیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کی محبت اور تعظیم وتکریم جس قدر لوگوں کے دل میں داخل کی ہے۔ اتنی قبولیت کسی اور گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی۔

بیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کے آثار کو دنیا کی بقاء اور حفاظت کا سبب بنایا ہے جب تک ان کے آثار باقی رہیں گے۔ دنیا باقی رہے گی اور جب ان کے آثار دنیا سے رخصت ہوجائیں گے تو یہیں سے دنیا کی خرابی کا آغاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ (المائدہ:۹۷)

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا ہے اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینے، اور قلائد (قربانی کے جانور مقرر کیے ہیں)''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر سب لوگ حج کرنا بند کردیں تو آسمان زمین پر گر جائے گا اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر سب لوگ حج کرنا بند کردیں تو ان کی طرف نظر رحمت نہیں کی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات کی اطلاع دی ہے کہ آخری زمانے میں اللہ کے گھر کو زمین سے اٹھالیا جائے گا۔ اور اس کے کلام صحیفوں اور لوگوں کے سینوں سے اٹھالیا جائے گا۔ لہٰذا روئے زمین پر نہ تو بیت اللہ بچے گا جس کا حج کیا جاسکے گا اور نہ ہی قرآن بچے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ یہیں سے قیامت قریب آجائے گی۔

آج بھی لوگ نبی کے احکام اور اس کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ اپنے معاملات اور مختلف امور کی انجام دہی کیلئے بلاؤں اور باعث شرم باتوں کو ٹالنے کیلئے نبی کی تعلیمات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت بلاکت اور رسوائی کا شکار ہوں گے اور اس وقت آزمائش اور شر میں گھر جائیں گے جب وہ معطل ہو جائے گا اور اس سے منہ پھیر لیا جائے گا اور اس کے علاوہ کسی اور کو حکم نہ لایا جائے اور کسی اور کو پکڑ لیا جائے گا۔

جو شخص اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کس طرح اپنے دشمنوں کو مسلط کرتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ لوگ اپنے نبی کے دین اس کی سنت اور شریعت کو معطل کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیتا ہے جو انہیں ہلاک کرتے ہیں اور ان سے انتقام لیتے ہیں یہاں تک کہ جس جگہ پر اللہ کے رسول کے آثار، آپ کی سنت اور شریعت جس قدر موجود ہوں گے اسی قدر وہ جگہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہوگی۔

یہ تمام خصوصیت اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ خصوصیت، اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و برکت کا نتیجہ ہیں جو اس نے اس خانوادے پر نازل کیں۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر، آپ کی آل پر اسی طرح برکت نازل کرے جیسے اس عظیم گھرانے پر نازل کی تھی۔ ان سب پر اللہ کا درود و سلام نازل ہو۔

اس گھرانے کے افراد کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا تمہارا اور آخرت کی

Marfat.com

برکتیں ان کے ہاتھوں جتنی زیادہ ظاہر کی ہیں اتنی کسی اور گھرانے کے افراد کے ہاتھوں ظاہر نہیں کی تھیں۔

ان کی برکت اور خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو خصوصیت عطا کی ہیں وہ دوسرے کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی ہیں۔ اسی گھرانے کے ایک فرد کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا، ایک کو ذبیح بنایا، ایک کو شرف ہم کلامی عطا کیا۔ ایک کو انتہائی قرب عطا کیا ایک کو بے انتہا حسین و جمیل بنایا اور اسے لوگوں کے نزدیک معزز ترین فرد بنایا۔ ایک فرد کو ایسی بادشاہی عطا کی جو کسی اور کو عطا نہیں کی۔ ایک فرد کو بلند مقام عطا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ اس گھرانے کا ذکر کرتا ہے تو یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اس گھرانے کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

اس گھرانے کی خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور بعثت کی وجہ سے اہل زمین سے عام عذاب اٹھالیا ہے۔ سابقہ انبیاء کی امتوں کے بارے میں سنت الٰہیہ یہ تھی کہ جب وہ لوگ اپنے نبی کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کے ذریعے ہلاکت کا شکار کر دیتا جو ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت لوط کی قوم کو عذاب کا شکار کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل اور قرآن نازل کیا تو اہل زمین سے عام عذاب کو اٹھالیا اور جھٹلانے والے مخالفین کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ گویا اب ان لوگوں کو اللہ کی مدد انہی کے ذریعے حاصل ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کے سینوں کو شفا ملتی یہ لوگ مرتبہ وشہادت پر فائز ہوتے۔ ان کے دشمن ان کے ہاتھوں ہلاک ہوتے جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی محبت حاصل ہوئی۔

اس عالی وقار گھرانے کے افراد اس بات کے حقدار ہیں کہ درود و سلام کے ذریعے، تعریف و توصیف کے ذریعے ان کی عظمت کے گن گائے جائیں، دلوں میں ان کی محبت احترام اور تعظیم گھر کر جائے اور ان پر درود بھیجنے والے کو اس بات سے آگاہ ہو جانا چاہئے۔ کہ اگر ہر سانس کو ان پر درود بھیجنے کیلئے مخصوص کر دیا جائے تو بھی ان کا تھوڑا ساتھ بھی ادا نہیں ہو سکے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب سے انہیں بہترین جزا عطا کرے اور انہیں میں ان کی عظمت، شرف اور بزرگی میں اضافہ کرنے اور ان پر ایسا درود نازل کرتا رہے جس میں کوئی انقطاع نہ ہو اور خوب خوب سلام نازل کرے۔

Marfat.com

نویں فصل

حمید و مجید کی تشریح

حمید، فعیل کے وزن پر حمد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''محمود'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیشتر اسماء جو ''فعیل'' کے وزن پر ہیں وہ فاعل کے معنی میں ہیں جیسے سمیع، بصیر علیم، قدیر، علی حکیم۔ اسی طرح ''فعول'' کے وزن پر آنے والے اسماء بھی فاعل کے معنی میں ہیں جیسے غفور، شکور، صبور۔

الودود کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ ذات جو اپنے انبیاء، مرسلین، اولیاء اور مومن بندوں سے محبت کرتی ہے۔ دوسرا مفعول کے معنی میں یعنی وہ محبوب جو یہ استحقاق رکھتا ہے کہ صرف اسی سے محبت کی جائے اور وہ بندے کے نزدیک اس کی سماعت، بصارت، اس کی اپنی جان اور اس کی تمام محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حمید صرف محمود کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور محمود کی بہ نسبت یہ لفظ زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ جب ''فعیل'' پر آنے والے اسم کو مفعول معنی میں استعمال کیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفت اس ذات میں رچی بسی ہوئی ہے۔ جیسے آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ظریف ہے، شریف ہے یا کریم ہے۔ عام طور پر یہ فعل سے بنتا ہے اور اس قدر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ لازمی، ذات اور خصوصیات کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے کبر (وہ بوڑھا ہوگیا) صغرا (وہ چھوٹا ہوگیا) حسن (وہ خوب صورت ہے)، لطف (وہ مہربان ہے) وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب، محبوب سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حبیب اس ذات کو کہا جائے گا جس میں وہ خدمات اور افعال موجود ہوں جن کی دل سے محبت کی جاتی ہے پس وہ فی نفسہ

Marfat.com

محبوب ہوگا۔ اگرچہ یہ فرض کرلیا جائے کہ کوئی بھی شخص اس سے محبت نہیں کرتا۔ اپنے شعور کی کمی کی وجہ سے یا کسی اور عارضے کی وجہ سے لیکن محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس سے محب، محبت کرتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا شخص اس سے محبت کرتا ہے اس لئے اسے محبوب کہا جاتا ہے۔ لیکن حبیب وہ شخص ہوتا ہے جس کی ذات اور صفات، محبت کے لائق ہوں خواہ کوئی اس سے محبت کرے یا نہ کرے۔ حمید اور محمود میں یہی فرق ہے۔۔

حمید وہ ذات ہوگی جس میں ایسی صفات موجود ہوں جو اس کے محمود ہونے کا تقاضا کریں اگرچہ کوئی اس کی حمد نہ بھی کرے تو بھی وہ فی نفسہ حمید ہوگا۔ لیکن محمود وہ ذات ہوگی کہ حمد کرنے والے جس کی حمد کریں۔ مجید اور ممجد، کبیر اور حکیم، عظیم اور معظم کے درمیان یہی فرق ہوگا۔

حمد اور مجد ایسی خوبیاں ہیں کہ تمام تر کمالات انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حمد کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ محمود کی تعریف بھی کی جائے اور اس سے محبت بھی کی جائے۔ اگر آپ کسی سے محبت کریں لیکن اس کی تعریف نہ کریں تو آپ کو حامد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اس سے محبت نہ کرتے ہوں تو بھی آپ کو اس کا حامد قرار نہیں دیا جاسکتا تاوقتیکہ آپ اس کی تعریف کے ہمراہ اس سے محبت بھی کریں۔ یہ تعریف اور محبت چند اسباب کے تابع ہے۔ یعنی محمود میں کامل صفات موجود ہوں، اس کا رعب و دبدبہ ہو اور اس نے کسی دوسرے پر احسان کیا ہو تو محبت کے بنیادی اسباب یہی ہیں۔ یہ صفات جتنی زیادہ جامع اور کامل ہوں گی۔ محبت اتنی ہی زیادہ اور عظیم ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق طور پر کمال سے متصف ہے۔ اس میں کوئی نقص موجود نہیں ہے۔ تمام تر احسانات اسی کے ہیں۔ اسی لئے وہ ہر طرح کی حمد اور ہر اعتبار کی محبت کا استحقاق رکھتا ہے۔ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس کی ذات، صفات، افعال، اسماء، احسانات بلکہ اس سے صادر ہونے والی ہر شے سے محبت کی جائے۔

''مجد'' کا تعلق عظمت، وسعت اور جلال کے ساتھ ہے۔ حمد اکرام والی صفات پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام ہے۔ جب بندہ لا الہ اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ، باری تعالیٰ کی الوہیت اور الوہیت میں اس کی یکتائی پر دلالت کرتا ہے اور اس کی الوہیت کو تسلیم کرنے کے نتیجے میں اس کی کامل محبت لازم آتی

Marfat.com

ہے۔ پھر جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اس کی عظمت، بزرگی اور کبریائی لازم آتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر ان موزوں اقسام کو جمع کر دیا ہے۔ جیسے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود:۷۳)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (الاسراء:۱۱۱)

''تم فرما دو! تمام تر تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور جس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کر سکتا ہے۔ تم اس کی کبریائی کا چرچا کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور تکبیر کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمن:۷۸)

''جلال واکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمن:۲۷)

''جلال واکرام والے تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی۔''

''مسند'' اور ''صحیح ابی حاتم'' حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

اَلِظُّوا بِيَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

''یاذوالجلال والاکرام کا ورد کیا کرو۔''

یہ جلال اور اکرام، حمد اور مجد ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ (النمل:۴۰)

Marfat.com

''بے شک میرا پروردگار غنی اور کریم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (النساء:۱۴۹)

''بے شک اللہ معاف کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَّاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الممتحنۃ:۷)

''اللہ قدیر ہے اور اللہ بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ (البروج:۱۴-۱۵)

''وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہے۔''

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

صحیح حدیث میں پریشانی کے وقت مانگی جانے والی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو عظمت کا مالک اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور زمین کا پروردگار ہے اور معزز عرش کا پروردگار ہے۔''[1]

یہ دونوں اسماء، یعنی حمید و مجید، درود شریف کے آخر میں منقول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہیں۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود:۷۳)

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت تم پر نازل ہو۔ بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6345) مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2730) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (3435)

Marfat.com

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی اکرم پر درود نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرے۔ آپ کی بزرگی میں اضافہ کرے۔ آپ کے ذکر کو بلند کرے۔ آپ کی محبت کو زیادہ کرے اور آپ کو مزید قرب عطا کرے۔ لہٰذا یہ درود، حمد اور مجد، دونوں پر مشتمل ہوگا۔ گویا درود شریف پڑھنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم کی حمد اور مجد میں اضافہ کرے۔ کیونکہ آپ پر درود بھیجنا بھی ایک اعتبار سے حمد اور بزرگی کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔

درود شریف کی حقیقت یہی ہے اسی لئے درود شریف میں استعمال کرنے کیلئے ایسے دو اسماء کی ضرورت پیش آئی جو درود شریف سے مناسبت رکھتے ہوں اور دونوں اسماء حمید و مجید ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دعا کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے اسم کا ذکر کیا جائے جو دعا سے مناسبت رکھتا ہو یا اس اسم کے ذریعے دعا کا آغاز کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پہلے بھی نقل کیا جا چکا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: ۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں ان کے ذریعے اسے پکارو۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی (جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے)

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (ص: ۳۵)

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ مل سکے۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔''

حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل نے یہ دعا کی تھی جسے قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ: ۱۲۸)

''اے میرے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمارے ذریعے ان میں اپنی فرمانبردار امت پیدا کر اور ہمیں (حج کے) مناسک سکھا۔ ہماری توبہ قبول کر

Marfat.com

بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ ایک نشست میں 100 مرتبہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ

"اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"[1]

ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے دریافت کیا، اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ! اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس تو مجھے معاف کر دے۔"[2]

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نماز میں آپ سے کیا دعا مانگوں تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

"اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا، گناہ معاف نہیں کر سکتا پس تو اپنی جانب سے مجھے مغفرت عطا کر دے اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"[3]

اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب "الروح والنفس" میں نقل کیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (1516) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3434) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3814) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' الادب المفرد (618) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (458) ابن سنی' عمل الیوم واللیلہ (370) ابن حبان (927)

[2] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3513) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3850) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' المسند" (171/6, 183, 208, 258) نسائی' عمل الیوم واللیلۃ (872' 873)

[3] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (834) مسلم' بن الحجاج القشیری' "الجامع الصحیح" (2705) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3531) نسائی' احمد بن شعیب "السنن" (53/3)

Marfat.com

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہ کہیں گے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(المائدہ:۱۱۸)

''(اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔''

وہ یہ نہیں کہیں گے کہ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم نے کہا تھا۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراھیم:۳۶)

''جو میری پیروی کرے گا وہ میرے حلقے میں شامل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

پس جب نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد اور مجد کے ہمراہ آپ پر درود نازل کرے تو اس دعا کو اللہ تعالیٰ کے دو اسماء حمید اور مجید پر ختم کیا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے اسی حمد اور مجد کے حصول کی دعا کی جاتی ہے۔ جو آپ کو پہلے سے حاصل ہے اس لئے اس کا اختتام اس اطلاع کے ذریعے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات سے بدرجہ اولیٰ متصف ہے۔ کیونکہ جب بندے کا کوئی بھی کمال نقص کو لازم نہیں آنے دے گا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر آپ کیلئے حمد اور مجد کا سوال کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کی تعریف لازم آتی ہے تو اب اس دعا کو اس ذات کی تعریف پر ختم کیا جا رہا ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کو حمد اور مجد کے ہمراہ معبوث کیا۔ لہٰذا یہ دعا ایک طرف نبی اکرم ﷺ کیلئے حمد اور مجد کے حصول کے سوال پر مشتمل ہوگی اور دوسری طرف اس بات کی اطلاع پر مشتمل ہوگی کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔

Marfat.com

دسویں فصل

مسنون دعاؤں واذکار کا قاعدہ

اس میں وہ الفاظ بھی شامل ہوں گے جو درود شریف کے بارے میں منقول ہیں۔

بعض متاخرین نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ دعا مانگنے والا یہ کہے کہ یہ مستحب ہے کہ وہ ان مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دے۔ ان کے نزدیک ایسا کرنا افضل ہے۔

لہٰذا دعا مانگنے والے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا کے ان الفاظ میں دعا مانگنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے۔''

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والے کو اس طرح درود شریف پڑھنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ ، وارحم مُحَمَّدًا واٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ ،

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر بھی اور حضرت محمد، ان کی آل، ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر رحم کر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر درود نازل کیا۔''

درود شریف کی رحمت اور برکت والے حصے میں بھی اسی طرح دعا مانگی جائے۔

استخارے کی دعا یہ مانگنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ ! ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرٌ لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ

Marfat.com

امری وعاجل امری واجلہ

"اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ عمل میرے لئے دنیا میں، زندگی میں اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے تو اس کام کو جلدی کر دے۔ (اور اگر تو چاہے تو) اسے موخر کر دے۔"[1]

یہ حضرات یہ موقف پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے جن الفاظ کے بارے میں راوی نے شک کا اظہار کیا ہے اس طرح ہم یقینی طور پر ان الفاظ کو ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے جن دعاؤں کے الفاظ مختلف ہوں ان سب کو جمع کر لینا چاہئے۔

بعض دیگر حضرات یہ موقف پیش کرتے ہیں کہ یہ قول کئی اعتبار سے ضعیف ہے۔

۱- یہ نئی ایجاد ہے۔ معروف ائمہ میں سے کوئی ایک بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

۲- اگر کوئی شخص اس کی پابندی شروع کر دے تو آغاز سے متعلق منقول تمام دعائیں پڑھنا اس پر لازم ہوگا۔ اسی طرح تشہد کے بارے میں منقول تمام مختلف الفاظ پڑھنا پڑیں گے۔ رکوع اور سجدے میں وہ تمام تسبیحات پڑھنا پڑیں گی جو اس بارے میں منقول ہیں اور یہ بات قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ یہ لوگوں کے عمل کے خلاف ہے۔ اہل علم میں سے کوئی ایک بھی اسے مستحب نہیں سمجھتا۔ یہ بدعت ہے۔ اگر اس بات کا قائل اسے محدود کرے گا تو خود گناہ کا شکار ہو جائے گا اور دو یکساں چیزوں کے درمیان فرق کرے گا۔

۳- ایسے شخص کو چاہئے کہ نماز کے دوران یا تلاوت کرتے ہوئے وہ تمام قراٗتیں پڑھے جو منقول ہیں۔ جبکہ تمام مسلمانوں کو اس بات پر اتفاق ہے کہ قاری کیلئے نماز میں اس طرح کرنا مستحب نہیں ہے اور نماز سے باہر جب وہ غور وفکر کے طور پر قراٗت کر رہا ہو تو بھی ایسا کرنا مستحب نہیں ہے۔ صرف علم قراٗت کے ماہرین امتحان لینے کیلئے ایسا کر سکتے ہیں۔ گویا یہ ایک مشق ہے کوئی عبادت نہیں ہے جسے ہر تلاوت یا قراٗت کرنے والے کیلئے لازمی قرار دیا جائے۔ پھر اس بارے میں بھی علماء کی اپنی تحقیقات ہیں جنہیں یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تلاوت کرنے والے کیلئے یہی مشروع ہے کہ وہ جو چاہے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الجامع الصحیح" (6382) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (1538) ترمذی' ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی' "الجامع الصحیح" (480) نسائی' احمد بن شعیب' "السنن" (6/80-81) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' "السنن" (1383)

Marfat.com

قرأت کرے۔ اگر ایک مرتبہ اس طرح سے قرأت کرے اور دوسری مرتبہ دوطرح سے قرأت کرے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح دعا مانگنے والا اگر مسنون دعاؤں کے مختلف الفاظ کو مختلف موقعوں پر پڑھتا رہے تو یہ جائز ہے۔ اس طرح درود شریف پڑھنے والا احادیث میں منقول مختلف حدیثوں کے اعتبار سے اگر ہر مرتبہ مختلف درود پڑھے گا تو یہ بھی جائز ہے۔ تشہد کا بھی یہی حکم ہے۔ نمازی چاہے تو حضرت ابن مسعود سے منقول تشہد کے الفاظ پڑھے اور اگر چاہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، یا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول تشہد کے الفاظ پڑھ لے۔

اسی طرح نماز کے آغاز میں حضرت علی کی حدیث کے مطابق آغاز کرے یا حضرت ابو ہریرہ یا حضرت عمر کی حدیث کے مطابق آغاز کرے۔ اور اگر چاہے تو ایک مرتبہ یہ پڑھ لے اور دوسری مرتبہ وہ پڑھ لے۔

اسی طرح رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "اللھم ربنا لك الحمد" "ربنا لك الحمد" "ربنا ولك الحمد" جو چاہے پڑھ لے لیکن ان سب کو اکٹھے پڑھنا مستحب نہیں ہے۔ بہت سے ائمہ جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تشہد وغیرہ میں مختلف ماثور دعائیں پڑھنے کا جواز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جسے "صحیح" اور "سنن" کے مؤرخین نے اپنی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انزل القرآن علی سبعة احرف

"قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا۔"[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حروف میں سے ہر ایک حرف کی قرأت کو درست قرار دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کافی وشافی ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اس بارے میں مشروع یہی ہے کہ ان میں سے کسی ایک حرف کو بدل کے طور پر تو پڑھا جا سکتا ہے لیکن اکٹھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے ظاہر ہے۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ایک ہی موقع پر ان تمام الفاظ کو اکٹھا نہیں پڑھا بلکہ بعض اوقات ایک لفظ استعمال کیا اور کبھی دوسرا استعمال کیا۔ جیسے نماز کا آغاز، تشہد، رکوع، وسجود کی

---

1. بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، "الجامع الصحیح" (4992, 2419) مسلم بن الحجاج القشیری، "الجامع الصحیح" (818) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (1375) ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (2943)

Marfat.com

تسبیحات وغیرہ۔ پس آپ کی پیروی کا بنیادی تقاضا ہے کہ انہیں الگ الگ پڑھا جائے۔

اگر چہ بعض اوقات راوی اس بارے میں شک کا شکار ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کو ن اس لفظ استعمال کیا تھا۔ اس وقت اگر کوئی ترجیہہ صورت موجود ہو تو اس کو اختیار کرے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اب اسے اختیار ہے کہ جسے چاہے اختیار کرے تاہم انہیں جمع کرنا مشروع نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تیسری قسم نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ لہٰذا ایک وقت ان الفاظ کو جمع کرنے کا مطلب، باطل طریقے سے دعا مانگنے کے مترادف ہوگا کیونکہ اس شخص نے تو نبی اکرم ﷺ کی پیروی کا قصد کیا تھا لیکن اس نے وہ کام کیا ہے جو نبی اکرم نے کبھی نہیں کیا تھا۔

روایات کے مختلف الفاظ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی مثال یہ ہے کہ حدیث استخارہ میں نبی اکرم ﷺ سے یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ ان کنت تعلم ان ھذا ' الامر خیرٌ لی فی دینی ومعاشی ' وعاقبة امری

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر یہ کام میرے لئے میرے دین، دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہو۔''

یہاں سے ''عاقبۃ امری'' کی جگہ عاجز امری وآجلہ کے الفاظ موجود ہیں لیکن پہلے والے الفاظ ٹھیک ہیں۔ کیونکہ حدیث کا سیاق وسباق اسی کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ عاجل! امری وآجلہ میں وہی مفہوم موجود ہے جو دین، زندگی اور انجام میں موجود ہے اس لئے ان الفاظ کی تکرار کی ضرورت موجود نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس معاش اور عاقبت کے الفاظ میں کوئی تکرار موجود نہیں ہے کیونکہ معاش پہلے والے معاملے کو اور عاقبت آخری معاملے کو کہتے ہیں۔

اس کی دوسری مثال یہ حدیث ہے۔

من قرأ عشرَ آیاتٍ من اوّل سورة الکھف عصم من فتنة الدجال

''جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات پڑھ لے وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔''[1]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (809) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4323) ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2886) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (949, 950, 951) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (446/6) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح'' (785' 786)

Marfat.com

اس روایت کو امام مسلم نے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ بعض راویوں نے سورہ کہف کی پہلی دس آیات اور بعض راویوں نے آخری دس آیات کا ذکر کیا ہے اور یہ دونوں روایات صحیح ہیں۔ لیکن ابتدائی دس آیات والی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ ''صحیح مسلم'' میں سے حضرت نواس بن سمعان کے حوالے سے دجال سے متعلق منقول حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاقْرَؤُوْا عَلَيْهِ فَوَاتِح سُوْرَةُ الْكَهْفِ

''جب تم اسے دیکھو تو اس پر سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات پڑھو۔''[1]

اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس راوی نے ابتدائی دس آیات کی روایت کو نقل کی ہے اس کا حافظہ درست ہے۔ اور جس راوی نے آخری دس آیات کی روایت نقل کی ہے وہ حدیث کو یاد نہیں رکھ سکا۔

۵- اصل مقصد معنی ہے۔ جو مخصوص عبارت کے ذریعے حاصل ہو جاتا ہے جب کسی ایک عبارت کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اب متعدد بار اکٹھی پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۶- دو الفاظ میں سے ایک دوسرے کا بدل ہو سکتا ہے اس لئے بدل اور مبدل کو بیک وقت جمع کرنا مناسب نہیں ہے جیسا کہ دیگر تمام مبدلات میں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2937) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4321) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2240) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (4075) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (4/181-182)

Marfat.com

چوتھا باب

کن مواقع اور مقامات پر درود پڑھنا مستحب یا واجب ہے

پہلا مقام: آخری تشہد

تشہد کے آخر میں درود شریف کی مشروعیت پر تمام اہل ایمان کا اتفاق ہے لیکن اس کے وجوب کے بارے میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ واجب نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جن حضرات نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ ان کا قول شاذ اور اجماع کا مخالف ہے۔ ان میں امام کہاوی، قاضی ریاض مالکی اور خطابی شامل ہیں۔ یہ کہتے ہیں نماز میں درود شریف واجب نہیں ہے۔ امام شافعی کے علاوہ دیگر تمام فقہاء اسی بات کے قائل ہیں اور شافعی سے پہلے بھی کسی فقیہ نے یہ رائے پیش نہیں کی۔

اسی طرح ابن منذر لکھتے ہیں۔

امام شافعی اس بارے میں منفرد ہیں۔

گویا ان فقہاء نے عدم وجوب کا قول اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کی دلیل، قاضی عیاض کے الفاظ میں یہ ہے۔

''نماز میں نبی اکرم پر درود بھیجنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل ان سلفِ صالحین کا عمل ہے جو امام شافعی سے پہلے گزر چکے ہیں۔ بعض حضرات نے اس مسئلہ کے متعلق امام شافعی پر خاصی تنقید کی ہے۔ خود امام شافعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے نقل کردہ تشہد کو اختیار کیا ہے اور یہ وہ تشہد ہے جو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو تعلیم کیا تھا۔ مگر اس میں درود شریف کا ذکر نہیں

Marfat.com

ہے۔

اسی طرح وہ دیگر تمام حضرات جنہوں نے تشہد سے متعلق احادیث روایت کی ہیں جیسے حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ، ان سب کی روایات میں بھی درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر تو یہ تک نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح تعلیم دیتے ہیں جیسے قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔''[1]

اسی طرح کی روایت حضرت ابوسعید سے بھی منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، بر سر منبر، ہمیں اس طرح تشہد کی تعلیم دیتے تھے جیسے بچوں کو مدرسے میں پڑھایا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب بھی بر سر منبر، تشہد سکھایا کرتے تھے۔

مگر ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ ان حضرات نے تشہد کے دوران درود شریف کا تذکرہ کیا ہو۔[2]

ابن عبدالبر اپنی تصنیف ''التمہید'' میں لکھتے ہیں۔

جن حضرات کے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں ان کی دلیل یہ ہے۔

''قاسم فرماتے ہیں حضرت علقمہ نے میرا ہاتھ تھام کر کہا جس طرح میں نے تمہارا ہاتھ پکڑا ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے تشہد سکھایا تھا۔ (اس کے بعد مکمل روایت ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔) کہ جب تم اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ لو تو اب تم نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ اب تمہاری مرضی ہے اگر اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے رہنا چاہو تو بیٹھے رہو۔''

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (403) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (243/2) بیہقی ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (142/2) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (267/1)

[2] مالکی قاضی عیاض الشفاء (46/2-48)

Marfat.com

فقہاء کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ سنت بھی نہیں ہے کیونکہ جو تشہد میں کلمہ شہادت پڑھ لے گا اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ اب وہ چاہے تو اٹھ سکتا ہے اور چاہے تو بیٹھا رہ سکتا ہے۔

فقہاء کہتے ہیں اگر تشہد میں درود شریف پڑھنا واجب یا سنت ہوتا تو نبی اکرم ﷺ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ فقہاء یہ بھی کہتے ہیں امام ابوداؤد، ترمذی اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

"جب وہ اپنا سر آخری سجدے سے اٹھالے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی اب خواہ اس کا وضو ٹوٹ جائے۔"[1]

اس روایت کے الفاظ امام طحاوی کے نقل کردہ ہیں اور آپ کے (یعنی شافعی کے) نزدیک جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے نماز مکمل نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت علی کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔

"جب نمازی تشہد کی مقدار کے مطابق بیٹھا رہے اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔"

حضرت ابن مسعود کا یہ فرمان منقول ہے۔

"(کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد) نمازی کو اختیار ہے کہ وہ گفتگو کر سکتا ہے۔"

اس روایت میں بھی درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا ہے مگر اس نے اللہ کی حمد بیان نہیں کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"اس شخص نے جلد بازی کی ہے" اور پھر آپ نے اسی شخص یا کسی اور سے فرمایا۔

"جب کوئی شخص نماز پڑھے تو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر اپنی پسند کے متعلق دعا کرے۔"

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو نماز دہرانے کا حکم نہیں

1۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن" (617) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (408) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین "السنن الکبریٰ" (177/2) دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر "السنن" (378/1)

Marfat.com

دیا جس نے اپنی نماز میں درود شریف نہیں پڑھا تھا۔ اگر درود شریف فرض ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے نماز دہرانے کا حکم دیتے جیسا کہ آپ نے اس شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا تھا۔ جس نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا تھا۔

اسی طرح یہ بات بھی قابل غور ہے نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو اس بات کی باقاعدہ تعلیم نہیں دی کہ اس نے اپنی نماز میں کیا غلطی کی ہے (اس کے برعکس جس شخص نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا تھا۔ آپ نے اسے سکھایا تھا کہ تم نے کیا غلطی کی ہے) لہٰذا اگر نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز درست نہ ہوتی۔ تو نبی اکرم ﷺ قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد کی طرح اسے درود شریف کی تعلیم بھی دیتے۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ کوئی بھی فرض ایسی صحیح دلیل کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جس کے مدمقابل اتنی کی رائے کی کوئی دلیل نہ ہو۔ یا ایسے اجماع کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جن کا اجماع قابل حجت ہو۔

جو حضرات نماز میں درود شریف کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں یہ ان کے دلائل کی بہترین تلخیص ہے۔

جو حضرات نماز میں درود شریف کو فرض قرار دیتے ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ اس بارے میں امام شافعی کی رائے شاذ اور اجماع کے خلاف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت بھی اسی بات کی قائل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک نماز میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

لا صلاۃ لمن لم یصل فیھا علی النبی ﷺ

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے۔''

اس قول کو ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں نقل کیا ہے اور دیگر حضرات نے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔

دوسرے صحابی حضرت ابو مسعود بدری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

ما أری ان صلاۃً لی تمت حتی اصلی علی محمد، وعلی آل محمدٍ.

''میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک میں حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نہ

Marfat.com

پڑھوں اس وقت تک میری نماز مکمل نہیں ہوتی۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

لا تکون صلاةٌ الا بقراءةٍ، وتشھدٍ، وصلاةٍ علی النبی ﷺ، فان نسیت شیئًا من ذلك، فاسجدْ سجدتین بعد السلام

''قرأت، تشہد اور درود شریف کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اگر تم میں سے کسی ایک چیز کو بھول جاؤ تو سلام پھیرنے کے بعد (سہو کے) دو سجدے کر دو۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو مسعود بدری فرماتے ہیں۔

ما أری أنَّ صلاةً لی تمت لا اصلی فیھا علی محمد ﷺ

''میں سمجھتا ہوں میری نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک میں حضرت محمد پر درود نہ پڑھوں۔''

تابعین میں امام محمد الباقر، امام شعبی اور مقاتل بن حیان (نماز میں درود شریف کی فرضیت کے قائل ہیں۔)''

بعد میں آنے والے اہل علم میں اسحاق بن راہویہ یہ فرماتے ہیں۔

ان ترکھا عمدًا لم تصح صلاته، وان ترکھا سھوًا رجوتُ ان تجزئه

''اگر نمازی جان بوجھ کر درود شریف نہ پڑھے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ تاہم اگر وہ بھول کر نہ پڑھ سکے تو مجھے امید ہے کہ اس کی نماز ہو جائے گی۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) اسحاق بن راہویہ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں۔ جنہیں حرب میں ان سے منقول ''مسائل کی کتاب'' میں تشہد کے بعد، نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کا باب میں نقل کیا ہے۔

حرب کہتے ہیں۔ میں نے اسحاق سے سوال کیا ایک شخص تشہد کے دوران نبی اکرم ﷺ پر درود نہیں بھیجتا (اس کا کیا حکم ہے) انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک اس کی نماز جائز ہوگی۔ جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی نماز درست نہیں ہوتی۔ اور میری دلیل حضرت ابن مسعود سے منقول فلاں حدیث۔

حرب کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے ابو یعقوب (اسحاق بن راہویہ) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

Marfat.com

"جب امام یا مقتدی تشہد پڑھ کر فارغ ہو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے۔ اس کے بغیر اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے یہ دریافت کیا تھا کہ ہم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سیکھ چکے ہیں درود کس طرح بھیجیں اور یہ سوال تشہد کے بارے میں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے "ان اللہ و ملائکتہ" نازل کی اور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفسیر بیان کی کہ درود شریف کس طرح پڑھا جائے۔ لہٰذا درود شریف کے جو کم از کم الفاظ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں وہ تمہارے لئے کافی ہوں گے اور یہ درود تشہد کے بعد پڑھا جائے گا۔ آخری جملے میں تشہد اور درود شریف ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ کوئی شخص جان بوجھ کر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کر سکتا۔ تاہم اگر کوئی بھول کر ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو امید ہے کہ اس کی نماز جائز ہوگی۔ تاہم حجازِ مقدس کے بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لئے اسے دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی۔

امام احمد سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان سے دریافت کیا گیا۔ اسحاق بن راہویہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز باطل ہوگی؟ امام احمد نے کہا میں ایسا کہنے کی جرأت نہیں کرتا اور (ایک روایت کے مطابق) آپ نے فرمایا یہ قول شاذ ہے۔

ابوزرعہ دمشقی کے مسائل میں یہ بات تحریر ہے، امام احمد فرماتے ہیں پہلے میں احتیاطاً یہ فتویٰ نہیں دے سکتا تھا مگر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد نے عدم وجوب کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

منکرین وجوب کا یہ کہنا کہ عدم وجوب کی دلیل امام شافعی سے پہلے کے سلف صالحین کا عمل اور ان کا اجماع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی دلیل یا تو لوگوں کا عمل ہوگا یا اہل علم کا یہ اجماعی فیصلہ کہ یہ واجب نہیں ہے۔ جہاں تک لوگوں کے عمل کا تعلق ہے تو اس معاملے میں ہماری دلیل مضبوط ہے کیونکہ ہر زمانے اور ہر عہد میں لوگ تشہد کے آخر میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ خواہ وہ امام ہوں یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھ رہے ہوں۔ فرض نماز پڑھ رہے ہوں یا نوافل ادا کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ اگر آپ ہر ایک نمازی سے یہ پوچھیں کہ کیا تم نے نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا ہے تو اس کا جواب اس بات میں ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر

Marfat.com

امام درود شریف پڑھے بغیر سلام پھیر دے اور مقدیوں کو اس بات کا پتہ چل جائے تو وہ امام کو ضرور برا بھلا کہیں گے۔ اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا عمل کے اعتبار سے تمہارے خلاف ہماری دلیل زیادہ مضبوط ہے۔ پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ امام شافعی سے پہلے کے سلف صالحین کا عمل درود شریف کے وجود کی نفی کرتا ہے؟ کیا آپ سلف صالحین میں سے کسی ایک ایسے شخص کی نشاندہی کر سکتے ہیں جو نماز میں درود شریف نہ پڑھتا ہو؟ اور یہ باطل ترین قول ہوگا۔

آپ کا یہ کہنا کہ نماز میں درود شریف کے عدم وجوب پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس پر عمل کا اطلاق نہیں ہوتا مگر پھر بھی تمام اہل کا اجماع کا اس پر اتفاق نہیں ہے بلکہ یہ صرف امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بہت سے اہم علم کا مذہب ہے لیکن اس کے مدمقابل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور اہل علم نماز میں درود شریف پڑھنے کو واجب سمجھتے ہیں۔ جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابومسعود، شعبی، مقاتل بن حبان، امام جعفر صادق، اسحاق بن راہویہ اور دو میں سے آخری قول کے مطابق امام احمد تشہد میں درود شریف پڑھنے کو واجب سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کی اختلافی رائے کی موجودگی میں اجماع کا دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے۔ یا تمام سلف صالحین کا عمل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہ حضرات اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم یہ تحقیق وہی شخص کر سکتا ہے جو علماء کے مذاہب کی اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد اجماعی واختلافی مسائل سے بخوبی آگاہ ہو۔

(قاضی عیاض کا) یہ کہنا ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں لوگوں نے امام شافعی پر بہت تنقید کی ہے تو اس پر سبحان اللہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ بھلا اس مسئلے کے بارے میں ان پر کیا تنقید کی جا سکتی ہے۔ بلکہ یہ تو ان کے مذہب کی خوبی ہے۔ پھر تنقید کرنے والے کو شرم نہ آئی کہ بعد میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کی خرابی اچھی طرح سے ظاہر ہے۔ جو نصوص، اجماع، قیاس یا قابل ترجیح مصلحت کے خلاف ہیں۔ اگر ان کی تحقیق کی جائے تو یہ دو سو تک پہنچ جائیں گے لیکن اہل علم کا یہ شیوہ نہیں ہے کہ وہ اس نوعیت کے مسائل کو اچھالیں۔ اور دوسرے لوگ ان کی واہ واہ کریں۔ انصاف پسند خود محاسبہ کر لیتا ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں کون سی کتاب یا سنت یا اجماع کی مخالفت امام شافعی نے کی ہے۔ بلکہ شرعی دلائل ان کے قول کی تائید کرتے ہیں کیونکہ

Marfat.com

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ درود شریف کے ذریعے نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ درود شریف کے ذریعے نماز کو مکمل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ تو امام شافعی نے اپنی تحقیق کے مطابق دلائل کے ہمراہ جس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ یہ فتویٰ دیا کہ درود شریف کے ذریعے نماز ختم کرنا واجب ہے لہٰذا انہوں نے کسی اجماع یا کسی کی مخالفت نہیں کی۔ پھر ان پر تنقید کیوں کی جائے۔ تنقید اسی بات پر کی جاسکتی ہے جو قابل تنقید ہو۔

(قاضی عیاض کا یہ کہنا) کہ شافعی نے حضرت ابن مسعود کے تشہد کو اختیار کیا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے انہیں سکھایا تھا۔ یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نقل کردہ تشہد کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کے نقل کردہ تشہد کو امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے اختیار کیا ہے جبکہ امام مالک نے حضرت عمر سے منقول تشہد کو اختیار کیا ہے۔

بہر حال اس کا جواب درج ذیل ہے۔

اس دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تشہد واجب ہے لیکن اس سے کسی دوسری چیز کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی یعنی کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ قعدہ میں صرف تشہد کا پڑھنا واجب ہے لہٰذا کسی دوسری دلیل (یعنی حدیث) کے ذریعے درود شریف کے وجوب کو ثابت کرنا تشہد والی احادیث کے مدمقابل نہیں آئے گا۔ جس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

کہ آپ حضرات کے نزدیک درود شریف کے بعد سلام پھیرنا واجب ہے حالانکہ احادیث تشہد میں نبی اکرم ﷺ نے اس کی تعلیم بھی نہیں دی۔

اب اگر آپ یہ کہیں کہ ہم نے درج ذیل حدیث کے تحت سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

''تکبیر تحریمہ کے ذریعے نماز کا آغاز ہوتا ہے اور سلام پھیرنے سے نماز ختم ہوتی ہے۔''[1]

تو آپ سے کہا جائے گا کہ ہم بھی ان دلائل کے ذریعے درود کو واجب قرار دیتے ہیں۔ جو درود شریف کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا تشہد والی احادیث میں صرف تشہد کی تعلیم

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (618,61) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (275) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' المسند'' (129, 123/1) ابویعلیٰ' احمد بن علی' المسند ر(616) شافعی کتاب الام (69/1)

Marfat.com

سے اگر درود شریف کے وجوب کی نفی کی جاسکتی ہے تو سلام کے وجوب کی بھی نفی کی جاسکتی ہے۔اور اگر سلام کی نفی نہیں ہوتی تو درود شریف کے وجوب کی بھی نفی نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد کے الفاظ کی تعلیم دی ہے اسی طرح درود شریف کے الفاظ کی بھی تعلیم دی ہے۔یہ کیسے ممکن ہے کہ تشہد کی تعلیم دینا تو اس کے وجوب کی دلیل بن سکے۔مگر درود شریف کی تعلیم دینا اس کے وجوب کی دلیل نہ بن سکے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس تشہد کی تعلیم دی تھی اس کا تعلق نماز کے ساتھ ہے اسی لئے آپ نے فرمایا تھا۔"جب نماز میں بیٹھ جائے تو پڑھے۔ التحیات للہ" جبکہ درود شریف کی تعلیم دینا مطلق ہے۔تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس درود شریف کی تعلیم دی تھی۔اس کا تعلق بھی نماز کے ساتھ تھا۔

اس کی پہلی دلیل محمد بن ابراہیم سے منقول وہ حدیث ہے جو پہلے باب میں نقل کی جاچکی ہے۔کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا تھا کہ جب ہم نماز میں بیٹھ جائیں تو آپ پر کن الفاظ میں درود بھیجیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود شریف کے بارے میں سوال کیا تھا وہ اس سلام کی مانند تھا جس کا طریقہ وہ سیکھ چکے تھے۔

جیسا کہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟"

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جس سلام کا طریقہ وہ سیکھ چکے تھے اس کا تعلق نماز میں (تشہد میں) ان الفاظ کے ساتھ تھا۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ"

لہٰذا یہ ضروری ہوگا کہ اس سلام کے ہمراہ جس درود کا ذکر کیا جارہا ہے اس کا تعلق بھی نماز کے ساتھ ہو۔اس بات کو آئندہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔

چوتھا جواب یہ ہے اگرچہ فرض کرلیا جائے کہ تشہد سے متعلق احادیث درود شریف کے وجوب کی نفی کرتی ہیں تو درود شریف کے وجوب سے متعلق دلائل ان پر مقدم ہوں گے۔کیونکہ

Marfat.com

اس کے نفی کی بنیاد اس اصول کے تحت ہوگی کہ اپنی اصل کے اعتبار سے درود شریف کا حصہ نہیں ہے۔ جب کہ اس کے وجوب کے دلائل نے اسے تشہد سے الگ کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ الگ کرنے کی کیفیت نفی کی کیفیت سے مقدم ہوگی اور کیوں نہ ہو کہ ان دونوں کے درمیان تصرف موجود نہیں ہے لہٰذا تشہد سے متعلق آپ نے جو دلائل نقل کیے ہیں۔ ان کا انتہائی مقصود یہی ہے کہ ان میں کسی دوسری چیز کے وجوب کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ اور جس دلیل میں کسی خیر کے وجوب کے بارے میں کوئی حکم نہ ہو وہ اس دلیل کے مدمقابل نہیں آ سکتی جس میں اس چیز کے وجوب کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ اس پہلی دلیل کو دوسری پر مقدم کیا جائے۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ تشہد کی تعلیم کا واقعہ پہلے پیش آیا بلکہ یہ شاید اس وقت پیش آیا جب نماز فرض قرار دی گئی۔ لیکن درود شریف کی تعلیم سے متعلق واقعہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ کے نزول کے بعد پیش آیا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت نبی اکرم ﷺ کے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے نکاح کرنے اور ازواجِ مطہرات کو علیحدگی کا اختیار دینے کے واقعے کے بعد نازل ہوئی۔ لہٰذا اس کا واقعہ تشہد کی فرضیت کے بعد پیش آیا۔ اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ تشہد والی روایات کے ذریعے درود شریف کے وجوب کی نفی ہوتی ہے۔ تو درود شریف کے وجوب سے متعلق روایات کے ذریعے تشہد والی روایات منسوخ شمار ہوں گی۔ کیونکہ درود شریف سے متعلق روایات کا تعلق بعد کے زمانے سے ہے۔

چوتھے اور پانچویں جواب کے درمیان فرق یہ ہے کہ پانچویں جواب کے تحت درود شریف کے وجوب سے متعلق دلائل کو ان کے متاثر ہونے کی وجہ سے مقدم قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ چوتھے جواب میں درود شریف کے وجوب کے دلائل کو اس لئے مقدم قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ درود شریف کو تشہد سے الگ کر دیتے ہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ تشہد اور درود شریف میں کس کام کا حکم پہلے وارد ہوا ہے۔

درود شریف کا حکم تشہد کے بعد وارد ہونے کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے کہ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں درود کس الفاظ میں پڑھیں؟ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سلام تشہد کا حصہ ہے اور نماز میں تشہد کے دیگر کلمات پڑھے بغیر صرف سلام نہیں پڑھا جا سکتا۔

قاضی عیاض کا یہ کہنا کہ درود شریف کے عدم وجوب کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے۔

Marfat.com

''جب تم یہ پڑھ لو تو تم نے نماز مکمل کر لی۔ اب اگر تم اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔''

اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے؟

اس کے کئی جواب دیے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ اضافہ حدیث کے الفاظ میں کسی راوی کی طرف سے درج کیا گیا ہے یہ نبی اکرم ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں۔ علم حدیث کے ماہرین نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔

دار قطنی نے اپنی کتاب ''العلل'' میں اس روایت کی سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے ایک راوی نے اس روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ جو راوی کا کلام ہے۔ (نبی اکرم کا نہیں) اور وہ الفاظ یہ ہیں۔

''جب تم یہ پڑھ لو یا ایسا کر و تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی۔ اب اگر تم چاہو تو اٹھ سکتے ہو۔''

شبابہ بن سوار نے اپنی سند کے ہمراہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت ابن مسعود کا کلام ہے۔

ابن ثوبان نے بھی اپنی سند کے ہمراہ، اس روایت کو نقل کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابن مسعود کے الفاظ کے درمیان فرق ظاہر کیا ہے۔

دار قطنی نے اپنی سنن، میں اپنی سند کے ہمراہ، اس روایت کو نقل کیا ہے اور ان الفاظ کو کسی راوی کی کارستانی قرار دیا ہے۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا کلام قرار دیا ہے اور یہ بات زیادہ درست محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ ایک اور سند کے ذریعے یہ بات حضرت ابن مسعود کے قول کے طور پر منقول ہے۔ نیز دیگر راویوں نے یہی حدیث نقل کی ہے لیکن اس کے آخر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ پھر جن راویوں نے حضرت علقمہ کے حوالے سے حضرت ابن مسعود سے تشہد کے الفاظ نقل کیے ہیں ان میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ پھر دار قطنی نے شبابہ کی روایت نقل کی ہے اور انہوں نے حدیث نبوی اور حضرت ابن مسعود کے کلام کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جو انہوں نے اس روایت کے آخری حصے کو الگ طور پر حضرت ابن مسعود کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ کسی اور راوی کی کارستانی قرار دینے کی بجائے اس اضافے کو حضرت ابن مسعود کا کلام شمار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ دیگر

Marfat.com

راویوں نے بھی اس روایت کے آخری حصے کو مرفوع حدیث کی بجائے حضرت ابن مسعود کے کلام کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابوبکر الخطیب نے اس روایت کو اپنی کتاب ''العضل الوصل'' میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ بعض حضرات نے نبی اکرم اور حضرت ابن مسعود کے کلام کے درمیان فرق کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ اضافہ حدیث میں درج کیا گیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے خود حضرت ابن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنا واجب ہے اور یہاں آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کا یہ قول ہے تو یہ بات آپ کی پہلی روایت کی نفی کرتی ہے۔ اگر اس آخری حصے کو حدیث شمار کیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ نماز میں درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر اسے حضرت ابن مسعود کا کلام قرار دیا جائے تو یہ اس روایت کے مخالف ہوگا جو آپ ہی نے ان سے نقل کی ہے۔

یہ ایک مضبوط اعتراض ہے مگر اس کے کئی جواب دیے جاسکتے ہیں۔

پہلا جواب قاضی ابوطیب نے یہ دیا ہے۔

''جب تم یہ پڑھ لو تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی۔''

جملے کا مطلب یہ ہے کہ تم نماز ختم کرنے کے قریب پہنچ گئے ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محض یہاں تک پڑھ لینے سے نماز مکمل نہیں ہوتی۔

لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ اس کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔

''اگر تم اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔''

مگر جن حضرات کے نزدیک درود شریف پڑھنا واجب ہے ان کے نزدیک نمازی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اٹھ جائے یا بیٹھا رہے تاوقتیکہ وہ درود شریف پڑھ لے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تشہد سے متعلق ہے کیونکہ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں السلام علی اللہ پڑھا کرتے تھے تو ان سے کہا گیا اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے تم یہ الفاظ پڑھا کرو اور پھر نبی اکرم نے انہیں تشہد کے الفاظ کی تعلیم دی۔ لہٰذا ''جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگی۔'' یعنی جب تم نے اس تشہد کے ہمراہ نماز کے دیگر فرائض یعنی رکوع، سجدے، قرأت، سلام پھیرنا اور دیگر تمام احکام شامل کر لئے (تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی) کیا آپ نے

Marfat.com

غور نہیں کیا؟ اس روایت میں سلام پھیرنے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ بھی فرض ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی فرضیت سے واقف تھے۔ لہٰذا اس کی فرضیت کا دوبار تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس کی تائید اس حدیث کے ذریعے ہوتی ہے جس کے مطابق نبی اکرم نے صدقہ کے بارے میں فرمایا۔

انها تؤخذ من اغنيائهم ' فترد على فقرائهم

''اسے اغنیاء سے وصول کر کے فقراء کو دیا جائے گا۔''[1]

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ فقراء کے ہمراہ مستحق قرار دیئے گئے ہیں انہیں بھی دیا جاسکتا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور ان کی آٹھ قسمیں ہیں۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق جلدی میں نماز ادا کرنے والے شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اسے صرف وہی امور بجالانے کا حکم دیا جنہیں اس نے ادا نہیں کیا تھا یا مکمل طور پر ادا نہیں کیا تھا۔

لیکن اس روایت میں تشہد یا سلام پھیرنے کا ذکر نہیں ہے۔[2] (کیونکہ وہ شخص ان کی فرضیت سے واقف تھا۔)

(نمازی کی جلد بازی سے متعلق اس روایت کے علاوہ دوسری حدیث ہے جو تشہد کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کے وجوب پر دلائل کرتی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد کی اسی طرح تعلیم دی تھی جیسے آپ انہیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے اور انہیں بتایا تھا کہ یہ تشہد نماز میں پڑھنا ہے۔ اس طرح ایک اور دلیل (یعنی حدیث) کے ذریعے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سلام پھیرنے کے ذریعے نماز ختم ہوگی۔ اس کے علاوہ کس اور طریقے سے نہیں ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث کے ذریعے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھا جائے گا۔

جس طرح یہ جائز ہے کہ حضرت ابن مسعود کی اس حدیث کے تحت تشہد کو فرض قرار دیا جائے اور جو شخص اس کی فرضیت کا مخالف ہو اور اس بات کا قائل ہو کہ جو شخص تشہد کی مقدار کے

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح '' (7372) مسلم' بن الحجاج القشیری '' الجامع الصحیح '' (19)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح '' (793) مسلم' بن الحجاج القشیری '' الجامع الصحیح '' (397)

Marfat.com

مطابق بیٹھا رہے اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے۔ اگر چہ اس کے تشہد نے کلمات نہ پڑھے ہوں، تو حضرت ابن مسعود کی حدیث کے ذریعے اس کی تردید کی جائے اور اسی حدیث کے ذریعے اس شخص کے قول کی بھی تردید کی جائے جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں کی تردید میں یہ دلیل پیش کی جائے کہ اس روات کے مطابق حضرت ابن مسعود نے نماز کی تکمیل کو تشہد کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ (لہٰذا یہ دونوں آراء غلط ہیں)

اسی طرح یہ بھی درست ہوگا کہ جن احادیث کے ذریعے درود کا وجوب ثابت ہوتا ہے ان کے ذریعے درود شریف کا وجوب ثابت کیا جائے۔ اس صورت میں درود کے وجوب کی نفی کرنے والوں کے مقابلے میں ان احادیث کی وہی حیثیت ہوگی جو تشہد یا قعدہ کے وجوب کی نفی کرنے والوں کے مقابلے میں حضرت ابن مسعود سے منقول تشہد والی حدیث کو حاصل ہے۔

بلکہ درود شریف کے وجوب کے قائلین یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا استدلال تمہارے استدلال سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ ہم اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت، اور ہر زمانے میں امت کے عمل سے استدلال حاصل کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ استدلال تشہد کے وجوب سے متعلق استدلال سے زیادہ قوی نہ بھی ہو تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ اور اگر اس بارے میں بعض فقہاء کی رائے حکم سے منتخب نہ ہے تو اس کی مثال بالکل اسی طرح ہوگی جیسے تشہد کے وجوب کے بارے میں بعض فقہاء کی رائے آپ سے مختلف ہو۔ اب صرف دلائل کا جائزہ لیا جائے گا کہ کس کے کیا دلائل ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس اصل کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ نہ تو مرفوع ہے اور نہ ہی موقوف ہے اگر کوئی شخص اس کو بطور دلیل پیش کرتا ہے تو اس سے یہ سوال کیا جائے گا۔

''جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگی۔''

اس جملے کا مطلب کیا ہے صرف تشہد پڑھ لینے سے نماز پوری ہو جاتی ہے یا تشہد کے ہمراہ دیگر واجبات کی ادائیگی بھی ضروری ہے؟ پہلا قول محال اور باطل ہے اور دوسرا حق ہے لیکن پھر بھی اس قول کے ذریعے کسی ایسی چیز کے وجوب کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ جس کے

Marfat.com

وجوب کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کے ذریعے درود شریف کے وجوب کی نفی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک نماز مکمل کرنے کے لئے سلام پھیرنا واجب ہے۔ اسی طرح تشہد میں بیٹھنا واجب ہے مگر اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی پر سجدہ سہو واجب ہو جائے تو اس کا تذکرہ بھی نہیں ہے حالانکہ ایسی صورت میں سجدہ سہو کیے بغیر نماز مکمل نہیں ہوگی۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تشہد پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ اگر نمازی تشہد کی مقدار کے برابر (خاموش) بیٹھا رہے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی جب کہ مذکورہ بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ تشہد کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔

لہٰذا آپ کا یہ استدلال کہ حضرت ابن مسعود نے کیونکہ نماز کی تکمیل کو تشہد سے منسلک کیا ہے اس لئے تشہد کے بعد درود شریف کو واجب قرار دینا درست نہیں ہے۔ تو یہ بات خود آپ کے خلاف حجت ہوگی کیونکہ آپ کے نزدیک تشہد پڑھنا واجب ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود نے نماز کی تکمیل کو تشہد پڑھنے سے متعلق کیا ہے۔ جبکہ آپ کے فتویٰ کے مطابق فرض بھی نہیں ہے۔ اگرچہ اس طرح سے استدلال کرنا درست نہیں ہے مگر اس کے ذریعے آپ کے وجوب کے دلائل کے انکار سے معارضہ کیا جا سکتا ہے اور آپ کا درود شریف کے وجوب کی نفی کرنے کو بھی باطل قرار دیا جا سکتا ہے لہٰذا دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ ہی کی رائے غلط ثابت ہوگی۔

اگر آپ یہ جواب دیں۔

''جب تم نے یہ پڑھ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔''

اس جملے سے ہماری مراد یہ ہے کہ تمہاری نماز مستحب طور پر مکمل ہوئی ہے۔ محض بیٹھنے سے واجب ادا ہو گیا تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل ان حضرات کے نظریے کے مطابق فاسد ہوگی جو درود شریف کے وجوب کی نفی کرتے ہیں اور وہ بھی اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ جو حضرات اس کے وجوب کی نفی کرتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ درود شریف کے ذریعے بھی نماز کو مکمل کرنا مستحب ہے۔ یعنی نماز اس وقت تک مستحب طریقے سے مکمل نہیں ہوگی جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اور جو حضرات درود شریف کے وجوب کے قائل

Marfat.com

ہیں ان کے نزدیک نماز واجب طریقے سے اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی۔ جب تک درود شریف نہ پڑھ لیا جائے۔ بہر حال دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ حضرات اس حدیث کے ذریعے استدلال نہیں کر سکتے۔

یہ کہنا کہ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق۔

''جب نمازی سجدے سے سر اٹھالے گا تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔''[1]

اس کے بھی کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے اور اس کی علتیں درج ذیل ہیں۔

پہلی علت یہ ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں اس کی سند قوی نہیں ہے بلکہ مضطرب ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ یہ روایت عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی سے منقول ہے جسے بہت سے ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تیسری علت یہ ہے کہ اس روایت کو بقر بن سوادہ نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے حالانکہ ان کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عمرو سے نہیں ہوئی۔ گویا یہ روایت منقطع ہے۔

چوتھی علت یہ ہے کہ اس کی سند میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں علت یہ ہے کہ اس کے متن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نمازی سجدے سے سر اٹھائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔''

یہ امام ابوداؤد کی روایت کے الفاظ بھی ہیں۔

امام ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نمازی آخری قعدہ میں بیٹھا ہو اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔''

یہ الفاظ امام طحاوی کے نقل کردہ الفاظ سے مختلف ہیں جو یہ ہیں[2]۔

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (617) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (408)

[2] طحاوی' شرح معانی الآثار (1638)

Marfat.com

''جب امام نماز مکمل کر کے قعدہ اخیرہ میں بیٹھ جائے اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے امام یا مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس روایت کا مضمون سابقہ روایت سے مختلف ہے۔

طحاوی کہتے ہیں یہی روایت دوسرے الفاظ میں یوں منقول ہے۔

''جب نمازی، نماز کے آخری (سجدے سے) سر اٹھائے اور تشہد پورا پڑھ لے اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔''

ان تمام روایات کا مدار افریقی پر ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ان کے حافظے کی خرابی کا نتیجہ ہوں۔

حضرت علی کا جو یہ قول پیش کیا گیا تھا۔

''جب نمازی تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھا رہے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔''

اس کا جواب یہ ہے علی بن سعید بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل سے اس شخص کا حکم دریافت کیا جو تشہد کے کلمات نہیں پڑھتا۔ تو انہوں نے جواب دیا وہ اپنی نماز دہرائے گا۔ میں نے کہا حضرت علی سے یہ بات منقول ہے کہ جو شخص تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھا رہے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا یہ روایت درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایات کے برعکس احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا جو بیان نقل کیا گیا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں درود شریف کے وجوب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ مگر ان روایات کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا جن سے وجوب ثابت ہوتا ہے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید کے حوالے سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جو بظاہر درود شریف کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فضالہ کی حدیث اس مسئلے میں ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ نبی اکرم نے انہیں تشہد میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا اور آپ کے حکم کے ذریعے وجوب ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی نظیر آپ کا تشہد کا حکم دینا ہے لہٰذا جب آپ کا حکم دونوں چیزوں میں شامل ہے تو دونوں کے حکم کے درمیان فرق کرنا غلط ہو گا۔

Marfat.com

اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے نزدیک تشہد بھی واجب نہیں ہے۔ تو ہم یہ جواب دیں گے کہ یہ حدیث (درود اور تشہد) دونوں مسئلوں میں آپ کے خلاف ہماری حجت ہے اور دلیل کی پیروی کرنا واجب ہے۔

یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس نمازی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اگر درود شریف فرض ہوتا تو آپ نماز کے اعادہ کا حکم دیتے۔ جیسا کہ آپ نے جلد بازی میں نماز پڑھنے والے کو اعدے کا حکم دیا تھا۔

اس کے بھی کئی جواب ہو سکتے ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص درود شریف کے وجوب سے ناواقف ہو اور اس نے یہ سوچ کر درود نہ پڑھا ہو کہ یہ کون سا واجب ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے اسے اعادہ کا حکم نہیں دیا مگر آئندہ پڑھنے کی تاکید کر دی اور آئندہ پڑھنے کی تاکید کرنا اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ جبکہ نماز کے اعادہ کا حکم نہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے وجوب سے اس کی بدعلمی کے باعث آپ نے اسے مغرور قرار دیا۔ یہ باطل اسی طرح ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے جلد بازی میں نماز پڑھنے والے شخص کو سابقہ نمازیں دہرانے کا حکم نہیں دیا اور یہ بتا دیا کہ اس نے دیگر نمازوں میں کوئی اچھا عمل نہیں کیا۔ یوں آپ نے اس کی لاعلمی کے باعث اسے مغرور سمجھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے نبی اکرم ﷺ نے اس نماز کو دہرانے کا حکم کیوں دیا اور اس نماز کے معاملے میں اس کی لاعلمی کے باعث اسے مغرور کیوں نہیں سمجھا؟

تو ہم یہ جواب دیں گے کہ اس نماز کا وقت بھی باقی تھا، لہٰذا اب وہ نماز کے فرائض سے واقف ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس کے لئے واجب تھا کہ وہ ان کی پاسداری کرے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو نماز کے اعادہ کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح درود شریف ترک کرنے والے کو اسی نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔

ہم اس کا یہ جواب دیں گے نبی اکرم ﷺ کا اسے درود پڑھنے کا حکم دینا واضح طور پر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس بات کا امکان موجود ہے کہ جب اس شخص نے آپ کا یہ حکم سنا تو نبی اکرم ﷺ کے اعادہ کا حکم دینے سے پہلے ہی وہ خود دوبارہ نماز پڑھنے چلا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نوافل ادا ادا کر رہا ہو جن کا اعادہ واجب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور احتمال

Marfat.com

بھی ہوسکتا ہے لیکن آپ کے حکم کے ظاہری معنوں کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک ممکن دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ نمازی کی کیفیت میں کئی احتمالات یا امکانات پائے جا سکتے ہیں۔

لہٰذا حضرت فضالہ کی یہ حدیث دونوں معنی پر برابر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اس میں آپ کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر اس میں ہمارے مؤقف کی تائید پر تو جیہی دلالت موجود ہے جیسا کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ مگر آپ کے مؤقف کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے دونوں مفروضہ صورتوں میں آپ اسے بطور دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

یہ کہنا کہ نماز میں غلطی کرنے والے شخص کو نبی اکرم ﷺ نے درود شریف کی تعلیم نہیں دی اگر یہ فرض ہوتا تو آپ اسے اس کی بھی تعلیم دیتے۔

اس کے بھی کئی جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں مواخرین نماز کے کسی بھی واجب کے، اس حدیث کے ذریعے نفی کر سکتے ہیں اور اسے ان تمام امور تک پھیلا سکتے ہیں جس کے وجوب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

لہٰذا جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے بطور دلیل پیش کر سکتا ہے۔

جو تشہد کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو سلام پھیرنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو درود شریف پڑھنے کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو رکوع اور سجود کی تسبیحات یا ان میں اعتدال کی نفی کرنا چاہے وہ اسے پیش کر سکتا ہے۔

جو ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت کہی جانے والی تکبیروں کے وجوب کی نفی کرنا چاہے وہ اسے بطور ثبوت پیش کر سکتا ہے۔

اس سے یہ خوامخواہ کی حیثیت اختیار کر جائے گی۔ وگرنہ تحقیقی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو اس روایت کے ذریعے ان میں سے کسی ایک چیز کے وجوب کی بھی نفی نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ اس کا زیادہ سے زیادہ مفہوم یہ ہوگا کہ اس حدیث میں کسی چیز کے وجوب یا کسی چیز کے وجوب کی نفی کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ اس لئے دیگر احادیث کے ذریعے ثابت ہونے

Marfat.com

والی کسی حدیث کو اس کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ایک چیز کا حکم دیا اور دوسری کا حکم دینے کی بجائے خاموش رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوسری چیز واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اسے بیان کرنے کی ضرورت کے وقت کسی ضروری چیز کو بیان نہ کرنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل غلط ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ تشہد، جلوس، سلام، نیت، سورۃ فاتحہ پڑھنا اور ہر وہ چیز جس کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ وہ سب واجب نہیں ہیں۔ مزید برآں یہ کہ قبلے کی طرف رخ کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ اسی طرح وقت پر نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں چیزوں کا حکم نہیں دیا۔ لیکن کوئی بھی شخص یہ بات نہیں کہے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے صرف ان امور کی تعلیم دی جس میں اس نے غلطی کی تھی جبکہ نماز کے وقت یا قبلے کی طرف رخ کرنے میں اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی؟

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ پھر اس کے جواب میں آپ اسی پر قناعت کریں ان تمام مسئلوں میں جس کے وجوب کی آپ نے اس حدیث کی روشنی میں نفی کی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے نبی اکرم ﷺ نماز کے اجزاء سے متعلق جس امور کا حکم دیں وہ وجوب کے واضح دلیل ہیں اور آپ نے جن باتوں کا حکم نہیں دیا اس میں کئی اختلاف پائے جا سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ اس کی غلطی کا تعلق ان امور کے ساتھ نہیں تھا۔

دوسرا یہ کہ وہ حکم اس کے بعد واجب ہوا ہو۔

تیسرا یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے اہم اور بنیادی ارکان سکھا دے اور بقیہ اراکین کے بارے میں سوچا کہ وہ خود نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر انہیں سیکھ لے گا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی سیکھا دے گا۔

کیونکہ عام طور پر نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہی یہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کو کچھ سیکھا دے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ تمام معمول کی بات تھی کہ وہ کسی ناواقف کو کچھ سکھا دیں یا کسی گمراہ کی راہنمائی کریں۔ گویا اس میں کیا برائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کو بعض مسائل کی تعلیم دے دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس شخص کو بقیہ مسائل کی

Marfat.com

تعلیم دیں۔ لہٰذا جب یہ احتمال موجود ہوگا تو اس مشتبہ روایت کو ان دلائل کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا جو نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں یا دیگر احادیث پر دلالت کرتی ہیں چہ جائیکہ اس روایت کو ان دلائل پر مقدم کیا جائے کیونکہ یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ کسی بھی صریح اور محکم حکم کو مشتبہ اور مجمل حکم پر مقدم کیا جائے گا۔

یہ کہنا کہ فرائض ایسی صحیح دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جس کے مقابلے میں اس کے پائے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ یا پھر اجماع سے ثابت ہوتے ہیں۔

ہم یہ جواب دیں گے کہ اب آپ ہمارے وجوب کے دلائل ملاحظہ کریں۔

پہلی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (الاحزاب: ۵۶)

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“

اس میں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مطلق حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے تاوقتیکہ کوئی ایسی دلیل سامنے نہ آ جائے جس سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی درود کو پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے انہیں درود ابراہیمی کی تعلیم دی اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس درود کی تعلیم دی تھی۔ اس سے مراد وہ سلام ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا درود اور سلام دونوں کے حکم، تعلیم اور محل کا تعلق ایک ہی چیز کے ساتھ ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس بات سے ہوتی ہے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے انہیں تشہد پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں سلام بھی شامل تھا۔ پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درود پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تو آپ نے انہیں درود پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ پھر آپ نے اس درود کو اس سلام کے مشابہ قرار دیا جسے صحابہ رضی اللہ عنہم پہلے سیکھ چکے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث میں جس درود اور سلام کا ذکر ہے اس سے مراد نماز والا درود وسلام ہے۔

Marfat.com

اس کی مزید وضاحت یوں کی جائے گی کہ اگر اس درود وسلام سے مراد نماز کے بجائے نماز والا درود سلام ہے تو پھر ہر صحابی کیلئے یہ لازم ہونا چاہئے تھا کہ وہ جب بھی نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے تو ہمیشہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہے۔ مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ صحابہ کرام عام سلام میں مخصوص الفاظ کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا کوئی شخص السلام علیکم کہتا تھا کوئی السلام علی رسول اللہ کہتا تھا، کوئی السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا اور اسی طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔ ابتدائے اسلام ہی سے اس طرح سلام کرنے کا رواج تھا۔ جس سلام کا طریقہ انہوں نے سیکھا تھا اس کا تعلق نماز کے ساتھ ہے۔ ہ

اس کی مزید وضاحت ابن اسحاق کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

كَيف نُصَلِّي عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِي صَلاتِنَا

"نماز کے دوران ہم آپ کی خدمت میں درود کس طرح بھیجیں؟"[1]

ان الفاظ کو محدثین کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے جس میں ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دار قطنی اور بیہقی شامل ہیں۔ ان روایات کی سند میں موجود علت اور اس کا جواب کتاب کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ جس درود کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا اس سے مراد وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے کہ اس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد یہی درود ہے۔ اور یوں اس کا وجوب بھی ثابت ہو جائے گا۔ اگر اس میں نبی اکرم ﷺ کے حکم کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو دلیل پختہ ہو جائے گی۔ شاید اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے کہا:

"پہلے میں اس بارے میں ہیبت کا شکار تھا مگر پھر میرے سامنے یہ واضح ہو گیا کہ یہ واجب ہے۔"

یہ حکایت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

اس استدلال پر کچھ اشکالات واجب ہوتے ہیں۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (405) احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (274/5) ابو داؤد سلیمان بن اشعث "السنن" (980) ترمذی ابو عیسی محمد بن عیسی "الجامع الصحیح" (2220) نسائی احمد بن شعیب "السنن" (1284)

Marfat.com

پہلا اشکال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ سلام کا طریقہ تم سیکھ چکے ہو۔اس میں احتمال پائے جاتے ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہوگا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سلام ہو جس کے ذریعے نماز ختم ہوتی ہے۔ یہ بات ابن عبدالبر نے بیان کی ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ آپ کی تمام تر گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب درود کا تعلق سلام کے ساتھ ہے اور سلام تشہد میں واجب ہے تو اسی طرح درود بھی واجب ہونا چاہئے۔ یہ دلیل کمزور ہے۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ درود کی طرح ہم سلام کے وجوب کے بھی قائل نہیں ہیں۔ یہ صرف آپ کا استدلال ہے وہ بھی اس وقت درست تسلیم کیا جائے گا۔ جب سلام کا وجوب ثابت ہو جائے گا۔

اِن اشکالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

پہلا اشکال انتہائی فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ بات موجود ہے جو اسی کو باطل کرتی ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا تھا۔

''یارسول اللہ! اس سلام کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟''

امام بخاری کی ہدایت کے الفاظ وہ ہیں جو حضرت ابو سعید کے حوالے سے منقول ہے۔

ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے درود و سلام دونوں کا طریقہ دریافت کیا تھا۔ جس کا تذکرہ آیت کریمہ میں موجود ہے۔انہوں نے نماز میں سلام کی کیفیت کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ ہمارا مؤقف نہیں سمجھ سکے چونکہ ہم دلالت اکتزانی کے ذریعے دلیل پیش نہیں کررہے بلکہ ہم قرآن کے حکم سے استدلال کررہے ہیں اور ہم نے صرف یہ بات واضح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود کے بارے میں سوال کیا تھا اس کا تعلق نماز کے ساتھ تھا۔

تیسرا اشکال انتہائی فاسد ہے کیونکہ کتاب سے ثابت ہونے والے دلائل پر کسی کی ذاتی اختلافی رائے کی وجہ سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کسی ایسے مسئلے میں آپ کے اختلاف رائے

Marfat.com

کی کیا حیثیت ہوگی جس میں آپ کے مقابل کے پاس شرعی دلیل موجود ہو ایسی صحیح دلیل جس کے مقابل کوئی دلیل موجود نہ ہو اسے کسی دوسرے مسئلے کے ذریعے باطل قرار دینا درست ہے؟ کیا یہ اہل علم کے طریقہ کار کے برعکس نہیں ہے۔

کیونکہ شرعی دلائل اختلافی اقوال کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ مجتہدین کے اقوال کو ان شرعی دلائل کے مقابلے میں پیش کیا جائے اور وہ اقوال ان دلائل سے ثابت ہونے والے مسائل کو غلط ثابت کردیں اور ان اقوال کو ان دلائل پر ترجیح دی جائے۔

پھر یہ حدیث ان دونوں مسلکوں میں آپ کے خلاف حجت ہے۔ کیونکہ یہ درود وسلام کے وجوب کے اثبات کیلئے یہ حدیث دلیل ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ تشہد میں اسے پڑھا کرتے تھے اور آپ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی طرح نماز ادا کریں لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں جو عمل کیا ہے ہمارے لئے ویسا کرنا واجب ہے۔ یہ کہ کسی دلیل کے ذریعے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

یہاں دو مقدمے ہیں۔

پہلا مقدمہ یہ ہے جسے امام شافعی نے سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کیا ہے۔ نبی اکرم نماز میں یہ درود پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

اس روایت کی سند میں اگرچہ ابراہیم بن ابو یحییٰ ہیں مگر ایک جماعت نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے جس میں امام شافعی، ابن اصفہانی، ابن عدی، ابن عقدہ شامل ہیں۔ جبکہ دیگر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسرا مقدمہ وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت مالک بن جریر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

أتينا النبي ﷺ ونحن شببة متقاربون، فاقمنا عنده عشرين ليلة، فظن انا اشتقنا الى اهلنا، وسألنا عمن تركنا فى اهلنا؟ فاخبرناه،

Marfat.com

وكان رفيقًا' رحيمًا' فقال: ''ارجعوا الى اهليكم فعلموهم' ومروهم' وصلوا كما رأيتيموني اصلي ' واذا حضرتِ الصلاة فليؤذن لكم احدكم ' وليؤمكم اكبركم

''ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ہم نوجوان تھے۔ہم عمر تھے۔ہم آپ کے ہاں بیس دن رہے۔تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہم سے یہ بھی دریافت کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہیں۔تو ہم نے آپ کو بتایا آپ بہت نرم مزاج اور رحمدل تھے۔آپ نے فرمایا: اپنے گھر واپس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور انہیں بتاؤ اور اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان دے اور تمہارا سب سے زیادہ سن رسیدہ شخص نماز پڑھائے۔[1]

اس استدلال پر کچھ اشکالات اور اعتراضات وارد ہوئے ہیں جو کسی اور مقام پر نقل کئے جائیں گے۔

تیسری دلیل حضرت فضالہ بن عبید کے حوالے سے منقول حدیث ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے انہیں یا کسی اور شخص کو یہ حکم دیا۔

اذا صلّٰی احدكم فليبدأ بتحميدِ الله ' والثناء عليه ' وَالصَّلاة ثم ليصلِّ علي النبى ﷺ ' ثم ليدعُ بما شآءَ

''جب کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے۔نبی اکرم پر درود بھیجے پھر اپنی خواہش کے مطابق دعا کرے۔''

یہ روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔امام احمد اور اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس استدلال پر بھی چند اعتراضات کئے گئے ہیں۔

پہلا یہ کہ نبی اکرم نے اس نمازی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا یہ کہ اس دعا کا تعلق نماز کے ساتھ نہیں ہے۔بلکہ یہ نماز ختم ہونے کے بعد مانگی گئی

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(628) مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح ''(674)

Marfat.com

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام ترمذی نے اپنی ''جامع'' میں نقل کیا ہے۔

بینا رسولُ اللہ ﷺ قاعدٌ ' اذ دخل رجلٌ فصلّٰی ' فقال: اَللّٰھُمَّ اغفرلی وارحمنی ' فقال رسولُ اللہ ﷺ : ''عجلت ایھا المصلی ' اذا صلیت ' فقعدت' فاحمدِ اللہ بما ھو اھلہ ' وصل علیّ ' ثم ادعُہ

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اس نے نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے نمازی! تو نے جلد بازی کا مظاہر کیا ہے۔ جب تم نماز پڑھ لو تو بیٹھے رہو اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف بیان کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر دعا مانگو''

اس کے کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے ایک راوی رشدین کو حافظ ابوزرعہ اور دیگر حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر اس بارے میں صرف یہی روایت منقول ہوگی تو بھی اسے بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا تھا جبکہ یہاں اس کے مقابلے میں چند راویوں سے منقول روایات موجود ہیں۔ کیونکہ اس حدیث کی ہر روایت میں یہی الفاظ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو سنا جو اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رشدین نے اپنی حدیث میں کہیں بھی یہ بات بیان نہیں کی کہ اس شخص نے نماز مکمل ہو جانے کے بعد یہ دعا مانگی تھی اور نہ ہی روایت کے الفاظ اس معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اس نے نماز پڑھی اور یہ دعا کی اے اللہ! مجھے بخش دے۔ یہ الفاظ اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ اس نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگی تھی۔ بلکہ نفس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا نماز میں مانگی گئی۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد سے آغاز کرے۔ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مراد نماز سے فراغت کے بعد نہیں بلکہ نماز کے دوران ہی پر عمل کرنا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ نبی اکرم ﷺ سے منقول دعائیں عام طور پر نماز کے بارے میں منقول ہیں نہ کہ نماز کے بعد جب کہ حضرت ابوہریرہ، حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ، حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حزیفہ، حضرت عمار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں احادیث منقول ہیں۔ کسی ایک صحابی سے بھی کوئی ایک ایسی صحیح روایت منقول نہیں ہے جس میں نماز کے بعد دعا کا ذکر ہو۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں دعا مانگنے کا طریقہ دریافت کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگنا اور نہ ہی مذکورہ بالا نمازی سے یہ کہا تھا کہ سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگنا۔ بطورِ خاص اس صورت میں جبکہ نمازی نماز کے دوران اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہوتا ہے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے لہٰذا اس مناجات سے فارغ ہونے اور نماز ختم کرنے کے بعد دعا مانگنے کے مقابلے میں یہ زیادہ مناسب ہے۔ کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے پروردگار سے دعا کرے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد بیان کرو اس کا تعلق قعدہ اخیرہ میں تشہد کے الفاظ کے ساتھ ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو بیٹھ جاؤ یعنی تشہد میں بیٹھ جاؤ اور پھر آپ نے اسے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد اس شخص کو درود بھیجنے اور دعا مانگنے کا جو حکم دیا ہے وہ معین نہیں ہے۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کا تعلق تشہد کے بعد سے ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں صرف ایک رکن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جاسکتی ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاسکتا ہے پھر دعا مانگی جاسکتی ہے اور وہ رکن آخری تشہد ہے۔ کیونکہ بالاتفاق قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں یہ تینوں عمل نہیں کئے جا سکتے۔ پتہ چل گیا کہ اس سے مراد قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو درود شریف کے بعد دعا مانگنے کا حکم دیا اور دعا مانگنا واجب نہیں ہے لہٰذا درود شریف کا بھی یہی حکم ہوگا۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ آپ ایک ساتھ دو چیزوں کا حکم دیں اور ان میں سے ایک چیز واجب نہ ہو اور یہ بات دلیل سے ثابت ہو جائے مگر دوسری اپنی اصل کے اعتبار سے وجوب کے حکم میں برقرار رہے۔

Marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں جس حمد وثناء کا ذکر ہے دعا سے پہلے اسے پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس سے مراد تشہد کے کلمات ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کی اطلاع دی ہے کہ یہ ان پر فرض ہے۔ لہٰذا اس کے ہمراہ دعا کا ذکر کرنے کیلئے ثابت نہیں ہوگا کہ تشہد کا وجوب ساقط ہوگیا ہے۔ لہٰذا درود شریف کا بھی یہی حکم ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ دعا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ بعض دعائیں واجب ہیں جس میں توبہ، گناہوں سے بخشش، ہدایت کا حصول، معافی کا حصول وغیرہ کی دعائیں شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

من لم یسالِ اللہ یغضب علیہ

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔"[1]

کیونکہ غضب صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کسی واجب کو ترک کیا جائے یا کسی حرام کام کا ارتکاب کیا جائے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اگر نماز میں درود شریف پڑھنا فرض ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے ذکر میں تاخیر نہیں کرتے۔ بلکہ جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے نماز میں اسے نہیں پڑھا تو آپ نے اس وقت اسے ٹوکا۔ وگرنہ دوسری صورت میں اس سے پہلے دوسری روایات کے ذریعے اس کا وجوب ثابت ہوجاتا۔

اس کا جواب یہ ہے ہم یہ کب کہہ رہے ہیں کہ درود شریف پڑھنا امت پر اسی حدیث کے ذریعے واجب ہوا ہے۔ بلکہ اس نمازی نے تو درود شریف نہیں پڑھا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت کے مطابق اسے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک شخص نے نماز میں (جلد بازی کرتے ہوئے) صحیح طریقے سے نماز ادا نہیں کی۔ کیونکہ رکوع وسجود کی اطمینان سے ادائیگی کا وجوب، امت کیلئے۔ اسی روایت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس دیہاتی کے واقعے تک اس

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (3373) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' "السنن" (3827) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' "الادب المفرد" (658) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' "المسند" (442/2) حاکم' ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ' "المستدرک علی الصحیحین" (491/1)

Marfat.com

حکم کو بیان نہیں کیا۔ آپ نے اس دیہاتی کو اس طریقے کے مطابق نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا جو اس سے پہلے امت کیلئے شروع ہو چکا ہے۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ امام ترمذی اور ابو داؤد، جنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ یعنی حضرت فضالہ والی روایت اس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسی شخص سے ''یا'' کسی اور سے فرمایا۔

اگر ایسا کرنا پھر مکلف شخص کیلئے واجب ہوتا تو روایت میں یہ الفاظ ہوتے کہ اس شخص یا کسی اور شخص سے فرمایا۔

یہ اعتراض کئی اعتبار سے فاسد ہے۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ''صحیح'' روایات ہیں جنہیں ابن خزیمہ اور ابن حبان نے نقل کیا ہے ان میں ''یا'' کی بجائے ''اور'' کے الفاظ ہیں۔ امام احمد، دارقطنی، بیہقی اور دیگر محدثین نے اس طرح روایت کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ''او (یا)'' تخییر کی بجائے تقسیم کیلئے ہے اور عبادت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو نمازی بھی نماز پڑھے اور یہ پڑھنا چاہئے خواہ وہ یہی شخص ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (الدھر: ۲۴)

''ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مانیں۔''

اس سے مراد تخییر نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں میں سے جو بھی ہو، خواہ وہ ہو یا یہ ہو، ان کی بات نہ مانیں۔

تیسرا جواب یہ ہے حکم کے عموم کے بارے میں حدیث کے الفاظ صریح ہیں۔

''جو شخص بھی نماز پڑھنے لگے وہ پہلے حمد پڑھے۔''

چوتھا جواب ہے کہ نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پہلے ہی اس کی تعلیم دے چکے تھے۔ (پھر یہ روایت ہے) یہ عام ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ تین احادیث ہیں۔ جن میں سے کوئی ایک انفرادی طور پر حجت بن سکتی مگر جب انہیں اکٹھا کیا جائے۔ تو یہ ایک دوسرے کو تقویت دے سکتی ہیں۔

Marfat.com

پہلی حدیث وہ ہے جسے دار قطنی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت بریدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یا بریدة! اذا جلست فی صلاتك فلا تترکن التشهد وَالصّلاة علی، فانها زکاة الصلاة، وسلم علی جمیع انبیاء الله ورسله، وسلم علی عبادِ الله الصالحین

''اے بریدہ! جب تم نماز میں (قعدہ اخیر میں) بیٹھ جاؤ تو تشہد پڑھنا اور درود پڑھنا ہرگز ترک نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ نماز کی زکوٰۃ ہے اور تمام انبیاء ومرسلین پر سلام پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام بھیجنا۔''[1]

دوسری روایت کو بھی دار قطنی نے اپنی سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے۔

لا یقبل اللهُ صلاة الا بطهور وبالصلاة علی

''اللہ تعالیٰ وضو اور درود کے بغیر پڑھی جانیوالی نماز کو قبول نہیں کرتا۔''[2]

پہلی روایت عمرو بن شمر کے حوالے سے جابر سے منقول ہے۔ ان دونوں کی روایات کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا تاہم جابر، عمرو سے بہتر ہے۔

تیسری روایت بھی دار قطنی نے، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت سہیل بن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے۔ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا صلاة لمن لم یصل علی نبیه ﷺ

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو (نماز میں) نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھے۔''[3]

اس روایت کو طبرانی نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ اس کے ایک راوی عبد المہیمن مستند نہیں ہیں۔ البتہ ان کے بھائی ''ابی'' ثقہ ہیں۔ جن سے امام بخاری نے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ حدیث عبد المہیمن کی روایت کے طور پر مشہور ہے۔ طبرانی نے اسے دو سندوں کے

---

[1] دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

[2] دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

[3] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (379/2) حاکم ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (269/1) دار قطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (355/1)

Marfat.com

ہمراہ نقل کیا ہے مگر دونوں مستند نہیں ہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنے کا وجوب حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا بھی قول منقول نہیں ہے۔ کہ یہ واجب نہیں ہے۔ اور اصول یہ ہے کہ قول صحابی کے مدمقابل جب کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو تو وہ قول حجت ہوتا ہے۔ اہل مدینہ اور اہل عراق بطور خاص اس اصول کے قائل ہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا یہ معمول ہے۔ اگر درود شریف پڑھنا واجب نہ ہوتا تو تمام .... میں لینے والی امت اس کی پابندی نہ کرتی۔

مقاتل بن حیان "اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

"انت صلوٰۃ سے مراد نماز کو اس کے مخصوص اوقات میں باقاعدگی سے ادا کرنا ہے۔ قیام، رکوع، سجود، تشہد اور آخری تشہد میں درود شریف کے ہمراہ ادا کرنا ہے۔"

امام احمد فرماتے ہیں۔ لوگ علم تفسیر میں مقاتل کے عیال (محتاج) ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں۔ اقامت نماز کا حکم دیا گیا ہے (اور مقاتل کی تفسیر کے مطابق) درود شریف اس میں شامل ہے لہٰذا یہ بھی واجب ہوگا۔

اس مؤقف کے قائلین نے اور بھی قیاسی دلائل بیان کئے ہیں جنہیں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حضرات کہتے ہیں ہم اپنے مخالفین سے یہ پوچھنا چاہیں گے۔ آپ نے خود بہت سے امور کو بغیر کسی دلیل کے واجب قرار دیا ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ "وتر" کو واجب قرار دیتے ہیں۔ درود شریف کے وجوب کے مقابلے میں وتر کے وجوب کی کیا حیثیت ہے؟ اسی طرح (احناف) ایک حدیث مرسل کے باعث نماز میں قہقہہ لگانے کے باعث وضو ٹوٹ جانے کا حکم دیتے ہیں اور یہ دلیل ہمارے ان دلائل کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی جو ہم درود شریف کے وجوب کے بارے میں پیش کی ہیں۔ اسی طرح احناف قے اور پچھنے لگوانے کے باعث وضو ٹوٹنے کے دلائل ہمارے ان دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ [1]

---

[1] شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام (117/1)

Marfat.com

امام مالک فرماتے ہیں نماز میں بعض امور فرض تو نہیں ہیں مگر ان کا مرتبہ فرض اور مستحب کے درمیان ہے مگر ان کی فضیلت مستحب سے زیادہ ہے۔ اسے ان کے صحابہ نے ''سنن'' کا اصطلاحی نام دیا ہے۔ جیسے سورۃ فاتحہ، تکبیرات، پہلا قعدہ، سری یا جہری قرأت، اور وہ ان کو ترک کرنے پر سجدہ سہو کو لازم قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیلات فقہ مالکی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

امام احمد انہیں ''واجبات'' قرار دیتے ہیں اور ان کے ترک پر سجدہ سہو کو لازم قرار دیتے ہیں۔

ایسی نماز میں درود شریف پڑھنے کو واجب قرار دینا اگر ان سے قوی نہیں ہے تو ان سے کم تر بھی نہیں ہے۔

بہرطور اس مسئلے کے بارے میں فریقین کے یہ دلائل تھے۔

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں امام شافعی پر تنقید کرنا باطل ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث و آثار موجود ہیں۔ جن کی پیروی کرنے والے پر تنقید نہیں کی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

فصل: دوسرا مقام

پہلا تشہد

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی ''الام'' میں تحریر کرتے ہیں۔ پہلے تشہد میں بھی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے گا۔ یہ امام شافعی کا مشہور مذہب ہے اور ان کی جدید رائے ہے۔ تاہم یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ ان کی قدیم رائے یہ تھی کہ پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھا جائے گا۔ یہ روایت مزنی نے ان سے نقل کی ہے۔ امام احمد، ابوحنیفہ، مالک اور دیگر فقہاء اسی بات کے قائل ہیں۔

شافعی کے جدید مؤقف کی تائید میں دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جسے دارقطنی نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہمیں تشہد کے یہ الفاظ سکھایا کرتے تھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ ' اَلطَّيِّبَاتُ ' اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ' اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

''اور پھر درود شریف پڑھتے تھے۔''[1]

(دوسری دلیل) دارقطنی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت بریدہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

يا بريدةُ! اذا جلست في صلاتك فلا تتركن الصلاة علي ' فانها زكاة الصلاة

---

[1] دارقطنی' ابوالحسن علی بن عمر ''السنن'' (351/1)

Marfat.com

''اے بریدہ! جب تم نماز میں بیٹھو تو مجھ پر درود بھیجنا ترک نہ کرنا کیونکہ یہ نماز کی زکوۃ ہے۔''

یہ روایت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

(امام شافعی کے مؤقف کے مریدین) کہتے ہیں یہ حکم عام ہے اور اس میں پہلا اور دوسرا قعدہ شامل ہیں۔

تیسری دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح آپ پر سلام بھیجنا مشروع ہے اسی طرح درود بھیجنا بھی مشروع ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درود کی کیفیت کی بابت سوال کرتے ہوئے عرض کی تھی۔

''آپ کی خدمت میں سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم سیکھ چکے ہیں۔ درود کن الفاظ میں بھیجیں؟''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ درود، سلام کے ساتھ منسلک ہے اور یہ طے ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں سلام بھیجتا ہے لہٰذا درود بھیجنا بھی مشروع ہونا چاہئے۔

(شافعی کے مریدین) کہتے ہیں قعدہ ایک ایسا مقام ہے جس میں تشہد اور سلام پڑھنا مشروع ہے لہٰذا اس میں درود پڑھنا بھی مشروع ہونا چاہئے جیسا کہ قعدہ اخیرہ میں (تشہد اور سلام کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔)

(وہی حضرات یہ بھی) کہتے ہیں پہلے تشہد میں اللہ کے رسول کا ذکر کرنا مستحب ہے لہٰذا اس میں درود پڑھنا بھی مستحب ہے جو کہ آپ کے ذکر مبارک کو مکمل کر دے گا۔

(یہی حضرات یہ بھی) کہتے ہیں محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی تھی) ہم نماز میں جب بیٹھ جائیں تو آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟

دیگر حضرات (جو پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنے کے قائل نہیں ہیں وہ یہ) کہتے ہیں۔ پہلا قعدہ درود شریف کا محل نہیں ہے۔ امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے اور آپ کے بہت سے اصحاب نے اسی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ پہلے تشہد میں تھوڑی دیر کیلئے بیٹھنا مشروع ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے) آپ پہلے تشہد میں یوں بیٹھتے تھے جیسے تپتے

Marfat.com

ہوئے پتھروں پر بیٹھے ہیں۔

یہ بات آپ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کبھی پہلے تشہد میں درود شریف پڑھا ہو یا آپ نے اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک کے بارے میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ وہ اسے مستحب سمجھتے ہوں۔ اگر آپ کے بیان کے مطابق اسے مشروع قرار دیا جائے تو دوسرے قعدے کی طرح اس میں بھی درود شریف پڑھنا واجب ہونا چاہئے۔ کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ نیز اگر پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہو تو آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی مستحب ہوگا۔ کیونکہ آپ نے درود پڑھنے کا حکم دیتے وقت اپنی آل کو بھی اس کے الفاظ میں شامل کیا تھا۔ نیز اگر اس موقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہوگا تو اس میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل کا ذکر بھی مشروع ہونا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درود کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی تھی اس میں ان کا ذکر بھی شامل تھا۔ پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر یہاں درود شریف پڑھنا مشروع ہو تو دعا مانگنا بھی مشروع ہونا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت فضالہ کی ہی نقل کردہ روایت سے ثابت ہے اور یوں پہلے اور دوسرے قعدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔

جہاں تک آپ کی پیش کردہ روایات کا تعلق ہے تو اگرچہ ان کے راویوں میں ضعیف پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی یہ آپ کے موقف پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ ان میں سے پہلے کی بجائے دوسرے قعدہ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی دلائل کے ہمراہ اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

فصل: تیسرا مقام

قنوت کے آخر میں درود پڑھنا

امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک دعائے قنوت میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ امام حسن کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے مجھے ان الفاظ میں وتر کی دعا سکھائی۔

اَللّٰھُمَّ ! اھدنی فیمن ھدیت، وبارك لی فیما اعطیت ، وتولنی فیمن تولیت ، وقنی شر ما قضیت، فانك تقضی ولا یقضی علیك ، وانه لا یذل من والیت ، تبارکت ربنا وتعالیت ، وصلی اللہ علی النبی

''اے اللہ! مجھے ہدایت عطا کر کے ان لوگوں میں (شامل کر) جنہیں تو نے ہدایت عطا کی ہے جو تو عطا کرے گا اس میں میرے لیے برکت شامل کر دے اور تو میرا نگہبان بن کر مجھے ان لوگوں میں (شامل کر دے) جن کا تو نگہبان ہے۔ اور مجھے اس چیز کے شر سے محفوظ رکھ جو تو نے فیصلہ کیا ہے۔ بے شک تو ہی فیصلہ کرتا ہے۔ تیرے مقابلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا جس کا تو نگہبان ہو وہ شخص کبھی رسوا نہیں ہوتا۔'' اے ہمارے پروردگار! تو برکت والا اور عظمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر درود نازل کرے۔''[1]

یہ وتر کی نماز کی دعائے قنوت ہے جسے قیس کے مطابق فجر کی نماز کی دعائے قنوت میں منتقل کر دیا جائے جیسا کہ اصل دعا کو فجر میں منتقل کیا گیا ہے۔

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1425) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (464) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (248/3) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (1178)

Marfat.com

ابواسحاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت امام حسن کے حوالے سے یہی کلمات نقل کرتے ہیں تاہم آپ نے اس کے آخر میں درود شریف کا ذکر نہیں کیا۔

رمضان کے مہینے میں دعائے قنوت میں بھی درود شریف پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ابن وہب اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عروہ بن زبیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری، حضرت عمر کے عہد خلافت میں حضرت عبداللہ بن ارقم کے ہمراہ بیت المال کے نگران تھے۔ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں رات کے وقت حضرت عمر نکلے۔ حضرت عبدالرحمٰن بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ نے مسجد کا ایک چکر لگایا۔ ہر شخص انفرادی طور پر عبادت میں مشغول تھا۔ بہت سے لوگ تنہا، تنہا نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر بولے۔ خدا کی قسم! اگر میں ان سب کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کردوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر حضرت عمر نے اس کا عزم کیا اور حضرت ابی بن کعب کو یہ حکم دیا کہ وہ رمضان کے مہینے میں لوگوں کو (تراویح کی) نماز پڑھایا کریں گے۔

پھر دوبارہ ایک مرتبہ حضرت عمر مسجد تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ باجماعت نماز تراویح ادا کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

نعمت البدعة هذه (یہ کتنی بہترین "بدعت" ہے)

"(اور پھر بولے) جو لوگ سو چکے ہیں وہ ان جاگنے والوں سے افضل ہیں۔"

حضرت عمر کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ رات کے ابتدائی حصے میں نوافل ادا کررہے ہیں ان سے وہ لوگ زیادہ بہتر ہیں جو رات کے آخری حصے میں اٹھ کر (تہجد) ادا کریں گے۔

یہ حضرات درمیان میں کفار کیلئے ان الفاظ میں بددعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ! اياك نعبد ' ولك نصلي ونسجد ' واليك نسعٰى ونحفدُ ' نرجوا ' رحمتك ' ونخاف عذابك الجدّ ' ان عذابك لمن عاديت ملحقٌ

"اے اللہ! جو کفار دوسروں کو تیرے راستے میں روکتے ہیں۔ تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ تیرے وعدے پر ایمان نہیں لاتے۔ ان کو رسوا کر، ان کے درمیان اختلاف ڈال دے۔ ان کے دلوں میں رعب بھر دے اور ان پر اپنا عذاب اور سختی نازل کر۔ اے حقیقی معبود۔

Marfat.com

(راوی کہتے ہیں) جب وہ کفار کو بددعا دیتے اور نبی اکرم پر درود پڑھ لیتے، مسلمانوں کیلئے بخشش کی دعا کر لیتے اور اپنے لئے دعا کر لیتے تو پھر یہ دعا پڑھتے۔

ان السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یکبر الامامُ ثم یقرأ بفاتحة الکتاب بعد التکبیرة الاولی سرًّا فی نفسه ' ثم یصلی علی النبی ﷺ ' ویخلص الدعاء للجنازة فی التکبیرات لا یقرأ فی شیءٍ منهن ' ثم یسلم سرا فی نفسه

"اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیرے لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں تیری ہی طرف کوشش کرتے ہیں۔ تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے شدید عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ بے شک جو تیری مخالفت کرے گا اس تک تیرا عذاب پہنچ جائے گا۔"

پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاذ دعائے قنوت میں درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

ا اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (107) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (263)

Marfat.com

فصل: چوتھا مقام

نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھنا

نماز جنازہ میں درود شریف کی مشروعیت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ کیا درود شریف پڑھے بغیر نماز جنازہ ہو جائے گی؟

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں درود شریف پڑھنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز جنازہ ادا نہیں ہوگی۔

امام بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت او دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

امام شافعی کے اصحاب بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

نماز جنازہ میں درود شریف کی مشروعیت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام شافعی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت ابوامام بن سہل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ایک صحابی نے انہیں بتایا۔

ان السنة فی صلاة الجنازة ان یقرأ بفاتحة الکتاب ' ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ' ثم یخلص الدعاء للمیت حتی یفرغ' ولا یقرأ الا مرة واحدة' ثم یسلمَ فی نفسه

''نماز جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ امام پہلے تکبیر کہے پھر اس کے بعد پست آواز میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور بقیہ تکبیرات کے بعد میت کیلئے دعا کرے۔ دعا کے علاوہ کچھ نہیں پڑھنا، پھر پست آواز میں

Marfat.com

سلام پھیر دے۔[1]

اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب ''الصلوٰۃ علی النبی میں'' اپنی سند کے ہمراہ زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

میں نے حضرت ابوامام بن سہل کو حضرت سعید بن مسیب کو یہ حدیث سناتے ہوئے سنا ہے۔

''نماز جنازہ پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ پھر میت کیلئے دعا مانگی جائے (فاتحہ اور درود) صرف ایک مرتبہ پڑھے جائیں گے پھر پست آواز میں سلام پھیر دیا جائے گا۔''[2]

حضرت ابوامام کم سن صحابی ہیں۔ انہوں نے یہ روایت کسی اور صحابی کے حوالے سے نقل کی ہوگی۔ جیسا کہ امام شافعی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

المغنی کے مصنف تحریر کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے۔

''آپ نے مکہ مکرمہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ پہلے آپ نے بلند آواز میں قرأت کی۔ پھر درود شریف پڑھا۔ پھر اچھے الفاظ میں میت کیلئے دعا کی اور پھر نماز ختم کر دی۔''

(نماز سے فراغت کے بعد) فرمایا اس طرح نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

امام مالک، موطا میں، اپنی سند کے ہمراہ، سعید بن ابوسعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ دریافت کیا تو حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔

''خدا کی قسم! میں تمہیں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔''

جب میت کو رکھ دیا گیا تو میں نے تکبیر کہی پھر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ پھر اس کے نبی پر درود بھیجا اور پھر یہ دعا مانگی۔

---

[1] شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام (1/239-240)

[2] بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (4/39)

[3] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (94) بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (4/39) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (1/360) سخاوی، القول البدیع (294)

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ ! انه عبدُك وابنُ عبدِك ' وابنُ اَمتك ' كان يسهد ان لا اله الا انت ' وان محمدًا عبدُك ورسولُك ' وانت اعلمُ به ' اَللّٰهُمَّ ! ان كان محسنًا فزدْ فی احسانہٖ ' وان كان مسيئًا فتجاوزْ عنه ' اَللّٰهُمَّ ! لا تحرمْنا اَجرهُ ' ولا تفتنا بعدهُ

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ تیرے ایک بندے کی اولاد ہے۔ تیری ایک بندی کا بیٹا ہے۔ یہ گواہی دیا کرتا تھا کہ صرف تو ہی معبود ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ تو اس کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ نیک تھا تو اس کے اجر میں اضافہ کر اور اگر گناہگار تھا تو اس کے گناہوں سے درگزر کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ہمیں اس کے بعد آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔''[1]

ابوذر ہروی، اپنی سند کے ہمراہ ابراہیم نخعی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جب حضرت ابن مسعود کے سامنے کوئی جنازہ آتا تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرماتے۔ اے لوگو! میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لك مئةٍ اُمةٌ ' ولم يتجمع مئةٌ لميتٍ ' فيجتهدُون له فی الدُعاء الا وهبَ الله ذنوبهُ لهم

''سو آدمی ایک امت ہوتے ہیں اگر کسی میت کے جنازہ میں سو آدمی اکٹھے ہو کر اس کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس میت کے گناہ بخش دیتا ہے۔''

(حضرت ابن مسعود لوگوں سے فرماتے) تم اپنے بھائی کی سفارش کیلئے آئے ہو لہٰذا خوب اچھی طرح دعا کرو۔ پھر آپ قبلے کی طرف رخ کرتے۔ اگر کسی آدمی کی میت ہوتی تو اس کے وسط کے مقابل کھڑے ہوتے اور اگر میت کسی خاتون کی ہوتی تو اس کے کندھے کے مقابل کھڑے ہوتے۔ پھر یہ دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ ! عبدُك وابنُ عبدك ' انت خلقتَه ' وانت هديته للاِسلام '

---

[1] مالک بن انس الاصبحی' مؤطا (228/1) اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (93) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (295)

Marfat.com

وانت قبضت روحه ' وانت اعلمُ بسریرته واعلانیته ' جئنا شفعاءَ له ' اَللّٰهُمَّ ! انا نستجیر بحبل جوارِك له ' فانك ذو وفاءٍ ' و ذو رحمةٍ ' اعذہُ من فتنة القبر وعذاب جهنم ' اَللّٰهُمَّ ! ان كان محسنًا فزدْ فی احسانهٖ ' وان كان مسیئًا فتجاوزْ عنه سیئاتهٖ ' اَللّٰهُمَّ ! نوِّرْ لهٗ فی قبرهٖ ' واَلحقه بنبیه

''اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے تیرے بندے کا بیٹا ہے۔ تو نے اسے پیدا کیا ہے تو نے اسلام کی طرف اس کی رہنمائی کی تو نے اس کی روح کو قبض کر لیا تو اس کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔ ہم اس کے سفارشی کے طور پر آئے ہیں۔'' اے اللہ! ہم اس کیلئے تیرے جوار رحمت کی دعا کرتے ہیں کیونکہ تو پورا اجر دینے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔ اس میت کو قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' اے اللہ! اگر یہ نیک تھا تو اس کے اجر میں اضافہ کر اور اگر گناہگار تھا تو اس کے گناہوں سے درگزر کر۔ اے اللہ! اس کی قبر کو نورانی کردے اور اسے اپنے نبی سے ملا دے۔''

(نخعی کہتے ہیں) حضرت ابن مسعود ہر تکبیر کے بعد یہ دعا مانگتے اور آخری تکبیر کے بعد یہ دعا مانگنے کے بعد درود شریف پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ' وبارك علٰی محمد ' كما صلیت ' وبارکت علٰی ابراهیم ' و آلِ ابراهیم ' انك حمیدٌ مجیدٌ ' اَللّٰهُمَّ ! صل علٰی اَسلافنا ' وافراطنا ' اَللّٰهُمَّ ! اغفر للمسلمین والمسلماتِ ' والمؤمنین والمؤمنات ' الاحیاء منهم والاموات

''اے اللہ! حضرت محمد پر درود نازل فرما اور برکت نازل فرما۔ جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر درود اور برکت نازل کی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو ہمارے پہلوں اور بعد والوں پر رحمت نازل کر۔'' اے اللہ! تو مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ ان میں سے جو زندہ ہیں اور جو فوت ہو چکے ہیں سب کو بخش دے۔''

Marfat.com

پھر آپ سلام پھیر دیتے۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نماز جنازہ کے موقع پر اور عام مجالس میں بھی جس میں نماز جنازہ پڑھنے کے طریقے کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا گیا۔ کیا نبی اکرم ﷺ نماز جنازہ کے بعد قبر پر بھی کھڑے ہوتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ دفن سے فراغت کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ! نزل بك صاحبها وخلّف الدنيا وراء ظهره، ونعمَ المنزولُ به، اَللّٰهُمَّ! ثبت عند المسألة منطقه، ولا تبتله في قبره بما لا طاقة له به، اَللّٰهُمَّ! نوِّرْ لهٗ في قبرهٖ، والحقه بنبيه ﷺ

اے اللہ! یہ قبر والا تیرا مہمان ہے۔ یہ دنیا اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے یہ اچھی جگہ کا مہمان بنا ہے۔'' اے اللہ! (قبر میں سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت قدم رکھ اور اسے قبر کی ایسی آزمائش میں مبتلا نہ کرنا جسے یہ برداشت نہ کر سکے۔ اے اللہ! اس کی قبر کو نور سے بھر دے اور اسے اپنے نبی سے ملا دے۔''[1]

جب یہ بات طے ہوگئی تو اب مستحب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں بھی اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے جیسے تشہد میں آپ پر درود بھیجا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود بھیجنے کا طریقہ دریافت کیا تھا تو آپ نے اس طریقے کی تعلیم دی تھی۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد (امام احمد بن حنبل) کا قول نقل کرتے ہیں۔

(نماز جنازہ میں) نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے اور مقرب فرشتوں پر بھی درود پڑھا جائے۔

قاضی (اسماعیل بن اسحاق) کہتے ہیں یہ الفاظ پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ! صل علٰى ملائكتك المقربين، وانبيائك، والمرسلين، واهل طاعتك اجمعين من اهل السمٰوٰت والأرضين، انك علٰى كل شيء قدير

''اے اللہ! تو اپنے مقرب فرشتوں، اپنے نبیوں اور رسولوں اور اپنے ان تمام فرمانبرداروں پر رحمت نازل کر جو آسمانوں اور زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔''

---

[1] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (296)

Marfat.com

فصل: پانچواں مقام

خطبے کے دوران درود شریف پڑھنا

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا درود شریف خطبہ کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے؟

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ درود شریف کے بغیر خطبہ صحیح نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس کے بغیر خطبہ صحیح ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اس بات کے قائل ہیں۔

خطبہ میں درود شریف کے وجوب کی دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِیٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ (الانشراح: ۱-۴)

''کیا ہم نے تمہیں شرح صدر عطا نہیں کیا اور تمہارا بوجھ نہیں ہٹایا۔ جس نے تمہاری پشت کو توڑ دیا تھا (یعنی تمہیں مشکل میں مبتلا کر دیا تھا) اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کیا ہے یعنی جہاں بھی اللہ کا ذکر ہو وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہوگا۔

مگر یہ دلیل محض نظیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی جائے گی وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بھی گواہی دی جائے گی اور یہ بات خطبے میں بیان کرنا قطعی طور پر واجب ہے بلکہ یہ خطبے کا سب سے اہم رکن ہے۔

امام ابوداؤد، احمد اور دیگر محدثین حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

Marfat.com

فرمان نقل کرتے ہیں۔

كل خطبةٍ ليس فيها تشهُّدٌ فهي كاليد الجذ ماء

''جس خطبے میں کلمہ شہادت نہ ہو اس کی مثال کٹے ہاتھ کی مانند ہے''۔[1]

پس جو شخص خطبے میں کلمہ شہادت کی بجائے درود شریف کو واجب قرار دیتا ہے اس کا قول نہایت ضعیف ہے۔

یونس، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو دنیا اور آخرت میں بلند کیا ہے۔ لہٰذا ہر خطیب، تشہد پڑھنے والا یا نماز پڑھنے والا ہمیشہ آغاز میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہے۔''

''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا اور تمہارے ذکر کے بغیر کوئی خطبہ یا نکاح جائز نہیں ہوگا۔''

مجاہد اسی آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں۔

''جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ہمراہ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔ یعنی اذان میں۔''

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس آیت سے یہی مراد ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خطبے میں تشہد واجب نہ ہو؟ حالانکہ یہ سب سے افضل کلمہ ہے۔ لیکن کیا خطبہ میں درود شریف پڑھنا بھی واجب ہے؟

خطبہ میں درود شریف کی مشروعیت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے عبداللہ بن احمد نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

''حضرت علی کے ایک سپاہی اجر جحیفہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ حضرت علی منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور پھر بولے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہترین فرد حضرت ابوبکر ہیں اور دوسرے نمبر پر حضرت عمر ہیں۔ اور پھر بولے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4841) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1106) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' المسند'' (343, 302/2)

Marfat.com

جسے چاہے بہتر بنا دیتا ہے۔"[1]

حضرت عبداللہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نماز کے خطبے سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھتے اور پھر یہ دعا مانگتے۔

اَللّٰھُمَّ! حبب الینا الایمان ' وزینه فی قبولنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان' اولٰئك هم الراشدون' اَللّٰھُمَّ! بارك لنا فی اَسماعنا ' واَبصارنا' واَزواجنا ' وقلوبنا ' وذُرِیّتِنَا

"اے اللہ! تو ہمارے لئے ایمان کو محبوب کردے اور اسے ہمارے قلوب میں مزین کردے اور ہمارے نزدیک کفر فسق اور گناہوں کے ارتکاب کو ناپسند کردے۔ (کیونکہ) اسی طرح کے لوگ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے سننے، دیکھنے، ہماری بیویوں، دلوں اور اولاد میں برکت عطا فرما۔"[2]

دارقطنی اپنی سند کے ہمراہ یحیٰ بن ذاکر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

"میں اپنے والد کے ہمراہ جمعے کی نماز پڑھنے کیلئے گیا، وہاں حضرت عمرو بن العاص خطبہ پڑھنے کیلئے منبر پر چڑھے۔ پہلے انہوں نے مختصر اور جامع الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر درود شریف پڑھا پھر لوگوں کو نصیحت کی اور پھر انہیں (نیکی کرنے کا) حکم دیا اور (برائی کے ارتکاب سے) منع کیا۔"

اسی طرح ایک روایت کے مطابق حضرت ابوموسیٰ نے جب خطبہ دے دیا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر درود شریف پڑھا اور پھر حضرت عمر کیلئے دعا کی۔ تو حاضرین میں سے ضبہ بن محصن نے اس پر اعتراض کیا کہ حضرت ابوبکر سے پہلے حضرت عمر کیلئے دعا کیوں کی ہے؟ یہ معاملہ حضرت عمر کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ضبہ سے کہا تمہاری رائے زیادہ درست اور مناسب ہے۔"

یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک خطبے میں درود شریف پڑھنا رائج تھا۔ جہاں تک خطبے میں درود شریف پڑھنے کے واجب ہونے کا تعلق ہے تو اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ جو یہاں دستیاب نہیں ہے۔

---

[1] عبداللہ بن احمد (106/1) خطیب بغدادی' تاریخ بغداد (114/10)

[2] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (290)

Marfat.com

فصل: چھٹا مقام

اذان یا اقامت کا جواب دینے کے بعد درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اذا سمعتم المؤذن ' فقولوا مثل ما یقولُ' ثم صلوا علی ' فانه من صلّی علی صلاۃ' صلی اللہ علیه بها عشرًا' ثم سلوا اللہ لی الوسیلة' فانها منزلةٌ فی الجنة لا تنبغی الا لعبدٍ من عباد اللہ' وأرجوا أن أکونَ أنا هو ' فمن سألَ اللہَ لی الوسیلة' حلت علیه الشفاعة

''جب تم موذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے (وسیلہ' طلب کرو۔ کیونکہ یہ جنت میں ایسا مقام ہے جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک بندہ میں ہوں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لئے ''وسیلہ'' کی دعا کرے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔''[1]

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (384) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (523) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3619) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (25/2) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (168/2)

Marfat.com

حسن بن عرفہ، اپنی سند کے ہمراہ حضرت حسن کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

من قال مثل ما یقولُ المؤذنُ ' فاذا قال المؤذن' قد قامت الصلاة' قال: اللهم ربّ هذه الدعوة الصادقة' وَالصَّلاة القائمة' صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عبدِك ' ورسولك وابلغه درجة الوسيلة فى الجنة' دخل فى شفاعة محمدٍ ﷺ ۔

''جو شخص مؤذن کے الفاظ کے مطابق کلمات پڑھے اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' یہ پڑھے۔ اے اللہ! اس سچی دعوت اور قائم ہونے وال نماز کے پروردگار! تو اپنے خاص بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کر اور انہیں جنت میں ''وسیلہ'' کے مقام پر فائز کر۔'' ایسا شخص نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔''

یوسف بن اسباط کہتے ہیں۔ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص اقامت الصلوٰۃ کے وقت یہ دعا نہ پڑھے۔

اللهم ربّ هذه الدعوة المستمعة ' المستجابِ لها ' صلِّ علٰى محمدٍ وعلٰى آلِ محمد' وزوِّجنا من الحُورِ العين

''اے اللہ! اے اس سنائی دینے والی پکار کے پروردگار! (وہ پکار) جس کا جواب دیا جاتا ہے، تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحمت نازل کر اور حورعین سے ہماری شادی کروا دے (یعنی ہمیں جنت میں داخل کر)۔''[1]

تو حورعین کہتی ہیں۔ تم ہم سے بے نیاز کیوں ہو گئے؟

موذن کے جواب میں پانچ چیزیں سنت ہیں۔ تین کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے۔ (بقیہ دو درج ذیل ہیں)

چوتھی سنت یہ ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت سعد ابی وقاص کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ کلمات پڑھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (253)

Marfat.com

وَرَسُوْلُهٗ ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا ، وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا ، وَبِالاِسْلَامِ دِيْنًا

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے سے راضی ہوں اور حضرت محمد کے رسول ہونے سے (راضی ہوں) اور اسلام کے دین ہونے (سے راضی ہوں)''[1]

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس شخص کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

پانچویں سنت یہ ہے کہ موذن کا جواب دینے کے بعد اور درود شریف پڑھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے لئے ''وسیلہ'' کی دعا کی جائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! موذن ہم سے زیادہ فضیلت حاصل کر لیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ ، فَاِذَا انتهيتَ ، فاسألْ تعطهْ

''تم بھی وہی کہو جو وہ کہتے ہیں اور جب (تمہارا جواب) مکمل ہوجائے تو (اللہ سے مانگو) تمہیں ملے گا۔''[2]

''مسند'' میں حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

''جو شخص اذان کے بعد یہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔''

اَللّٰهُمَّ ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَآئِمَةِ ، وَالصَّلَاةِ النَّافِعَةِ ، صَلِّ عَلٰى

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (386) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (525) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (210) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (26/2) ابن ماجہ محمد بن یزید ''السنن'' (721) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (181/1)

[2] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (524) نسائی احمد بن شعیب ''عمل الیوم واللیلہ'' (44) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (172/2) ابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (1695) بیہقی ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (410/1)

Marfat.com

مُحَمَّدٍ وارض عنه رضًا لا سخط بَعْدَهٗ

''اے اللہ! اس قائم ہونے والی دعوت اور نفع دینے والی نماز کے پروردگار تو حضرت محمد ﷺ پر درود نازل کر اور ان سے اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کسی ناراضگی کا امکان نہ رہے۔''[1]

حاکم کی ''مستدرک'' میں حضرت ابوامامہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ اذان سنتے تو یہ دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ! ربّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ (الصَّادِقَۃِ' الْمُسْتَجَابَۃِ) الْمُسْتَجاب لَھَا' دعوۃ الحق' وکلمۃ التقوی' تَوَفَّنِیْ عَلَیْھَا' واحینی علیھا' واجعلنی من صالح اھلھا عملًا یوم القیامۃ

''اے اللہ! اے اس سچی اور مستجاب دعوت کے پروردگار (ایسی دعوت) جو قبول ہوئی ہے اور حق کی دعوت ہے تقویٰ کی بات ہے تو مجھے اسی پر موت دینا اور اسی پر زندہ رکھنا اور مجھے قیامت کے دن ان لوگوں میں شامل کرنا جو اس پر صحیح طریقے سے عمل کرتے ہوں۔''[2]

یہ دن اور رات کی پچیس سنتیں ہیں جس پر پہلے زمانے کے لوگ باقاعدگی سے عمل کیا کرتے تھے۔

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (337/3) طبرانی' سلیمان بن احمد' معجم الاوسط (196) ابن سنی' عمل الیوم واللیلہ (96) ہیثمی' مجمع الزوائد (332/1)

[2] حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (547-546/1)

Marfat.com

فصل: ساتواں مقام

دعا میں درود شریف پڑھنا

اس کے تین مرتبے ہیں۔

ایک، دعا سے پہلے اور حمد کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔

دوسرا، دعا کے آغاز، درمیان اور آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔

تیسرا، دعا کے آغاز اور اختتام پر درود شریف پڑھا جائے اور اس کے درمیان اپنی حاجت پیش کی جائے۔

پہلے مرتبے کی دلیل، حضرت فضالہ کی نقل کردہ وہ حدیث جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اذا دعا احدکم ' فلیبدأ بتحمیدِ اللہ و الثناء علیه ' ثم لیصلِّ علی النبیِّ ' ثم لیدعُ بعدُ بما شآءَ

''جب کوئی شخص دعا مانگے تو پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر جو چاہے دعا مانگے۔''

یہ روایت پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے۔

امام ترمذی، اپنی مسند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ (بن مسعود) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ وہاں موجود تھے۔ آپ کے ہمراہ، حضرت ابوبکر حضرت عمر بھی تھے۔ جب میں (قعدہ اخیرہ میں) میں بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر درود شریف پڑھا اور پھر اپنے لئے دعا کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سل تعطه (تم جو مانگو گے تمہیں ملے گا) [1]

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو پہلے اس کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء

---

[1] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (593) بغوی، شرح السنۃ (205/5) مشکوٰۃ المصابیح (931)

Marfat.com

بیان کرے۔ پھر درود شریف پڑھے اور پھر دعا مانگے۔ یہ طریقہ کامیابی (یعنی دعا کی قبولیت) سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

شریک نے، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود کا یہی بیان نقل کیا ہے۔

دوسرے مرتبے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام عبدالرزاق نے، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

''مجھے مسافر کے پیالے کی مانند نہ بناؤ۔''

اس کے بعد حدیث کے کچھ الفاظ ہیں جس کے آخر میں یہ ہے۔

اجعلونی فی وسط الدعاءِ وفی اولہٖ وفی اٰخرہٖ

''دعا کے درمیان، آغاز اور اختتام میں مجھے بھی شامل کرو۔''

اس سے پہلے حضرت علی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی جا چکی ہے۔

ما من دعآءٍ اِلا بینہ وبین السمآء حجابٌ حتّٰی یصلّٰی علی النبی ﷺ، فاذا صلی علی النبی ﷺ انخرق الحجابُ واستجیب الدعآءُ، واذا لم یصلِّ علی النبیِّ ﷺ لم یستجیب الدعآءُ

''دعا اور آسمان کے درمیان اس وقت تک حجاب موجود رہتا ہے جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے۔ جب درود شریف پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے لیکن اگر درود شریف نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔''

حضرت عمر کا یہ قول بھی پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

الدعاءُ موقوفٌ بین السماء والارض لا یصعدُ من شیءٌ حتّٰی تُصلّیْ عَلی نَبیّکَ ﷺ

''دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہر جاتی ہے اور اس وقت تک بلند نہیں ہوتی جب تک تم نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجو۔''

احمد بن علی، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن بسر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

الدعآء کلہ محجوبٌ حتّٰی یَکُوْنَ اوّلُہٗ ثناءٌ عَلَی اللہِ عَزَّوَجَلَّ، وصلاۃٌ علی النبیِّ ﷺ، ثم یدعو یستجاب لدعائہٖ

Marfat.com

''دعا مکمل طور پر محجوب رہتی ہے تاوقتیکہ اس کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف نہ پڑھا جائے۔ (اگر یہ پڑھ کر) دعا مانگی جائے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن بسر سے یہ روایت عمرو بن عمرو نے نقل کی ہے۔ جنہوں نے حضرت عبداللہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جسے امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ استفتحَ اَوَّلَ نهارهٖ بخيرٍ ' وختمه بالخير ' قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لملائكته : لا تكتبوا عليه ما بين ذٰلك من الذُنوب

''جو میرے ہمراہ دن کا آغاز کرے اور میرے ہمراہ ہی اسے ختم کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اس درمیانی عرصے کے دوران اس کا کوئی گناہ نہ لکھو''[1]

''دعا میں درود شریف کی وہی حیثیت ہے جو حیثیت نماز میں سورۃ فاتحہ کو حاصل ہے۔''

''اب سے پہلے درود شریف کے جن مقامات کا تذکرہ کیا گیا۔ ان سب میں دعا سے پہلے درود شریف پڑھنے کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔ گویا درود شریف دعا کی کنجی ہے۔ جیسے وضو نماز کی کنجی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اور ان کی آل پر درود و سلام نازل کرے۔''

شیخ ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں:

مَن ارادَ اَن يسألَ اللهَ حاجتهُ ' فليبدأْ بالصلاة على النبى ﷺ ' وليسألْ حاجتهُ وليختمْ بالصلاة على النبى ﷺ فانِ الصلاة على النبى ﷺ مقبولةٌ ' واللهُ اكرمُ اَن يَرُدَّ ما بينهما

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہے اسے چاہئے کہ پہلے درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔ اختتام پر پھر دوبارہ درود شریف پڑھے۔ کیونکہ درود شریف ہر حال میں مقبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے یہ بعید ہے کہ وہ (دونوں درودوں کو تو قبول کرے مگر) ان دونوں کے درمیان (مانگی جانے والی حاجت) کو رد کر دے۔''

---

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد (119/112/10) الترغیب والترہیب (969)

Marfat.com

فصل: آٹھواں مقام

مسجد میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے وقت درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن خزیمہ نے اپنی ''صحیح'' میں اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو پہلے نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب مسجد سے باہر آئے تو پہلے انبیاء کرام پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔[1]

مسند، ترمذی اور ابن ماجہ میں امام حسین کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا یہ بیان منقول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ ! صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ ' اَللّٰهُمَّ ! اغفر لی ذُنوبی ' و افتحْ لی اَبوابَ رحمتك

''اے اللہ! تو حضرت محمد پر درود اور سلام نازل فرما۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

پھر جب آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو بھی یہی الفاظ پڑھتے۔ تاہم ان میں رحمت

---

[1] نسائی 'احمد بن شعیب عمل الیوم (690) ابن ماجہ 'ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (773) ابن السنی (86) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (207) بیہقی 'ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (442/2) ابن خزیمہ 'ابوبکر محمد بن اسحٰق ''الصحیح'' (452) ابن حبان (2050/2047)

Marfat.com

کی بجائے ''فضل کے دروازے'' مذکور ہوتا۔

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔

''جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو حضرت محمد پر درود و سلام پڑھتے۔''[1]

اس حدیث کی علت پر ہم کلام کر چکے ہیں۔

[1] ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الجامع 315

Marfat.com

فصل: نواں مقام

صفا اور مروہ میں درود شریف پڑھنا

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس بیان کے طور پر نقل کیا ہے۔

اَن النبیّ ﷺ کان یکبّرُ علی الصفا ثلاثًا ' یقول: لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ ' لَہُ الْمُلْکُ ' وَلَہُ الْحَمْدُ' وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ' ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَدْعُوْ ویطیل القیام والدعاء ' ثم یفعلُ علی المروۃ مثل ذٰلک [1]

''نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صفا میں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہتے پھر یہ کلمہ پڑھتے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لا لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیءٍ قدیر

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور تمام تعریفیں اسی کیلئے مخصوص ہیں۔ اور وہ چیز پر قادر ہے۔)

''پھر آپ درود شریف پڑھتے پھر دعا مانگتے۔ قیام کی حالت میں کی جانے والی یہ دعا خاصی طویل ہوتی۔

اس کے بعد مروہ میں بھی یہی عمل دہراتے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ روایت تو ابع دعا میں بھی شامل کی جا سکتی ہے

وہب بن اجدع کہتے ہیں۔ میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر کو خطبے کے دوران لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا۔

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (87)

Marfat.com

''جو شخص حج کرنے کیلئے آئے وہ پہلے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے پھر حجر اسود کو بوسہ دے۔ پھر صفا سے (سعی کا) آغاز کرے اور ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں سے اس کا رخ بیت اللہ کی طرف ہو۔ پھر سات تکبیریں کہے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے۔ درود شریف پڑھے اور اپنے لئے دعا کرے۔''

پھر مروہ میں بھی یہی عمل دہرائے۔ [1]

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

---

[1] بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (94/5) اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (81) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (299)

Marfat.com

فصل: دسواں مقام

محافل میں درود شریف پڑھنا

اس سے پہلے اس بارے میں روایات نقل کی جا چکی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مجلسًا ثُمَّ تفرَّقُوْا وَلَمْ يَذْكُرُوا اللهَ، وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِي ﷺ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِم مِنَ اللهِ ترة، اِنْ شَآءَ عذبهم، وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ

''جب کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور پھر وہ وہاں اللہ کا ذکر کیے اور درود شریف پڑھے بغیر وہاں سے اٹھ جائیں تو (قیامت کے دن) اللہ کی طرف سے انہیں حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا (تو اس حرکت پر) انہیں عذاب دے اور اگر اس کی مرضی ہوئی تو انہیں بخشش دے گا۔''

اس روایت کو ابن حبان، حاکم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

زَيِّنُوا مجالسكم بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

''اپنی محافل کو درود شریف کے ذریعے آراستہ کرو۔''[1]

حضرت عمر سے بھی یہی قول منقول ہے۔

---

[1] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (189)

Marfat.com

فصل: گیارہواں مقام

آپ کا ذکر مبارک سن کر درود شریف پڑھنا

ہر مرتبہ نام اقدس سننے پر درود شریف پڑھنے کے واجب ہونے کے بارے میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ابوعبداللہ الحلیمی یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

''جب بھی آپ کا نام مبارک لیا جائے۔آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔''

دیگر فقہاء اس بات کے قائل ہیں۔

''ایسا کرنا مستحب ہے۔ یہ ایسا فرض نہیں ہے جسے ترک کرنے کے باعث آدمی گنہگار ہو۔''

پھر ان فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ مطلق امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور یہ چیز ایک مرتبہ درود پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ، مالک، ثوری، اوزاعی اسی بات کے قائل ہیں۔

قاضی عیاض اور ابن عبدالبر کہتے ہیں مشہور ائمہ کا یہی فتویٰ ہے۔

فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک ہر آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ جیسا کہ پہلے اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ امام شافعی ایک روایت کے مطابق امام احمد اور بعض دیگر فقہاء اسی بات کے قائل تھے۔

فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک درود شریف کا حکم استحباب سے متعلق ہے۔ یہ سرے سے واجب ہی نہیں ہے۔ ابن جریر اور بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں بلکہ ابن جریر اس بات کے دعویدار ہیں کہ یہ بات اجماع سے ثابت ہے۔ یہ اجماع اس اعتبار سے ہے کہ جب

Marfat.com

اہل علم ایک رائے پیش کرتے ہیں تو اسے اجماع قرار دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ دونوں مقدمات باطل ہیں۔

جو حضرات درود شریف کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ان کی پہلی دلیل حضرت ابو ہریرہ سے منقول یہ حدیث ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

رَغِمَ اَنفُ رَجُلٍ ذُکِرتُ عِندَہٗ فلم یصلِّ علیَّ

''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

امام حاکم نے اسے صحیح اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔

''رَغم انف'' ایک بددعا ہے اور مذمتی جملہ ہے اور کسی مستحب کے ترک کرنے پر مذمت نہیں کی جاسکتی یا بددعا نہیں دی جاسکتی۔

دوسری دلیل بھی حضرت ابو ہریرہ سے منقول وہ روایت ہے جسے کتاب کے آغاز میں نقل کیا جاچکا ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا۔

من ذکرت عنده ' فلم یصل علیك ' فمات ' فدخل النار ' فابعده الله ' قل : آمین ! فقلت : آمین!

''جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اور مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کردے۔ آپ آمین کہیں۔ تو میں نے کہا آمین۔''

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں نقل کیا ہے۔

اسی مضمون کی روایات اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت مالک بن حویرث اور حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کی جاچکی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک روایت مستقل دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جب یہ حدیث متعدد طرف سے منقول ہوگی تو یہ تکثرت سے ترکِ صحت کا فائدہ دے گی۔

تیسری دلیل وہ روایت ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

Marfat.com

من ذکرت عنده فلیصلِّ علیَّ ' فانهٗ من صلّی علی مرةً ' صلی اللہ علیه عشرًا ﷺ

''جب کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اسے چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے۔ کیونکہ جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔''

اس کی سند صحیح ہے اور یہ حکم بظاہر وجوب کا تقاضا ہے۔

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اپنی سند کے ہمراہ، امام حسین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے طور پر نقل کیا ہے۔

ان البخیلَ من ذکرت عنده ' فلم یصل علی

''بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس روایت کو حاکم نے اپنی ''صحیح'' میں، نسائی اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ زیادہ مناسب روایت ہے کہ اسے حضرت حسین بن علی سے نقل کیا گیا ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال ظاہری کے وقت حضرت حسین کی عمر سات برس سے کچھ کم تھی۔[1] وہ یوں کہ آپ چوتھی صدی ہجری میں شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ یوں آپ کی عمر چھ برس اور چند ماہ ہوگی کیونکہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس لئے وہ بہت سی چیزیں (بطور خاص احادیث اس کم سنی میں بھی) یاد رکھ سکتے ہیں۔

اس مضمون سے متعلق روایات اور ان پر تبصرہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

حافظ ابو نعیم، اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔

ان ابخل الناس من ذکرتُ عندهٗ فَلَمْ یُصَلِّ علی

''سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[2]

---

1. صحیح ابن حبان' ابو حاتم محمد بن حبان ''الصحیح'' (190/3)

2. اسمٰعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (37) سخاوی' ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن'' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (219)

Marfat.com

قاسم بن اصبغ اپنی سند کے ہمراہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتے ہیں:

بحسب المؤمن من البخل ان اذکر عند رجلٍ فلا یصلی علی

''کسی مسلمان کے بخیل ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[1]

سعید بن منصور، اپنی سند کے ہمراہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

کفی به شحًا ان اذکر عند رجلٍ فلا یصلی علی ﷺ

''کسی شخص کے کنجوس ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[2]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایسا شخص بخیل ہے تو اب دو اعتبار سے دلالت ہوگی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ بخل کا تذکرہ مذمت کے طور پر کیا جاتا ہے اور مستحب ترک کرنے والے کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (الحدید: ۲۳-۲۴)

''اور اللہ تعالیٰ خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کی تلقین کی کرتے ہیں۔''

اس آیت کو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خود پسند اور اظہار فخر کو بخل کرنے اور بخل کی تلقین کرنے کے ہمراہ ذکر کیا ہے اور پھر مجموعی طور پر ان کی مذمت ہی کافی ہے۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بخل ایک قابل مذمت صفت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وای داء ادوأ من البخل

---

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (38) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (218)

[2] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (39) سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (218)

Marfat.com

''کون سا (باطنی) مرض بخل سے زیادہ شدید ہے۔''[1]

دوسری صورت یہ ہے کہ بخیل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے ذمے واجب کی ادائیگی نہ کرے۔ جو اپنے واجبات مکمل طور پر ادا کردے اسے بخیل نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا بخیل وہ شخص ہوگا جو اس چیز کو خرچ نہ کرے جسے خرچ کرنا اس کے ذمے لازم ہو۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے اور مطلق حکم تکرار کیلئے آتا ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تکرار ہر وقت ہوگی۔ کیونکہ تکرار سے تعلق رکھنے والے احکام مخصوص احکام سے متعلق ہوتے ہیں یا مخصوص شرائط اور اسباب تکرار کا تقاضا کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی وقت کو دوسرے وقت پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے درود شریف کی تکرار کا حکم اس وقت لاگو ہوگا جب آپ کا ذکر مبارک کیا جائے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں احادیث کے ذریعے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

یہاں تین مقدمات ہیں۔ پہلی بات یہ کہ درود شریف پڑھنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے اور اس بات سے ہر کوئی آگاہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مطلق حکم تکرار کا تقاضا کرتا ہے؟ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کے ماہرین کا ایک گروہ اس کی نفی کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔

جبکہ فقہاء کے ایک گروہ نے مطلق حکم اور کسی شرط یا وقت سے متعلق حکم میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک حکم کی یہ دوسری قسم تکرار کا تقاضا کرتی ہے۔ مطلق حکم میں تکرار نہیں پائی جاتی۔ یہ تینوں اقسام امام احمد، شافعی اور دیگر فقہاء کے مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ تاہم اس گروہ نے تکرار کو ترجیح دی ہے۔ چونکہ اکثر شرعی احکام میں تکرار پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء:136)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''

اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ:208)

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3137) احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (307-309) ابویعلیٰ احمد بن علی المسند ر(2019-2020) حمیدی (1269)

Marfat.com

''اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔''

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء:59)

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔''

وَاتَّقُوا اللّٰهَ (البقرہ : 194)

''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ : 43)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران : 200)

''اے ایمان والو! صبر کرو، اور صبر میں ایک دوسرے کا ساتھ دو۔ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح حاصل کرو۔''

وَخَافُوْنِ (آل عمران : 175)

''اور مجھ سے ڈرو۔''

وَاخْشَوْنِيْ (البقرہ : 150)

''اور مجھ سے ڈرو۔''

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (الحج : 78)

''اور اللہ تعالیٰ (سے تعلق) مضبوط رکھو۔''

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا (آل عمران : 103)

''(اور تم) سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کے رکھو۔''

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ (النحل : 91)

''اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔''

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ : 1)

''اپنے معاہدوں کو پورا کرو۔''

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ (الاسراء 34)

''اور عہد کو پورا کرو۔''

Marfat.com

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ (النساء : 5)

''اوران (یتیموں کے) رزق میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ۔''

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعِ

''جب جمعے کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (یعنی نماز) کی طرف جلدی کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔'' (الجمعہ:9)

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (المائدہ : 6)

''جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو پہلے اپنے چہرے دھولو (یعنی وضو کرلو)''

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (المائدہ : 6)

''اور جب تم جنبی ہو تو اچھی طرح طہارت کرو (یعنی غسل کرو)''

یہاں تک کہ فرمایا:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا (المائدہ : 6)

''اگر تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔''

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ : 45)

''اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔''

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللهِ اَوْفُوْا (الانعام : 153)

''اور عدل کے ہمراہ ناپ تول پورا کرو۔ ہم ہر شخص کو اس کی گنجائش کے مطابق مکلّف کرتے ہیں جب تم بولو تو انصاف سے کام لو۔ اگر چہ کوئی تمہارا قریبی ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔''

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام 153)

''اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس کی پیروی کرو۔''

اس نوعیت کی آیات قرآن میں بکثرت ہیں۔ لہٰذا چند ایک کو چھوڑ کر، اللہ اور اس کے رسول کے اکثر احکام تکرار سے متعلق ہیں تو یہ بات طے ہو جائے گی۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں معروف یہی طریقہ ہے۔ ایسا حکم جس کے الفاظ سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ تکرار کیلئے ہے یا فوراً ادائیگی کیلئے ہے تو بلاشبہ معروف شرعی اسلوب کے مطابق وہ تکرار کے لئے ہوگا۔ کیونکہ ہر

Marfat.com

کلام سے اس کی معروف، معانی مراد لیا جاتا ہے۔ اس لئے شرعی احکام کا مفہوم اخذ کرتے ہوئے الفاظ کی لغوی حیثیت کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم کہیں کہ امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نہی فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ بات ہمیں شرعی طور پر پتہ ملی ہیں۔ اگرچہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے لغوی اعتبار سے اس میں کوئی فساد لاحق نہ ہو۔ اسی طرح شارع کا کسی ایک لفظ کو امت کے کسی ایک فرد کیلئے خاص کرنے کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ لفظ اس فرد یا اس جیسے دیگر افراد کیلئے مخصوص ہوگا۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے اس لفظ میں ایسی کوئی تخصیص موجود نہ ہو کیونکہ یہاں شارع کی لغت اور عرف کا اعتبار کیا جائیگا۔ یہ چیز بغیر کسی کوشش کے دینی اعتبار سے طے شدہ ہے اور اس وقت بھی طے تھی جب قیاس کی صحت، اس کی شرائط اور اصول مقرر نہیں کیے گئے تھے۔ گویا جس طرح لغوی اعتبار سے لفظ کے اقتضاء اور عدم اقتضاء پر بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح شارع کے محاورے اور رواج کے مطابق شرعی حکم کے الفاظ کے اقتضاء اور عدم اقتضاء کے درمیان فرق کیا جائے گا۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس میں تکرار پائی جاتی ہے تو وہ تکرار کسی وقت یا سبب سے متعلق ہوگی اور درود شریف میں تکرار کا سبب بننے والی چیز آپ کے نام مبارک کا تذکرہ ہے۔ اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جن کے مطابق ایسے موقع پر درود شریف نہ پڑھنے والے کی ناک خاک آلود ہو یا اسے بخیل قرار دیا جائے۔

اس مؤقف کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ اس بات کی تائید اس چیز سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات بیان کی کہ وہ خود اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور پھر اس کے بندے کو درود بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے بھیجا جانے والا درود شریف ایک مرتبہ نہیں بھیجا گیا ہوگا اور نہ ہی وہ منقطع ہوگا بلکہ وہ ایسا درود ہے جس میں تکرار پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مکان کے اظہار کیلئے پہلے اس بات کا تذکرہ کیا اور پھر اہل ایمان کو یہ حکم دیا۔ اس لئے ان اہل ایمان کے حق میں درود شریف کی تکرار زیادہ موکد ہوگی تاکہ اس کی عظمت واضح ہو سکے۔

یہ حضرت یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کے حکم کو اسم مصدر کے ذریعے موکد کیا ہے۔ جو مبالغہ اور زیادتی کا تقاضا کرتا ہے اور یہ تکرار کی صورت میں ہی سامنے آ سکتی ہے۔

Marfat.com

یہ حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے حکم کے تحت جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بھی کثرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے صلی وسلم میں درمیانی حرف پر شد پائی جاتی ہے اور یہ فعل کے تکرار پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے۔

کسر الخبز (بار بار روٹی توڑنا)، قطع اللحم (بار بار گوشت کاٹنا)، علم الخیر (بار بار بھلائی کی دعوت دینا)، بین الامر (بار بار وضاحت کرنا)، شدد فی کذا (اس میں بار بار شدت پیدا کرنا) وغیرہ۔

یہی حضرات یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کا حکم اس احسان کے مقابلے میں دیا گیا ہے جو آپ نے امت پر کیا ہے۔ یعنی شرعی احکام کی مقیم ہدایت رہنمائی اور پھر ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی برکات اور یہ بات طے ہے کہ ان سب نعمتوں کے حصول کے مقابلے میں ساری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا کافی نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر انسان اپنی سانسوں کی تعداد کے برابر بھی درود شریف پڑھتا ہے تو بھی اس حق کو ادا نہیں کرسکتا اور اس نعمت کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے اس نعمت کے شکر کے طور پر یہ اصول مقرر کیا گیا کہ جب بھی آپ کا نام مبارک سنا جائے تو درود شریف پڑھا جائے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس شخص کو بخیل قرار دیا جو آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھے۔ کیونکہ جس ذات کی طرف سے انسان پر عظیم احسان ہو اور جس کی برکت سے اسے ایسی عظیم بھلائی حاصل ہوئی اگر اس کا ذکر سن کر یہ اس کی تعریف نہیں کرتا اور مختلف اعتبار سے اس کی مدح سرائی میں مبالغہ نہیں کرتا تو اسے شخص کو لوگ بخیل، کمینہ اور ناشکرا قرار دیں گے۔ ایک عام انسان کے عام احسان کے مقابلے میں اس احسان کی عظمت کا عالم کیا ہوگا جو کسی بھی مخلوق کا دوسری مخلوق پر سب سے بڑا احسان ہوسکتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور وہ دنیا و آخرت کے شر سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔ یہ ایسا احسان ہے جس کی حقیقت کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ اس کا شکر یہ ادا کرے اور یہ انعام عطا کرنے والا کیا اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور تعریف کی جائے اور جب بھی کسی محفل میں اس کا ذکر ہو جہاں تک ممکن ہو اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ اور اس کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ جب آپ کا نام مبارک لیا جائے تو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجا جائے۔

Marfat.com

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو شخص آپ کا نام مبارک سن کر درود نہیں پڑھتا۔ آپ نے اسے بد دعا دی ہے کہ اس کی ناک، خاک آلود ہو کیونکہ وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کرے اور اس کی ناک کو مٹی میں ملا دے۔

ایک اور پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو اس طرح بلائے جیسے آپ میں ایک دوسرے کو بلاتے ہیں یا آپ کا نام مبارک اس طرح لیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لیتے ہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ وہ رسول اللہ، نبی اللہ کے القاب کے ہمراہ آپ کو مخاطب کریں کیونکہ یہ آپ کی تعظیم وتوقیر کا معاملہ ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ایسے وقت میں آپ کے تعظیمی نام کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھا جائے تاکہ آپ کے ذکر خیر اور عام افراد کے تذکرے میں فرق ہو جائے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ کو نبی یا رسول کہنے کے ذریعے آپ میں اور دیگر افراد میں فرق ہو جاتا ہے۔ اگر آپ ﷺ ذکر خیر کے وقت درود شریف کو واجب قرار نہ دیا جائے تو آپ کا ذکر خیر بھی عام افراد کے تذکرے کی مانند ہو جائے گا۔

یہ اس آیت کی ایک تفسیر تھی۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نبی اکرم ﷺ کے بلانے کو اس طرح نہ سمجھو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکار کر سمجھتے ہو کہ کبھی کسی عذر یا مجبوری کے باعث جواب نہیں دیتے بلکہ وہ جب بھی تمہیں بلائیں تو فوراً انہیں جواب دو جلدی سے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہاری نماز بھی اس جلدی میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ تو اگر بارگاہ رسالت کی حاضری میں نماز رکاوٹ نہیں بن سکتی تو دیگر اسباب یا کسی عذر کی کیا حیثیت ہوگی جو اس سے کمتر درجے کے مالک ہیں۔ اس تفسیر کی صورت میں مصدر کی نسبت فاعل کی طرف ہوگی۔ اور پہلی تفسیر کی صورت میں مصدر کی نسبت مفعول کی طرف ہوگی۔

یہ بھی کہا گیا ہے اور یہ پہلے دونوں اقوال سے زیادہ بہتر ہے کہ یہاں مصدر کی نسبت نہ تو فاعل کی طرف ہے اور نہ ہی مفعول کی طرف ہے۔ بلکہ اس کی نسبت صرف اسماء کی طرف ہے۔ یعنی تم نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے وقت یوں مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو کرتے ہو۔ اس میں سابقہ دونوں معانی ایک ساتھ پائے جائیں گے۔ یعنی اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح نام لے کر مخاطب نہیں کرنا۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو اور تم نے نبی اکرم کے بلانے پر حاضر ہونے پر تاخیر نہیں

Marfat.com

کرنی۔ دونوں میں سے جو بھی مراد لئے جائیں اصل مقصد یہی ہے کہ آپ کی عظمت شان کو دوسروں سے ممتاز کیا جائے۔ اور امت کو آپ کی تعظیم وتوقیر سکھائی جائے۔ لہٰذا آپ کا نام مبارک ذکر کرتے وقت درود حدیث پڑھنا بھی آپ کے امتیاز کا باعث بنتا ہے۔

اسی مسئلے کو ایک اور حوالے سے دیکھا جائے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کا ذکر مبارک سن کر آپ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ اس ہدایت کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہی امام مسلم محمد بن حنیفہ (جو حضرت علی کے صاحبزادے ہیں) کی مراسیل میں سے ایک ہے۔ اس کے شواہد (تائیدی) روایات بھی ہیں جنہیں ہم نے کتاب کے آغاز میں نقل کر دیا ہے۔ اگر آپ کا ذکر مبارک سن کر آپ پر درود شریف پڑھنا واجب نہ ہوتا تو درود شریف نہ پڑھنے والا شخص جنت کے راستے سے نہ بھٹکتا۔

اس طرح یہ بات بھی منقول ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ کرے یا جس کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور آپ پر درود نہ پڑھے تو اس نے آپ سے جفا کی اور کسی مسلمان کیلئے آپ سے جفا کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلے مقدمے کی دلیل وہی روایت ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ ' فَلا يُصَلِّيْ عَلَيَّ

''یہ جفا (بے وفائی) ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''[1]

اگرچہ یہ مرسل روایت ہے اور صرف ایک ہی روایت ہے مگر اس کے اصول اور شواہد موجود ہیں۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ ایسا شخص بخیل ہے یا اس کی ناک خاک آلود ہو۔ اور یہ کیفیت جفا کے نتیجے میں لازم آتی ہے۔

دوسرے مقدمے کی یہ دلیل ہے کہ آپ سے جفا کرنا کمال محبت کے منافی ہے اور آپ کی محبت کو اپنی ذات، اہل خانہ اور مال پر فوقیت دینا ضروری ہے کیونکہ آپ اہل ایمان کے نزدیک ان کی جان سے زیادہ عزیز ہیں اور کوئی بھی شخص وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک

---

[1] عبدالرزاق صنعانی 'المصنف' (3121) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن' 'القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (215)

Marfat.com

اللہ کے رسول اس کے نزدیک اس کی اپنی ذات، اولاد، والدین بلکہ تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کی۔

یـا رسـول اللہ! و اللہ لأنـت اَحـب الی من کل شیء الا من نفسی ' قـال: لا یـا عـمـر! حتی اکون احب الیك من نفسك قال: فوا اللہ لانت الان احب الی مِن نفسی ' قال: "الان یا عمر!"

"یارسول اللہ! میری جان کے سوا، آپ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں اے عمر! (تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے) جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تو حضرت عمر نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ (آپ نے فرمایا۔ اے عمر! اب (تم کامل مومن ہو)"[1]

اور صحیح روایت کے مطابق آپ کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔

لا یـؤمن احدکم حتی اکون أحب الیه من ولدیه' ووالده' والناس اجمعین

"کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والدین، بلکہ تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"[2]

اس حدیث میں آپ نے محبت کی تین شموں کا ذکر کیا ہے۔

ایک وہ محبت جس میں تعظیم اور احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ جیسے والدین سے محبت کرنا۔

دوسری محبت جس میں لطف اور مہربانی کے جذبات پائے جاتے ہیں جیسے اولاد سے محبت کرنا۔

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(6632) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' المسند ''(293/5, 336, 233/4)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح ''(15) مسلم بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح ''(44)

Marfat.com

اور تیری محبت جو کسی کے احسان یا کسی شخص کی ذاتی خوبیوں سے قائم ہونے کے باعث انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جیسے لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

اور کوئی بھی مسلمان اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک اسے نبی اکرم ﷺ سے، محبت کی ان تینوں اقسام سے زیادہ محبت نہ ہو۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جفا محبت کے منافی ہے۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ آپ کی محبت فرض ہے اور اس محبت کے لوازمات یعنی آپ کا احترام، تعظیم وتوقیر، آپ کی اطاعت آپ کو اپنی ذات پر ترجیح دینا، اپنے آپ کو آپ کے لئے ایثار کرتے ہوئے آپ کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھنا بھی فرض ہیں تو آپ کے ذکر مبارک کے وقت آپ پر درود بھیجنا بھی اس محبت کے لوازم میں شامل ہوگا۔

جب اس ساری گفتگو سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اس پر واجب ہے کہ آپ پر درود بھیجے۔ تو آپ کا تذکرہ کرنے والے پر بدرجہ اول درود پڑھنا واجب ہوگا۔ اس کی نظیر کے طور پر یہ مسئلہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ جب آیت سجدہ سننے والے پر سجدہ کرنا واجب (یا مستحب) ہے تو تلاوت کرنے والے پر بدرجہ اول واجب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جو حضرات درود شریف کے وجوب کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے اور اس میں کسی قسم کی گنجائش نہیں ہے کہ سلف صالحین جو دینی امور میں پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ بات منقول نہیں ہے کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لیتے ہوں ساتھ درود شریف ضرور پڑھتے ہوں۔ بے شمار احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ وہ آپ کو مخاطب کرتے وقت صرف ''یا رسول اللہ'' کہا کرتے تھے۔ بعض حضرات کبھی کبھار اس کے ہمراہ صلی اللہ علیک کہہ دیا کرتے تھے۔ اگر آپ کا نام مبارک (ذکر کرتے یا سنتے وقت) درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو نبی اکرم ﷺ ان کے درود نہ پڑھنے کا انکار کرتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو یہ مشہور واجبات میں شامل ہوتا اور نبی اکرم ﷺ واضح طور پر اپنی امت کو اس بارے میں بتا دیتے تاکہ عذر ختم ہو جاتا اور حجت قائم ہو جاتی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین میں سے کسی ایک کا

Marfat.com

بھی یہ فتویٰ منقول نہیں ہے بلکہ اکثر فقہاء بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے اور جن حضرات نے اسے واجب قرار دیا ہے۔ ان کا قول شاذ ہے اور سابقہ ذکر کردہ اجماع کے خلاف ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ (جب نماز میں واجب نہیں ہے) تو نماز سے باہر کیسے واجب ہو سکتا ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے اگر ہمیشہ آپ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو موذن کلمہ شہادت پڑھتے وقت ساتھ درود شریف بھی پڑھتا اور اذان میں اس کا واجب ہونا تو دور کی بات ہے اسے پڑھنا بھی درست نہیں ہے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ جو شخص اذان سن کر جواب دیتا ہے اس پر آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اذان سننے والے کو صرف وہی کلمات کہنے کا حکم دیا ہے جو موذن کہتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اذان سننے والا صرف اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللهِ پر اکتفا کر سکتا ہے کیونکہ موذن صرف یہی کلمات کہتا ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ پہلے تشہد کے الفاظ بالاتفاق اَشهد اَن محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ پہلے تشہد میں نبی اکرم ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیجنا مشروع ہے؟

اس بارے میں تین اقوال پائے جاتے ہیں۔

پہلا یہ کہ درود شریف صرف آخری تشہد میں مشروع ہے۔

دوسرا یہ کہ پہلے قعدہ میں بھی مشروع ہے۔

پھر تیسرے یہ کہ صرف نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا مشروع ہے۔ آپ کی آل پر نہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ پہلے قعدے میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت اسم مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ جو شخص کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے مگر کلمہ شہادت پڑھتے وقت اس کیلئے درود شریف پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ خطیب حضرات جمعہ یا عیدین کے خطبے کے دوران نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوئے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ اگر ہر مرتبہ آپ

Marfat.com

کے نام مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہوتا تو ان پر واجب ہوتا کہ کلمہ شہادت کے ہمراہ درود شریف بھی پڑھیں۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خطبہ کے دوران پڑھا جانے والا درود اس کیلئے کافی ہوگا۔ کیونکہ اس درود شریف کا کلمہ شہادت میں موجود آپ کے نام مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بطور خاص اس وقت بلکہ کلمہ شہادت اور درود شریف کے درمیان خطبہ کے دیگر کئی الفاظ موجود ہیں۔ جبکہ جو حضرات درود شریف کے وجوب کے قائل ہیں کہ جب بھی آپ کا نام مبارک کہا جائے گا اس کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہوگا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ کا دوسری مرتبہ ذکر کرنا پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے الگ حیثیت رکھتا ہے۔

نویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہو تو قرأت کرنے والے کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ جب بھی آپ کا نام مبارک پڑھے ساتھ درود شریف بھی پڑھے۔ اور اس واجب کی ادائیگی کیلئے اسے اپنی قرأت کو تھوڑی دیر کیلئے روکنا ہوگا۔ خواہ وہ نماز میں قرأت کر رہا ہو یا نماز سے باہر ہو۔ درود شریف پڑھنے کے باعث نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ وہ ایک واجب ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔ یہ طے ہے کہ اگر ایسا کرنا واجب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اس کی سختی سے پابندی کرتے۔ اسے فوراً ادا کرتے اور اس میں کوئی تاخیر نہ کرتے۔

دسویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر مرتبہ آپ کے نام مبارک کے ہمراہ درود شریف پڑھنا واجب ہو تو پھر ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ہمراہ حمد یہ کلمات پڑھنا بھی واجب ہوگا۔ اس لئے جب بھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نام لے تو ساتھ ہی سبحانہ وتعالیٰ، عزوجل، تبارک وتعالیٰ، جلت عظمۃ تعالیٰ جدہ وغیرہ جیسے کلمات ادا کرے۔ بلکہ ایسا کرنا زیادہ ضروری ہوگا چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعظیم اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ سے، اس کی تعظیم، احترام اور قرب فرمانبرداری کے تابع ہے۔ لہٰذا یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے صرف اس کے رسول کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم، اللہ کی محبت، اس کی تعظیم وتکریم اور احترام کے تابع ہوگی۔ اسی لئے رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس نے اللہ سے بیعت کی۔ (قرآن کہتا ہے)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح: ۱۰)

Marfat.com

''بے شک جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا دست (قدرت، تائید اور محابت کی شکل میں) اس کے ہاتھوں پر ہے۔''

اسی طرح رسول کی محبت، اللہ کی محبت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)

''(اے رسول!) تم کہہ دو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا۔''

نبی اکرم کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے آپ کی نصرت اللہ کی نصرت ہے۔ کیونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے خاص بندے ہیں۔ اس کی ذات کی طرف، اس کی اطاعت وفرمانبرداری، محبت، تعظیم واحترام اور عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ تو بھلا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو آپ پر درود پڑھنا واجب ہوگا لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو حمد پڑھنا واجب نہیں ہوگا۔ یہ محال ہے۔

گیارہویں دلیل یہ ہے:

بالفرض محفل میں ایسا شخص بیٹھا ہو جس کا تکیہ کلام محمد رسول اللہ یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ہو اور بہت سے لوگ اس کی باتیں سن رہے ہوں تو اب اگر آپ یہ کہیں کہ ان سب لوگوں پر لازم ہے کہ ان کا تکیہ کلام بھی درود شریف ہو جائے تاوقتیکہ وہ مجلس ختم ہو جائے تو یہ حرج اور مشقت کی بات ہوگی۔ ان میں سے کوئی شخص کچھ قرأت نہیں کر سکے گا یا کچھ پڑھ نہیں سکے گا۔ یا اپنی ضرورت نہیں بیان کر سکے گا۔ یا علمی مذاکرہ نہیں کر سکے گا، یا قرآن کی تعلیم نہیں دے سکے گا وغیرہ وغیرہ۔

اگر آپ کہیں کہ اسی صورت میں ان سب لوگوں پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے تو آپ نے خود اپنے مؤقف کی نفی کر دی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں ان میں سے ہر شخص پر ایک مرتبہ یا ایک سے زیادہ مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے تو اس حکم کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگرچہ یہی بھی آپ کے مؤقف کے خلاف ہے۔

بارہویں دلیل یہ ہے کہ آپ پر درود شریف پڑھنے کے مقابلے میں آپ کی رسالت کی گواہی دینا زیادہ ضروری ہے اور یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی شخص اس گواہی کے بغیر دائرہ

Marfat.com

اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ کا نام مبارک لیتے وقت آپ کی رسالت کی گواہی دینا ضروری نہیں ہے تو درود شریف پڑھنے کو کیسے واجب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے بعد آپ کی رسالت کی گواہی سب سے اہم فرض ہے۔ آپ کا نام مبارک لیتے وقت یہ گواہی دینے کو کیوں واجب قرار نہیں دیا جاسکتا جبکہ اس کے ذریعے انسان اپنے ایمان کو یاد رکھتا ہے اور اس گواہی کے اعتراف میں لازم ہونے والے احکام کو یاد رکھتا ہے۔ لہٰذا لازم ہونا چاہئے کہ وہ شخص جب بھی آپ کا نام لے تو ہمیشہ محمد رسول اللہ کہے۔ درود شریف کے مقابلے میں اس کو واجب قرار دینا زیادہ ضروری محسوس ہوتا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) دونوں فریقین نے ایک دوسرے کے پیش کردہ دلائل کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جس میں سے بعض بہت کمزور ہیں، بعض درمیانی نوعیت کے ہیں اور بعض بہت مضبوط ہیں۔ اگر آپ فریقین کے دلائل کا بغور جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

فصل: بارہواں مقام

تلبیہ سے فراغت کے بعد درود شریف پڑھنا

دارقطنی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت خزیمہ بن ثابت کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ان النبی ﷺ کان اذا فرغ من تلبیتہ سال اللہ تعالٰی مغفرتہ ورضوانہ' واستعاذ برحمتہ من النار

''نبی اکرم ﷺ جب تلبیہ پڑھ کے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالٰی سے مغفرت اور رضامندی کی دعا کی اور جہنم سے اس کی رحمت کی پناہ مانگی۔''[1]

قاسم بن محمد کہتے ہیں:

''وہ (نبی اکرم) اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بھی دعا کے توابع میں شامل ہے۔

---

[1] قاضی اسماعیل' فضل الصلوٰۃ علی النبی (79) سخاوی' القول البدیع' (299)

Marfat.com

فصل: تیرہواں مقام

حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت درود شریف پڑھنا

ابوذرحری، حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ آپ جب بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ ! ايمانًا بك ' وتصديقًا بكتابك' وسنة نبيك صلی اللہ علیہ وسلم

''اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے تیری کتاب کی اور تیرے نبی کی سنت کی تصدیق کرتے ہوئے (اس کو بوسہ دے رہا ہوں)''[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ صفا و مروہ پر بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

---

[1] طبرانی' معجم اوسط' (5482) سخاوی' القول البدیع (299)

Marfat.com

فصل: چودھواں مقام

روضہ مبارک پر حاضری کے وقت درود شریف پڑھنا

سحنون حضرت عبداللہ بن دینار کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''قیس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے اور ہدیہ درود وسلام پیش کیا۔ پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے دعا کی۔''

یہ روایت امام مالک نے موطا میں نقل کی ہے۔ [1]

امام مالک، عبداللہ بن دینار کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ وہ جب بھی کسی سفر کیلئے روانہ ہونے لگتے یا سفر سے واپس آتے۔ تو پہلے قبر انور پر حاضر ہوتے اور ہدیہ درود پیش کرتے پھر دعا مانگ کر وہاں سے ہٹتے۔'' [2]

ابن نمیر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''وہ جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے قبر انور پر حاضر ہوتے اور ہدیہ درود پیش کرتے۔ مگر آپ قبر انور کو چھوتے نہیں تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجتے۔ (اور پھر اپنے والد کی قبر کی طرف رخ کر کے) کہتے اسلام علیکم ابا جان!''

---

[1] مالک بن انس الاصبحی، موطا (166/1)

[2] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (304)

Marfat.com

فصل: پندرھواں مقام

بازار اور دعوت وغیرہ میں درود شریف پڑھنا

ابن ابی حاتم اپنی سند کے ہمراہ ابووائل کا یہ بیان کرتے ہیں۔
''میں نے حضرت عبداللہ کا یہ معمول دیکھا ہے کہ آپ جب بھی کسی دسترخوان پر بیٹھتے یا کسی جنازہ میں شریک ہوتے یا اس کے علاوہ کوئی بھی کام ہوتا تو سب سے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے پھر دعا مانگنے۔ اگر آپ بازار میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ زیادہ غفلت کا امکان ہوتا وہاں بیٹھ کر اللہ کی حمد بیان کرتے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے اور دعا مانگتے۔''[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (314)

Marfat.com

فصل: سولہواں مقام

بیدار ہونے پر درود شریف پڑھنا

امام نسائی اپنی سنن کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

یضحك الله الی رجلین ' رجلٍ لقی العدوَّ ' وهو علی فرسٍ من اَمثل خیل اصحابه' فانهزموا' وثبت ' فان قتل ' استشهد' وان بقی ' فذلك الذی یضحك الله الیه ' ورجلٍ قام فی جوف اللیل لا یعلمُ به اَحدٌ ' فتوضّأ فأسبغ الوضوءَ ' ثم حمد الله ومجدهُ ' وصلی علی النبی ﷺ ' واستفتح القراٰنَ ' فذلك الذی یضحكُ الله الیه ' یقول: انضروا الی عبدی ' قائمًا لا یراه اَحدٌ غیری

''اللہ تعالیٰ دو لوگوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ایک وہ جو دشمن کے مقابلے میں آئے اور وہ اس وقت اپنے سب ساتھیوں کے مقابلے میں سب سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو۔اس کے ساتھی بھاگ جائیں اور یہ ثابت قدم رہے۔پھر یہ شہید ہو جائے یا زندہ رہے۔اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو رات کو ایسے وقت اٹھے جب کسی کو اس کے اٹھنے کا پتہ نہ چل سکے۔ پھر اچھی طرح وضو کرے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور قرآن کی تلاوت کرے۔اس شخص سے بھی اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور (فرشتوں سے) فرماتا ہے۔

''میرے اس بندے کی طرف دیکھو۔ یہ نماز پڑھ رہا ہے حالانکہ اسے میرے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ رہا۔''[1]

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہی روایت نقل کی ہے۔[2]

---

[1] امام نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم' (867) ابن سنی (763) سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن'' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (264)

[2] عبدالرزاق (20281) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (8798) ہیثمی' مجمع الزوائد (255/2)

Marfat.com

فصل: سترہواں مقام

ختم قرآن کے وقت درود شریف پڑھنا

یہ اس لئے ہے کیونکہ اس موقع پر دعا کی جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے صراحت کی ہے کہ ختم قرآن کے وقت دعا مانگی جائے۔

آپ ابوالحارث کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

''حضرت انس کا یہ معمول تھا کہ جب قرآن ختم کرتے تو اپنے اہل خانہ اور اولاد کو اکٹھا کر کے (ختم قرآن کی دعا مانگا کرتے)''

یوسف بن موسیٰ روایت کرتے ہیں۔

''امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا۔ ایک شخص قرآن ختم کرتا ہے تو اس کے ہاں محفل منعقد ہوتی ہے۔ جہاں لوگ اکٹھے ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ (ایسا کرنا درست ہے؟) آپ نے فرمایا ہاں! میں نے مسعود کو دیکھا ہے کہ جب وہ قرآن ختم کرتے تھے تو آپ ایسا ہی کرتے تھے۔''

حرب کی روایت کے مطابق امام احمد فرماتے ہیں۔

''یہ بات مستحب ہے کہ جب انسان قرآن ختم کرے تو اپنے اہل خانہ کو اکٹھا کر کے دعا مانگے۔''

ابن ابوداؤد اپنی کتاب ''فضائل القرآن'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''امام مجاہد اور عبدہ بن ابی ربابہ نے مجھے بلوایا اور کہا ہم قرآن ختم کرنا چاہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ختم قرآن کے وقت مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے دعا مانگی۔''[1]

---

[1] ابن ابی ابوداؤد فتوحات الربانیہ (246/3)

Marfat.com

ابن ابی داؤد اسی کتاب میں حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''جو شخص قرآن ختم کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔''[1]

مجاہد کہتے ہیں۔

ختم قرآن کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔[2]

ابو عبید ''فضائل القرآن'' میں حضرت قتادہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو اپنے ساتھیوں کے سامنے شروع سے لے کر آخر تک قرآن پڑھتا تھا''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ آپ کسی کو نگرانی کیلئے وہاں بھیجا کرتے تھے اور جب ختم قرآن کا وقت آتا (تو وہ شخص آپ کو اطلاع دیتا) اور آپ وہاں تشریف لے آتے۔''

امام احمد نے یہ تصریح کی ہے۔

''نماز تراویح میں (ختم قرآن کے وقت) دعا مانگنا مستحب ہے۔''

حنبل کہتے ہیں میں نے امام احمد کو ختم قرآن کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

''جب تم سورہ الناس پڑھ لو تو رکوع سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے بلند کرو۔''

میں نے پوچھا آپ نے یہ بات کس دلیل کے ساتھ کہی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے اہل مکہ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت سفیان بن عیینہ مکہ مکرمہ میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔

عباس بن عبدالعظیم کہتے ہیں۔ میں نے اہل بصرہ اور اہل مکہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اہل مدینہ کے بارے میں اسی طرح کی روایات موجود ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں۔ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے دریافت کیا۔ جب میں نے قرآن ختم کرنا ہو تو نماز تراویح میں ختم کروں یا وتر کی نماز میں؟ آپ نے فرمایا۔ نماز تراویح میں ختم کرو تا کہ تراویح اور وتر کے درمیان دعا مانگ سکو۔ میں نے پوچھا کس طرح مانگوں؟ آپ نے فرمایا جب تم قرآن مکمل پڑھ لو تو رکوع میں جانے سے پہلے اپنے دونوں

---

[1] طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (173/7)

[2] دار بن کثیر' النووی' یحییٰ بن شرف' ''الاذکار'' (172)

Marfat.com

ہاتھ اٹھاؤ اور نماز کے دوران دعا مانگو اور دعا کے دوران قیام کو طول دو۔ میں نے پوچھا: کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے۔ فضل کہتے ہیں میں نے ایسے ہی کیا جیسا آپ نے مجھے تلقین کی تھی اور آپ خود میرے مقتدیوں میں کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھائے دعا میں شامل تھے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ دعا مانگنے کا اہم موقع ہے اور اس وقت دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اس لئے درود شریف پڑھنے کیلئے بھی یہ تاکید کا موقع ہوگا۔

Marfat.com

فصل: اٹھارہواں مقام

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا

حضرت اوس بن اوس کی حدیث حضرت ابو امام کے حوالے سے پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اکثروا علی من الصلاۃ فی کل یوم جمعۃ فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃٍ فمن کان اکثرھم علی صلاۃً کان اقربھم منی منزلۃ ﷺ

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ ہر جمعے کے دن میری امت کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص مجھ پر جتنی کثرت سے درود بھیجے گا وہ قدر و منزلت کے اعتبار سے میرے اتنے زیادہ قریب ہوگا۔''[1]

اس روایت کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

امام بیہقی، حضرت ابو مسعود انصاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اکثروا علی من الصلاۃ یوم الجمعۃ فانہ لیس احدٌ یصلی علی یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلاتہُ

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''[2]

---

[1] حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (421/2) سخاوی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (234)

[2] بیہقی ابو بکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' (249/3) ابن عدی کامل (530/3) سخاوی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (282)

Marfat.com

اس روایت کی سند میں اسماعیل بن رافع ہیں (جو ضعیف ہیں) یعقوب بن سفیان کہتے ہیں۔ان کی روایت کو شواہد اور مناجات کے طور پر نقل کیا جا سکتا ہے۔

ابن عدی اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ' فان صلاتکم تعرض علی

''جمعے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''

اگرچہ اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے لیکن اسے شواہد کے طور پر نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلے (دوسرے باب میں) حضرت حسن کے حوالے سے بطور مرسل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا جا چکا ہے۔

اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ

''جمعے کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''جمعہ کے دن علم کو پھیلاؤ کیونکہ علم کی تباہی اسے بھول جانا ہے اور جمعہ کے دن کثرت سے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔''[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (286)

Marfat.com

فصل: انیسواں مقام

مسجد کے پاس سے گزرتے وقت درود شریف پڑھنا

قاضی اسماعیل اپنی کتاب میں امام زین العابدین کے حوالے سے حضرت علی کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا مررتم بالمساجد فصلوا علی النبی ﷺ

''جب تم مسجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔''

---

۱ سخاوی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع'' (384)

Marfat.com

فصل: بیسواں مقام

محفل سے اُٹھتے وقت درود شریف پڑھنا

حضرت سفیان بن سعید کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی بھی محفل سے اُٹھتے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔

صلی اللہ وملائکتہ علی محمد وعلیٰ انبیاء اللہ وملائکتہ

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے' نبی اکرمؐ دیگر تمام انبیاء اور فرشتوں پر درود بھیجیں۔''

(ابن قیم کہتے ہیں) میں نے اس بارے میں ایک روایت پڑھی ہے۔[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع''

Marfat.com

فصل :اکیسواں مقام

مشکل یا ہر پریشانی میں درود شریف پڑھنا

حضرت ابی بن کعب روایت کرتے ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب تہائی رات گزر جاتی تو اٹھ کر فرماتے۔ لوگو اللہ کو یاد کرو۔ ''راجفہ'' آنے والی ہے۔ جس کے بعد ''رادفہ'' ہو گی۔ موت اپنی سختی سمیت آنے والی ہے۔ موت اپنی سختی سمیت آنے والی ہے۔''

حضرت ابی کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں۔ مجھے کس قدر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا۔ جتنا تم چاہو۔ میں نے عرض کی چوتھائی؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو، اگر اضافہ کر لو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی نصف؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو اگر تم اضافہ کر لو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی دو تہائی؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہو۔ اگر تم زیادہ پڑھ لو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی پھر تو میں ہر وقت آپ پر درود ہی پڑھا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اس صورت میں تمہاری ضروریات پوری ہوں گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

ترمذی نے محمد بن عقیل کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''میری اور مجھ سے پہلے والے انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص ایک گھر بنائے [1]

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح '' (3534) مسلم' بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح '' (2287)
بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل'' الجامع الصحیح '' (3535) مسلم' بن الحجاج القشیری'' الجامع الصحیح '' (2286)

Marfat.com

اسی روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

''ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! اگر میں ہر وقت آپ پر درود بھیجوں تو آپ کے خیال میں یہ کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔''

''اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی ضروریات پوری کر دے گا۔''[1]

---

[1] ابن ابی شیبہ ''مصنف'' (517/2)

Marfat.com

فصل: بائیسواں مقام

اسم مبارک کے ہمراہ درود شریف لکھنا

ابو شیخ اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من صلی علی فی کتابٍ لم تزلِ الملائکة یستغفرون له ما دام اسمی فی ذلك الکتاب

''جو شخص مجھ پر تحریری طور پر درود بھیجے گا تو جب تک اس تحریر میں میرا نام باقی رہے گا فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔''[1]

یہ روایت مختلف اسناد سے حضرت اسید سے منقول ہے ان کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس موضوع سے متعلق روایات منقول ہیں۔

سبحان ربیع اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من صلی علی فی کتابٍ لم تزل الصلاة جاریةً له ما دام اسمی فی ذلك الکتاب

''جو شخص درود شریف لکھے گا جب تک وہ تحریر برقرار رہے گی اس وقت تک اس پر رحمت نازل ہوتی رہے گی۔''

---

[1] طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الاوسط' (1856) ابن الجوزی' موضوعات (228/1) خطیب' ''شرف اصحاب الحدیث'' (65) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (354)

Marfat.com

حسن بن محمد کہتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا تو آپ نے مجھ سے کہا۔

''اے ابوعلی! کاش تم دیکھ سکتے کہ ہم نے جو درود شریف تحریر کیے تھے وہ کس طرح ہمارے سامنے روشن ہوتا ہے۔''

ابوالحسن بن علی کہتے ہیں۔ میں نے شیخ ابوعلی حسن بن عیینہ کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کی انگلیوں پر سنہرے یا زعفرانی رنگ میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں ان سے دریافت کرتے ہوئے ان سے پوچھا۔ استاد محترم! یوں لگتا ہے جیسے آپ کی انگلیوں پر کوئی عمدہ چیز تحریر ہے۔ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بیٹے! میں جو احادیث تحریر کیا کرتا تھا یہ اس کی وجہ سے ہے۔ (یا یہ فرمایا) احادیث لکھنے کے دوران میں جو درود شریف لکھا کرتا تھا (یہ اس کی وجہ سے ہے)۔

خطیب' ابوسلیمان حزانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''میرے ایک پڑوسی کا نام فضیل تھا۔ وہ بکثرت روزے رکھتا تھا اور نوافل ادا کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے پہلے جب میں احادیث لکھتا تھا تو درود شریف نہیں لکھتا تھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم تحریر کرتے ہو یا میرا نام لیا جائے۔ تو تم مجھ پر درود کیوں نہیں بھیجتے؟ (میں نے ایسا کرنا شروع کیا) کچھ عرصے بعد مجھے دوبارہ آپ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ جب تم مجھ پر درود بھیجنا چاہو یا میرا ذکر ہو تو ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھ لیا کرو۔''

سفیان ثوری کہتے ہیں۔ علم حدیث کے ماہرین کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بکثرت درود شریف (پڑھتے یا لکھتے) ہیں۔ کیونکہ جب تک وہ درود تحریری صورت میں موجود رہے گا اس وقت تک اس لکھنے والے پر رحمت نازل ہوتی رہے گی۔

محمد بن ابوسلیمان کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا کس وجہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا میرے درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔

علم حدیث کے ایک ماہر بیان کرتے ہیں۔ میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ

Marfat.com

خواب میں دیکھائی دیا۔اس سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا میری بخشش ہوگئی۔دریافت کیا گیا وہ کس وجہ سے؟اس نے جواب دیا میں جب بھی کسی حدیث میں اللہ کے رسول کا نام لکھتا تھا تو ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھتا تھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ایک دفعہ مجھے خلف نے بتایا میرا ایک ساتھی تھا جو میرے ساتھ علم حدیث کی طلب میں نکلا۔اس کا انتقال ہوگیا۔میں نے اسے خواب میں دیکھا اس نے سبز لباس پہن رکھا تھا۔میں نے اس سے پوچھا کیا تم میرے ساتھ علم حدیث حاصل نہیں کرتے تھے؟اس نے کہا ہاں!میں نے پوچھا تمہیں یہ نعمت کس طرح حاصل ہوئی۔اس نے جواب دیا۔جس حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ کا نام آتا تھا میں اس کے نیچے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں مجھے یہ خلعت عطا کی جو تم دیکھ رہے ہو۔

عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں۔میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟انہوں نے جواب دیا اس نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور مجھے جنت کی طرف یوں بھیجا جیسے دولہا کو سنوارا جاتا ہے اور مجھ پر یوں (نعمتیں) نچھاور کیں جیسے دولہا پر نچھاور کیا جاتا ہے(عبداللہ کہتے ہیں) میں نے کہا آپ اس مقام پر کس وجہ سے پہنچے ہیں؟انہوں نے جواب دیا مجھے کسی نے بتایا کہ تم نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' میں نبی اکرم ﷺ پر جو درود بھیجا ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔میں نے پوچھا اس کے الفاظ کیا ہیں۔تو انہوں نے جواب دیا یہ الفاظ ہیں۔

وصلی اللہ علی محمدٍ عددَ ما ذکرہُ الذاکرون ، وعددَ ما غفلَ عن ذکرہ الغافلون

''جو لوگ نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے ہیں اور جتنے لوگ آپ کے ذکر سے غافل ہیں ان کی تعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر درود نازل کرے۔''

(عبداللہ کہتے ہیں) اگلے دن اٹھ کر میں نے ''الرسالہ'' دیکھا تو اس میں یہی الفاظ موجود تھے۔

خطیب نقل کرتے ہیں ابو اسحاق دارمی فرماتے ہیں۔میں نے اپنی کتاب میں جو حدیث نقل کی۔اس کے ساتھ '' قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' لکھا۔میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے میری تحریر کو پکڑا،اسے دیکھا اور فرمایا یہ بہت اچھی ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں میرے ایک قابل اعتبار دوست نے مجھے بتایا کہ میں نے علم حدیث کے ایک ماہر کو خواب دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ انہوں نے جواب دیا۔اس نے مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا۔ میں نے پوچھا وہ کس وجہ سے انہوں نے جواب دیا جب بھی نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آتا تو میں وہاں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا کرتا تھا۔

حافظ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سے محدثین کے ایسے واقعات نقل کیے ہیں کہ ان کے وصال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا گیا اور انہوں نے بتایا کہ ہر حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف لکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔

ابنِ سنان کہتے ہیں میں نے عباس عنبری اور علی بن مدینی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم جو بھی حدیث سنتے ہیں تو ساتھ درود شریف ضرور پڑھتے ہیں اور اگر تحریر کے دوران جلدی میں درود شریف لکھنا ممکن نہ ہو تو درمیان میں خالی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور وہاں بعد میں درود شریف لکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

فصل: تیسواں مقام

درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور تبلیغ کے وقت درود شریف پڑھنا

اسماعیل بن اسحاق نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''آج کل یہ رواج چل نکلا ہے کہ لوگ آخرت کے امور کے عوض میں دوسروں سے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ واعظین نے درود شریف یہ بدعت ایجاد کی ہے کہ درود شریف میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ خلفاء اور امراء پر بھی درود بھیجا جاتا ہے۔ جیسے ہی میری یہ تحریر آپ تک پہنچے ان سب واعظین کو یہ حکم دیں کہ صرف انبیاء کرام پر درود بھیجا جائے اور عامۃ المسلمین کے لئے دعا کی جائے۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ سب کچھ ترک کردیا جائے۔''[1]

یہ بھی درود شریف کا ایک مخصوص موقع ہے کیونکہ وعظ ونصیحت کے دوران اس علم کی تبلیغ کی جاتی ہے جسے آپ نے اپنی امت تک منتقل کیا اور اس دوران آپ کی سنت اور طریقہ کار کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے جو نہایت افضل عمل ہے اور انسان کیلئے دنیا وآخرت میں انتہائی نفع بخش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

[1] اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (76) ابونعیم الحلیہ (338/5) سخاوی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (353)

Marfat.com

الْمُسْلِمِيْنَ (حمٓ سجدہ: ۳۳)
''اس شخص کی گفتگو سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک اعمال کرے اور یہ اعتراف کرے کہ میں مسلمان ہوں۔''

اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف:۱۰۸)

''(اے رسول!) تم فرمادو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اس بصیرت کے مطابق جو مجھے اور میرے پیروکاروں کو حاصل ہے۔''

اس کا ایک معنی تو یہ ہوگا کہ میں اور میرے پیروکار بصیرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اگر ''اُدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ'' پر وقف کرنے کے بعد ''عَلٰى بَصِيْرَةٍ'' سے نیا جملہ شروع کیا جائے تو بھی یہی مطلب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ سب کو یہ بتادیں کہ آپ کا طریقہ دعوت الی اللہ کا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی طرف دعوت دے گا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے طریقے پر گامزن ہوگا اور وہ شخص اور اس کے پیروکار بصیرت (ہدایت) پر گامزن ہوں گے۔ اس کے برعکس جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف دعوت دے گا نہ تو وہ نبی اکرم ﷺ کے طریقے پر گامزن ہوگا اور نہ ہی وہ اور اس کے پیروکار بصیرت پر ہوں گے۔

پس اللہ کی طرف دعوت دینا انبیاء ومرسلین اور ان کے پیروکاروں کا شیوہ ہے کیونکہ یہی پیروکاران انبیاء کی امتوں میں ان کے جانشین ہوتے ہیں اور لوگ انہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی طرف نازل ہونے والے احکام کی تبلیغ کریں اور خود اس (قرآن) کی حفاظت کا ذمہ لیا اور اس (رسول) کو لوگوں (کے شر سے) بچانے کا ذمہ لیا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی امت کے مبلغین بھی اللہ تعالیٰ کی حفظ و پناہ میں اپنی دینی وتبلیغی خدمات کے مطابق ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کی طرف سے خواہ ایک آیت تم تک پہنچے تم اسے دوسروں تک منتقل کرو[1]۔ اور آپ نے اس شخص کے لئے دعائے خیر کی ہے جو خواہ کسی ایک ہی حدیث کی تبلیغ کرے[2]۔ دشمن کی شہ رگ تک پہنچنے

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (3461) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2669)

[2] ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح'' (680) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (437) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' ''السنن'' (3660) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2657) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (232)

Marfat.com

سے زیادہ بہتر ہے کہ آپ کی نسبت امت تک پہنچا جائے۔ کیونکہ جہاد کے ذریعے تبلیغ بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن سنتوں کی تبلیغ صرف انبیاء کے وارثین اور خلفاء کر سکتے ہیں۔ (یعنی علماء کرام) اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی بدولت ہمیں بھی ان میں شامل کرے۔

علماء کی عظمت شان کا اظہار حضرت عمر بن خطاب نے اپنے خطبے میں بہت خوبصورت انداز میں کہا ہے۔ اس خطبے کو ابن وضاح نے اپنی کتاب ''الحوادث والبدع'' میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ امتن عَلی العباد بِاَنْ جَعَلَ فِیْ کُلِّ زَمان فترةٍ مِن الرسل بقایا مِن اَهْلِ الْعِلم ' یَدْعُوْنَ مَنْ ضَلَ اِلی الْهُدٰی ' وَیَصْبِرُوْنَ مِنْهُمْ عَلی الازی ' وَیُحِبُّوْنَ بِکِتَابِ اللهِ اَهْلَ العمی ' کم من قتیل لابلیس قد اَحیوه ' وضالٍ تائه قد هدوه ' بذلوا دماءهم ' واموالهم ' دون هلكة فما احسن اثرهم علی الناس ' واقبح اثر الناس علیهم یقتلونهم فی سالف الدهر ' والی یومنا هذا ' فما نسیهم ربك : ''وَمَا کَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا'' (مریم: ۶۴) جعل قصصهم هدی ' واَخبر عن حسن مقالتهم ' فلا تقصر عنهم ' فانهم فی منزلة رفیعة وان اصابتهم الوضیعة

''اللہ کی ذات! تمام تر تعریفوں کی مستحق ہے جس نے اپنے بندوں پر یہ عظیم احسان کیا کہ انبیاء کرام کی تشریف آوری کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد ہر زمانے میں ایسے اہل علم پیدا کئے جو گمراہوں کو ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب کے ذریعے اندھوں کو بینائی عطا کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو شیطان تباہ کر چکا ہوتا ہے یہ اسے زندگی بخشتے ہیں اور بہت سے سرکش گمراہوں کی یہ رہنمائی کرتے ہیں۔ لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کیلئے یہ اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے لوگوں پر کتنا احسان کیا ہے اور لوگوں نے ان کے ساتھ کیسی زیادتیاں کی ہیں کہ ہر زمانے میں انہیں شہید کیا گیا۔ مگر ہمارا پروردگار ان لوگوں کے کرتوتوں کو بھولا نہیں ہے اور تمہارا پروردگار بھولتا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اہل علم کے

Marfat.com

قصوں کو ہدایت بنایا ہے اوران کی خوبیوں کی اطلاع دی ہے لہٰذا آپ میں سے کوئی بھی ان کی عظمت کم کرنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ بلند مقام کے حامل ہیں۔اگر چہ عام لوگ ان کے ساتھ زیادتیاں کر جاتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

''اسلام (کی تعلیمات) کواگر کسی بدعت کے ذریعے فسخ کرنے کی کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک بندہ اس بدعت کو دور کر دیتا ہے اس کی علامات کی نشاندہی کرتا ہے لہٰذا تم ایسے کسی موقع کو غنیمت سمجھو اور اللہ پر توکل کرو۔''

اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہی فرمان کافی ہے۔

لَاَن یَھْدی اللہ بِك رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حَمرِ النَّعم

''ہماری وجہ سے اگر کوئی ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہی تمہارے لئے سرخ اونٹوں (کی قیمتی دولت کے حصول) سے زیادہ بہتر ہے۔''[1]

اور یہ فرمان بھی ہے۔

مَنْ اَحْیَا شَیْئًا مِنْ سُنَّتِیْ ، کُنت اَنا وَھُوَ فَفِی الْجَنة کَھَاتَیْن

''جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔''[2]

(راوی کہتے ہیں) پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملایا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

مَنْ دعا اِلی ھدی فاتبع عَلَیْه ، کَانَ لَهٗ مِثْل اجر من تبعه اِلی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

''جو شخص کسی نیک کام کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو قیامت تک جتنے بھی لوگ وہ نیک کام کریں گے اس شخص کو (ان سب کے برابر) ثواب ملے گا۔''[3]

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (3701) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2406)

[2] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2678)

[3] مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2674) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4609) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2674) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (206)

Marfat.com

لہٰذا جس شخص کو یہ مرتبہ اور مقام نصیب ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔ یہ شخص درحقیقت نبی اکرم ﷺ کے نائب کے طور پر تبلیغ کر رہا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ مقام عطا کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنے کلام کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے۔ اس کی وحدانیت کا اعتراف کرے۔ بندوں پر اس کے حقوق کا تذکرہ کرے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کی تعریف وتوصیف کرے۔

اسی طرح گفتگو کے آخر میں بھی درود وسلام پڑھے۔

Marfat.com

صبح وشام درود شریف پڑھنا

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ درداء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من صلی علی حِیْنَ یصبح عَشْرًا، وَحِیْنَ یمسی عشرًا ادرکته شفاعتی یوم القیامة

''جو شخص صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''[1]

ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں۔ یہ روایت ایک سے زیادہ افراد نے نقل کی ہے اس کے ایک راوی جابر بن عبدالولی حمص میں جرجس کے کلیسا کے قریب رہتے تھے اور اسی نسبت سے جرجسی کہلائے ملیں۔

---

[1] ہیثمی، مجمع الزوائد (120/10) سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (179)

Marfat.com

فصل: پچیسواں مقام

گناہ کے ارتکاب کے بعد بطور کفارہ درود شریف پڑھنا

ابن ابی عاصم اپنی سند کے ہمراہ اپنی کتاب ''الصلوۃ علی النبی'' میں حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

صلوا علی ' فان الصلاۃ علی کفارٌ لکم ' فمن صلی علی مرۃ ' صلی اللہ علیہ عشرًا

''مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا (گناہوں کا) کفارہ ہوگا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔''[1]

ابن ابی عاصم حضرت ابوکامل کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یا اَبا کاھلٍ ! من صلی علی کل یوم ثلاث مراتٍ ' و کل لیلۃ ثلاث مراتٍ حبا و شوقًا الی ' کان حقًا علی اللہ ان یغفرَ لہ ذنوبہٗ تلک اللیلۃ و ذلک الیوم

''اے ابوکاہل! جو شخص روزانہ دن کے وقت مجھ پر تین مرتبہ اور رات کے وقت بھی تین مرتبہ محبت اور شوق کے ہمراہ درود شریف پڑھے گا۔ اس کا اللہ پر حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس دن کے اور اس رات کے تمام گناہ بخش دے گا۔''[2]

ابو شیخ اپنی کتاب ''الصلوۃ علی النبی'' میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (154)

[2] طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (362/18) عقیلی (3/450-451) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع'' (172) ذہبی' میزان الاعتدال (354/3) منذری' الترغیب والترہیب (2484)

Marfat.com

اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

صلوا علی ' فَاِنَّ الصَّلاَۃَ عَلٰی زَکاۃٌ لکم

''مجھ پر درود بھیجو کیونکہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے زکوٰۃ (طہارت نفس کا باعث) ہوگا۔''[1]

اسی روایت کو ابن ابی شعبہ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا، درود پڑھنے والے کیلئے زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ میں تین چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ نشوونما (پڑھنا)، برکت اور طہارت۔

سابقہ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ درود شریف کفارہ ہے یعنی گناہوں کو ختم کرنے والا ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ درود شریف پڑھنے سے نفس کو منفی صفات سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور (اس کی مثبت صفات کی) نشوونما ہوتی ہے اور اس کے فضائل وکمالات میں اضافہ ہوتا ہے اور انہی دونوں صورتوں میں نفس کو کمال حاصل ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نفس کو کمال درود شریف پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بنیادی لوازمات میں شامل ہے کہ آپ کو دیگر تمام مخلوق پر فوقیت دی جائے۔

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (365/2) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (187)

Marfat.com

فصل: چھبیسواں مقام

تنگدستی میں درود شریف پڑھنا

حضرت جابر بن سمرہ "سوائی" اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں۔

کنا عند النبی ﷺ، اذا جاءہ رجل، فقال: یا رسول اللہ! ما اقرب الاعمال الی اللہ عزوجل؟ قال: "صدق الحدیث، واداء الامانۃ" قلت: یا رسول اللہ! زدنا، قال "صلاۃ اللیل، وصوم الھواجر" قلت: یا رسول اللہ! زدنا۔ قال: کثرۃ الذکر، والصلاۃ علی تنفی الفقر"

ایک مرتبہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا سچ بولنا اور امانت ادا کرنا (راوی کہتے ہیں) میں نے عرض کی۔ اضافہ کریں (یعنی اور کون سے اعمال ہیں؟) آپ نے فرمایا۔ رات کے وقت نوافل ادا کرنا اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھنا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اضافہ کریں۔ (یعنی اور بھی کوئی نیک عمل بتائیں) تو آپ نے فرمایا کثرت سے ذکر کرنا اور مجھ پر درود بھیجنا۔ تنگدستی کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اضافہ فرمائیں تو آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور ضرورت مند (یعنی مصروف) لوگ بھی ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع" (190)

Marfat.com

فصل: ستائیسواں مقام

پیغام نکاح بھجواتے وقت درود شریف پڑھنا

اسماعیل بن ابوزیاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قرآن کی اس آیت کی یہ تفسیر نقل کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی تعریف کرتا ہے اور انہیں بخش دے گا اور اس نے فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کیلئے دعائے مغفرت کریں اور اہل ایمان کو درود بھیجنے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر آپ کی تعریف کریں۔ نماز میں، مساجد میں یہاں تک کہ جب کسی خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجیں تو بھی درود شریف پڑھنا نہ بھولیں۔[1]

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن'' القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''(310)

Marfat.com

فصل: اٹھائیسواں مقام

چھینک آنے پر درود شریف پڑھنا

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

قلت : یا رسول اللہ ! زدنا ' قال : "من ام قومًا ' فلیخفف ' فان فیھم الکبیر ' والعلیل ' والضعیف ' وذا الحاجۃ

"میں نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کے پاس موجود ایک شخص کو چھینک آئی تو وہ بولے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

پھر آپ نے خود ہی وضاحت کی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ میں نے پڑھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے ہمیں صرف یہ حکم دیا کہ جب چھینک آئے تو ہم یہ پڑھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ [1]

طبرانی کہتے ہیں اس روایت کو سعید بن عبدالعزیز سے صرف ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے۔

ترمذی اپنی سند کے ہمراہ حضرت نافع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو آپ نے پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ الفاظ پڑھے ہیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی تعلیم نہیں دی۔ آپ نے ہمیں صرف یہ سکھایا کہ ایسی صورت میں (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (325)

Marfat.com

حَالٍ) پڑھنا ہے۔ [1]

ترمذی کہتے ہیں یہ غریب (قادر) روایت ہے اور صرف زیاد بن ربیع کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ حضرت نافع کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود ایک شخص کو چھینک آئی (اور وہ خاموش رہا) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے کنجوسی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تم نے اللہ کی حمد کیوں بیان نہیں کی؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیوں نہیں بھیجا؟

(ابن قیم کہتے ہیں) اہل علم کا ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے جس میں ابوموسیٰ مدنی اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

بعض دیگر حضرات کے نزدیک چھینک آنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس وقت صرف حمد پڑھی جا سکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھینک آنے کے وقت صرف حمد پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ بلاشبہ درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب اور افضل ترین عمل ہے لیکن ہر ذکر کا مخصوص موقع مخصوص ہے جس میں دوسرا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں رکوع، رکوع سے اٹھتے وقت قیام اور سجدہ میں درود شریف پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ صرف آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا مشروع ہے۔ خواہ اسے واجب سمجھا جائے یا مستحب بلکہ یہ حضرات اپنے مؤقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

رأيت ابن عمر – رضي الله عنهما – وقد عطس رجلٌ الى جانبه فقال: الحمد لله والسلام على رسول الله "فقال ابن عمر: وانا اقول: السلام على رسول الله" ولكن ليس هكذا امرنا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم "امرنا" ان نقول اذا عطسنا: "الحمد لله على كل حالٍ"

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' "الجامع الصحیح" (2738) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" (266-265/4)

Marfat.com

"تین کاموں کے مجھ پر درود نہ پڑھو، کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھتے وقت، ذبح کے وقت اور چھینک آنے کے وقت۔"[1]

مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں تین خامیاں پائی جاتی ہیں۔

۱- اسے صرف سلیمان عیسیٰ نے روایت کیا ہے اور بیہقی کے بقول یہ صاحب احادیث گھڑا کرتے تھے۔

۲- ابن عبدالرحیم نامی راوی ضعیف ہیں۔

۳- اس کی سند منقطع ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی نے اپنی سند کے ہمراہ چھینک آنے کے وقت درود شریف پڑھنے کی روایت نقل کی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

---

[1] دیلمی' مسند الفردوس (7370/ 745) بیہقی' ابوبکر احمد بن حسین' "السنن الکبریٰ" (286/9) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (325)

Marfat.com

فصل: اٹھیسواں مقام

وضو کرنے کے بعد درود شریف پڑھنا

ابو شیخ اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا فرغ احدکم من طھورہ فلیقل اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ ' ثم لیصل علی ' فاذا قال ذٰلک' فتحت لہ ابوابُ الرحمۃ

''جو شخص وضو کرنے کے بعد یہ کلمہ پڑھے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجے تو اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''[1]

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

یہ حدیث مشہور ہے اور حضرت عمر بن خطاب، عقبہ بن عامر، ثوبان اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم درود شریف کا ذکر صرف اسی روایت میں موجود ہے۔

ابن ابی عاصم اپنی سند کے ہمراہ یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

لا وضوء لمن لم یصل علی النبیّ ﷺ

''جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود نہ بھیجے اس کا وضو نہیں ہوتا''

یہ روایت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔ اس کا ایک راوی عبدالمہیمن مستند نہیں ہے۔

---

1. سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' 'القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع' (249)

Marfat.com

فصل: تیسواں مقام

گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھنا

حافظ ابو موسیٰ مدنی اپنی سند کے ہمراہ حضرت سہل بن سعد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

جاء رجلٌ إلى النبی ﷺ فشكا اليه الفقر، وضيق العيش، او المعاش، فقال له رسولُ الله ﷺ: "اذا دخلت منزلك فسلم ان كان فيه احدٌ، او لم يكن فيه احدٌ، ثم سلم علي واقرأ "قل هو الله احد" مرة واحدة ففعل الرجل فادر الله عليه الرزق حتى افاض على جيرانه وقراباته"

''ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور فقر و تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے اس کو تلقین کی۔ جب بھی گھر میں داخل ہو تو کوئی موجود ہو یا نہ ہو السلام علیکم کہو پھر مجھ پر سلام بھیجو۔ پھر ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھا لیا کرو۔''

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں اس شخص نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا وافر رزق عطا کیا کہ وہ اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر بھی خرچ کرنے لگا۔

Marfat.com

فصل: اکتیسواں مقام

محافل ذکر میں درود شریف پڑھنا

حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

ان للہ سیارۃً من الملائکۃ اذا مرو بحلق الذکر قال بعضھم لبعض: اقعدوا، فاذا دعا القوم امنوا علی دعائھم، فاذا صلوا علی النبی ﷺ صلوا معھم، حتی یفرغوا، ثم یقولُ بعضھم لبعض: طوبی لھؤلاء یرجعون مغفورًا لھم

"بعض مخصوص فرشتے ایسے ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں جب وہ ذکر کے حلقوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو یہ فرشتے ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ جب وہ لوگ درود شریف پڑھتے ہیں تو یہ ان کے ہمراہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ محفل برخواست ہو جاتی ہے۔ وہ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان سب لوگوں کیلئے یہ خوش خبری ہے کہ یہ اس حال میں واپس جا رہے ہیں کہ ان کی بخشش ہو گئی ہے۔"[1]

یہ روایت "صحیح مسلم" میں منقول ہے۔

---

1. سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (190)

Marfat.com

فصل: بتیسواں مقام

کوئی چیز بھولنے پر درود شریف پڑھنا

ابو موسیٰ مدنی اپنی سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِذَا نَسِیْتُمْ شَیْئًا عَلٰی تَذْکُرُوْہُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ

''جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود بھیجو۔ ان شاء اللہ وہ چیز تمہیں یاد آ جائے گی۔''[1]

حافظ کہتے ہیں ہم نے اپنی کتاب ''الحفظ النسیان'' میں اس حدیث کے مختلف ترق بیان کیے ہیں۔

[1] سخاوی ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (326)

Marfat.com

فصل: تینتیسواں مقام

کوئی حاجت درپیش ہونے پر درود شریف پڑھنا

حافظ احمد بن موسیٰ اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

من صلی علی مئة صلاة حین یصلی الصبح قبل ان یتکلم قضی اللہ لہ مئة حاجةٍ عجل لہ منها ثلاثین حاجة وآخر لہ سبعین ' وفی المغرب مثلُ ذٰلك قالوا: وکیف الصلاة علیك یا رسول اللہ؟ قال:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:۵۶)

"جو شخص فجر کی نماز کے بعد کوئی بات کرنے سے پہلے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرے گا۔ جس میں سے تیس دنیاوی ہوں گے اور ستر کا تعلق آخرت سے ہوگا۔ یہی عمل مغرب کے بعد کرنے والے کو بھی یہی اجر نصیب ہوگا۔"[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ 100 مرتبہ پڑھ لیا کرو۔"

ابراہیم بن جنید اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

اذا اردت ان تسأل اللہ حاجةً فابدأ بالمدحة' والتمجید' واثناء علی اللہ عزوجل بما هو اَهلهٗ ' ثم صل علی النبی ﷺ ثم ادعُ بعدُ' فان ذٰلك احری ان تصیب حاجتك

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" (253)

Marfat.com

''جب تم اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہو تو پہلے اس کی حمد وثناء بیان کرو۔ جو اس کی شان کے لائق ہو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔ اس کے بعد دعا مانگو۔ اپنی حاجت کی تکمیل کیلئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے۔''

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

''اگر کسی شخص کو اللہ کی بارگاہ میں کوئی حاجت ہو تو سب سے پہلے اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر یہ کلمات پڑھے۔

لا اله الا الله الحليكم الكريم' لا اله الا الله سبحان الله ربّ العرش الكريم' والحمد لله ربّ العالمين' اسالك موجبات رحمتك' وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر' والسلامة من كل ذنب' لا تدع لى همًا الا فرجته' ولا ذنبا الا غفرته' ولا حاجة هى لك رضًا الا قضيتها يا ارحم الراحمين

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ علیم اور کریم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور معزز عرش کا پروردگار ہے۔ تمام تر تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کر دیں اور تیری مضبوط بخشش ہر طرح کی نیکی کی غنیمت، ہر گناہ سے سلامتی (کا سوال کرتا ہوں) اے اللہ! میری ہر تنگی کو کشادہ کر دے، ہر گناہ کو بخش دے اور جو ضرورت تیری رضا کے مطابق ہو اسے پورا کر دے۔ اے ارحم الرحمین۔ [1]

حافظ ابن مندہ اپنی سند کے ہمراہ حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

---

[1] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (479) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (1384) حاکم ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ ''المستدرک علی الصحیحین'' (320/1) سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (330)

Marfat.com

من صلى على كل يوم مئة مرة' قضى الله عله مئة حاجة سبعين منها لاخرته ' وثلاثين منها لدنياه

''جو شخص روزانہ مجھ پر 100 مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔''[1]

حافظ ابو موسیٰ مدنی کہتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت ابی بن کعب کی روایات پہلے نقل کی جا چکی ہیں۔

---

[1] سخاوی' ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (188-189)

Marfat.com

فصل: چونتیسواں مقام

کان کی تکلیف کے وقت درود شریف پڑھنا

ابن ابی عاصم اپنی کتاب میں اپنی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

اذا ظنت اذن احدکم ' فلیصل علی ' ولیقل: ذکر اللہ بخیرٍ من ذکرنی

''جب کسی کے کان شائیں شائیں کرنے لگیں تو اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خیر کے ہمراہ یاد رکھے جس نے میرا ذکر کیا۔''

معمر بن محمد نے اسی روایت کو اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

یہی روایت ذرا سے لفظی اختلاف کے ہمراہ بھی منقول ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

Marfat.com

فصل: پینسٹھواں مقام

نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

حافظ ابوموسیٰ اپنی سند کے ہمراہ محمد بن عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔

''ایک دن میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس موجود تھا کہ وہاں حضرت ابوبکر شبلی تشریف لائے۔ ابوبکر بن مجاہد نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ ان سے گلے ملے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماتھے کا) بوسہ دیا۔ میں نے ان سے پوچھا جناب والا آپ نے شبلی کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ حالانکہ آپ سمیت تمام اہل بغداد یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مجنوں ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے ان کے ساتھ وہی عمل کیا ہے جو میں نے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

ایک دن میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ شبلی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے شبلی کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَ کُمْ (سورۃ کے آخر تک یعنی دو آیات) پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ہر فرض نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَ کُمْ (سورۃ کے آخر تک) پڑھتا ہے اور پھر تین مرتبہ یہ درود پڑھتا ہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد۔

''اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل کرے۔''

(ابوبکر بن مجاہد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا) پھر جب شبلی میرے پاس آئے تو میں نے ان کے بارے میں سوال کیا کہ وہ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی عمل بیان کیا۔

Marfat.com

فصل: چھتیسواں مقام

جانور ذبح کرتے وقت درود شریف پڑھنا

اس مسئلے کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں۔ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی جائے گی۔ اگر اس کے بعد اللہ کا ذکر بھی کیا جائے تو یہ باعث خیر ہے۔ ذبح کے وقت بسم اللہ کے ہمراہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ ہر حال میں نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا جائے۔ کیونکہ آپ پر درود بھیج کر اللہ کا ذکر کرنا بھی اللہ پر ایمان لانے اور اس کی بندگی کرنے کے مترادف ہے اور جو شخص اسے پڑھے گا اسے اس کا اجر ضرور ملے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ آگے نکل گئے۔ جو ان کے پیچھے رہ گئے تو دیکھا کہ آپ سربسجود ہیں۔ وہ انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے طویل سجدہ کیا پھر جب سر مبارک اٹھایا تو حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کی۔ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ شاید سجدے کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارکہ کو قبض کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

عبدالرحمٰن! جب تم نے مجھے اس حال میں دیکھا اس وقت جبرائیل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا۔

''جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا۔''

تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

ذکر اللہ من ذکرنی بخیر[1]

''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔''

امام شافعی نے اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

دیگر فقہاء کا مؤقف اس سے مختلف ہے۔ ان میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب شامل ہیں۔ ان کے نزدیک ذبح کے موقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ ''المحیط'' کے مصنف نے یہ مسئلہ نقل کرتے ہوئے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ جس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینے کا وہم پایا جاتا ہے۔

امام احمد کے اصحاب میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قاضی اور ان کے اصحاب نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ ابوالخطاب نے ''الروس المسائل'' میں اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ ابن شاقلا، امام شافعی کی طرح اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ اس موقع پر درود شریف پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں وہ اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت معاذ بن جبل کے حوالے سے منقول یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

من نسی الصلاۃ علی ' خطیء بہ طریق الجنۃ

''کچھ مواقع پر میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ چھینک اور ذبح۔''

ان کی دوسری دلیل سجان عیسیٰ کی نقل کردہ حدیث ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے اور اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

---

1. سخاوی، القول البدیع (323)

Marfat.com

فصل: سینتیسواں مقام

تشہد کے علاوہ نماز میں درود شریف پڑھنا

نماز میں تشہد کے علاوہ جہاں کہیں آپ کا نام مبارک آئے یا اگر قرأت کے دوران اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ یہ آیت پڑھیں تو درود شریف پڑھنا۔

بعض فقہاء نے اسے مستحب قرار دیا ہے کہ قرأت کے دوران جہاں کہیں نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آئے۔ ٹھہر کر درود شریف پڑھے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں۔

نماز کے دوران اگر نام مبارک آجائے تو نمازی ٹھہر کر نبی اکرم ﷺ پر پست آواز میں درود شریف پڑھے۔

امام احمد نے یہ تشریح کی ہے" کہ جب نمازی نماز کے دوران کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہو تو اگر وہ نماز نفلی ہو تو درود شریف (ضرور) پڑھے۔"

Marfat.com

فصل: اڑتیسواں مقام

صدقے کے بدل کے طور پر درود شریف پڑھنا

جس شخص کے پاس صدقہ وخیرات کرنے کے لئے مال نہ ہو تو وہ اس کے عوض میں درود شریف پڑھ لے۔

ابن وہب اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

''جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کیلئے کچھ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ درود پڑھے۔ تو یہ اس کیلئے صدقہ ہوگا۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ [1]

---

[1] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل، الادب المفرد (640) ابویعلٰی، احمد بن علی، المسند ر (1397) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان "الصحیح" (903) ہیثمی، مجمع الزوائد (167/10)

Marfat.com

فصل: انتالیسواں مقام

سوتے وقت درود شریف پڑھنا

ابو شیخ اپنی کتاب میں حضرت ابوقرصافہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''جو شخص سونے کیلئے لیٹے وہ پہلے سورۃ ملک پڑھے اور پھر چار مرتبہ یہ دعا پڑھے۔''

اللھم ربّ الحل والحرام' ورب البلد الحرام' ورب الرُّکن والمقام' وربّ المشعر الحرام' بحق کل اية انزلتها فی شهر رمضان' بلغ روح محمد ﷺ منی تحيةً و سلامًا

اے اللہ! حل اور حرم کے پروردگار اور شہر حرام کے پروردگار! اور رکن اور قیام کے پروردگار! مشرع حرام کے پروردگار! رمضان میں تو نے جتنی بھی آیات نازل کی ہیں ان کے حق کی بدولت میری طرف سے حضرت محمد ﷺ کی روح مبارکہ کو تہیت اور سلام پہنچادے۔

اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر کیے ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آ کر یہ بتائیں گے۔

''اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں ہدیہ سلام بھیجنا ہے۔ تو حضرت محمد ﷺ یہ جواب دیں گے۔ کہ فلاں بن فلاں پر میری طرف سے اللہ تعالیٰ کا سلام، رحمت اور برکتیں نازل ہوں''۔ [1]

(ابن قیم کہتے ہیں) حضرت ابوقرصافہ، ان کا ذکر ابن عبدالبر نے صحابہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام جندرہ ہے۔ آپ کا تعلق بنو کنعانہ سے ملے۔ آپ کو شرف صحبت حاصل ہے۔ آپ فلسطین میں مقیم رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ تہامہ میں مقیم رہے۔

---

[1] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (312)

Marfat.com

اس روایت کے ایک راوی محمد بن نشر مدنی ہیں۔ ازدی نے انہیں مجہول اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس روایت میں علت یہ ہے کہ یہ امام محمد باقر کے قول کے طور پر مشہور ہے۔

Marfat.com

فصل: چالیسواں مقام

ہر اچھے کام کے آغاز میں درود شریف پڑھنا

ہر اچھے اور نیک کام کے آغاز میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جائے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے اور پھر گفتگو کی جائے۔

حمد کے ذریعے آغاز کرنے کی دلیل مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں، حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے منقول یہ حدیث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

كل كلام لا يبدأ فيه بحمد الله فهو اجذم

''جس کلام کا آغاز اللہ کی حمد کے ذریعے نہ کیا جائے وہ ناپسندیدہ ہے۔''[1]

کام کے آغاز میں درود شریف پڑھنے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابوموسیٰ مدنی نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

كل كلام لا يذكر الله فيه، فيبدأ به، وبالصلاة على، فهوا اقطع، ممحوق، من كل بركة

''ہر وہ کلام جس کے آغاز میں اللہ کا ذکر اور مجھ پر درود نہ ہو وہ نامکمل ہے اور اس میں کوئی برکت موجود نہیں ہوگی۔''[2]

---

1. ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (4840) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (494) ابن ماجہ' ابوعبد اللہ محمد بن یزید ''السنن'' (1894) احمد' ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (359/3) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح'' (2,1)

2. سخاوی' ابوعبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (349)

Marfat.com

فصل: اکتالیسواں مقام

تکبیرات عیدین کے درمیان درود شریف پڑھنا

اس موقع پر اللہ کی حمد وثناء بیان کرنا اور درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔
اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ نقل کرتے ہیں۔
حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں۔

عید سے ایک دن پہلے ولید بن عقبہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی عید کا دن آ پہنچا ہے اس میں تکبیر کیسے پڑھنی چاہئیں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا سب سے پہلے تم تکبیر تحریمہ پڑھو پھر اپنے پروردگار کی حمد بیان کرو۔ پھر درود شریف پڑھو۔ پھر دعا مانگو۔ پھر ہر تکبیر کے بعد اس طرح کرو اور قرأت کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت کے بعد حمد پڑھو۔ پھر درود شریف پڑھو، پھر دعا مانگو اور پھر تکبیر کہو۔ اسی طرح تینوں تکبیروں میں پڑھو اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاؤ۔

''حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ بولے۔ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) نے سچ کہا''۔[1]

(ابن قیم کہتے ہیں) اس حدیث میں دو قرأتوں کے درمیان میں موالات موجود ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عید کی نماز کی ہر رکعت میں تین تکبیریں زائد ہیں۔ امام ابوحنیفہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد پڑھی جائے گی اور درود شریف پڑھا جائے گا۔ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

---

[1] اسمٰعیل قاضی' فضل الصلوٰۃ علی النبی' (88) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (292)

Marfat.com

گویا امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے تکبیرات کی تعداد اور قرأت کے درمیان موالات کا حکم اخذ کیا ہے۔ جبکہ امام شافعی اور احمد نے دو تکبیروں کے درمیان کا استحباب اخذ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تکبیرات کے دوران ذکر نہ کرنا مستحب ہے۔ گویا امام مالک نے اس روایت کے کسی مسئلے کے مطابق فتویٰ نہیں دیا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

پانچواں باب

درود شریف کے فوائد و ثمرات کا بیان

۱- اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل۔

۲- درود شریف بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت، اگرچہ دونوں کا درود ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ہمارا درود دعا اور سوال ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا درود تعریف اور عزت افزائی ہے۔

۳- درود شریف میں فرشتوں کی موافقت۔

۴- ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس مرتبہ رحمت کا حصول۔

۵- دس درجات کی بلندی۔

۶- دس نیکیاں ملنا۔

۷- دس گناہ معاف ہونا۔

۸- اگر دعا سے پہلے درود شریف پڑھا جائے تو دعا کی مقبولیت کا امکان قوی ہونا۔ کیونکہ درود شریف دعا کو بلند کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جاتا ہے۔

۹- درود شریف کے ہمراہ ''وسیلہ'' کا سوال کیا جائے یا صرف درود شریف ہی پڑھا جائے تو وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ حضرت رویفع کے حوالے سے حدیث بیان کی گئی ہے۔

۱۰- یہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

۱۱- انسان کی جملہ ضروریات کی تکمیل کیلئے کافی ہے۔

۱۲- یہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے قرب کے حصول کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کے حوالے سے حدیث بیان کی گئی ہے۔

۱۳- تنگدست شخص کیلئے یہ صدقے کا قائم مقام ہے۔

Marfat.com

۱۴-یہ حاجات کی تکمیل کا باعث ہے۔

۱۵-اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے انسان پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

۱۶-یہ انسان کیلئے زکوٰۃ اور طہارت کا باعث ہے۔

۱۷-اس کی وجہ سے مرنے سے پہلے جنت کی بشارت مل جاتی ہے۔حافظ ابوموسیٰ نے یہ بات اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۱۸-یہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے۔حافظ ابوموسیٰ نے یہ بات بیان کی ہے اور اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۱۹-درود وسلام پڑھنے والے کے جواب میں نبی اکرم ﷺ بھی اس پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

۲۰-اس کی وجہ سے انسان کو بھولی ہوئی چیز یاد آ جاتی ہے۔

۲۱-یہ مجلس کی پاکیزگی کا سبب ہے وگرنہ قیامت کے دن وہی مجلس انسان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔

۲۲-اس کے باعث تنگدستی سے نجات ملتی ہے۔

۲۳-اگر آپ کا نام مبارک سن کر درود پڑھا جائے تو انسان بخیل قرار نہیں پاتا۔

۲۴-اسے پڑھنے والا جنت کے راستے پر گامزن رہتا ہے اور نہ پڑھنے والا جنت کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

۲۵-یہ اس نجاست کو ختم کر دیتا ہے جو کسی بھی محفل میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر نہ کرنے یعنی حمد وصلوٰۃ نہ پڑھنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۲۶-اس کی بدولت وہ کلام مکمل ہوتا ہے جس کا آغاز حمد وصلوٰۃ کے ذریعے کیا جائے۔

۲۷-اس کی بدولت پل صراط پر انسان کے نور میں اضافہ ہوگا۔اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ سے ایک حدیث منقول ہے۔

۲۸-یہ انسان کو (نبی اکرم ﷺ سے) جفا کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۲۹-اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ اہل زمین وآسمان کے سامنے کرتا رہتا ہے۔کیونکہ درود شریف پڑھنے والا درحقیقت یہ دعا کر رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی تعریف کرے، انہیں عزت وبزرگی عطا کرے اور اصول یہ ہے کہ بھلائی کا بدلہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔لہٰذا درود شریف پڑھنے والے کو بھی اس نعمت کا کچھ حصہ وصول ہوگا۔

Marfat.com

۳۰- اس کی وجہ سے درود شریف پڑھنے والا یہ دعا کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر برکت نازل ہو اور اس کی یہ دعا مقبول ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے اسی قسم کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے۔

۳۱- اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے کیونکہ یا تو رحمت کا مطلب درود ہو گا جیسا کہ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے یا رحمت سے مراد اس کے لوازم اور مواجبات ہوں گے اور یہی قول صحیح ہے۔ بہر حال درود شریف پڑھنے والے کو یہ رحمت نصیب ہوتی ہے۔

۳۲- اس کی وجہ سے انسان کے دل میں محبت رسول برقرار رہتی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ایمان کی بنیادی کڑی ہے۔ انسان جب بھی اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے اس کا خیال دل میں لاتا ہے۔ اس کی خوبیوں کا تصور کرتا ہے تو اس کے دل میں محبوب کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور محبوب کی طرف شوق زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ محبت اس کے دل پر قبضہ کر لیتی ہے۔ اس کے برعکس جب انسان محبوب کے ذکر سے گریز کرتا ہے اس کی خوبیوں کا تصور نہیں کرتا تو اس کے دل سے محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

محب کی آنکھوں کو سب سے زیادہ ٹھنڈک محبوب کا دیدار کر کے ہوتی ہے اور اس کے دل کو سب سے زیادہ خوشی محبوب کے خیال اور تصور سے ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت اس کے دل میں پختہ ہو جائے گی۔ تو اس کی زبان پر محبوب کی تعریف و توصیف جاری ہو گی اس کی خوبیوں کا تذکرہ ہو گا۔ غرضیکہ محبت میں اضافہ یا کمی قلبی کیفیت میں اضافہ یا کمی کے باعث ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عجبت لمن يقول ذكرت حبي   وهل انسى فاذكر من نسيت

"مجھے ان لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں میں نے محبوب کو یاد کیا ہے۔
کیا میں اسے بھول گیا تھا کہ اب اس بھولے ہوئے کو یاد کروں"۔

گویا شاعر محب کے اس قول پر حیرانی ظاہر کر رہا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو یاد کیا کیونکہ یاد اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی کو بھلا دیا جائے۔ اگر اس کی محبت حاصل ہوتی تو یہ کبھی محبوب کو بھلاتا نہیں۔

Marfat.com

کسی اور شاعر نے کہا ہے:

اريد لانسى ذكرها فكانما تمثل لى ليلى بكل سبيل [1]

میں نے محبوب کی یاد کو بھلانا چاہا لیکن اس کی یاد روزانہ رات کے وقت مجھے ہر طرف سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

گویا شاعر اپنے بارے میں یہ بتا رہا ہے کہ محبوب کی محبت اسے بھلانے میں بنیادی رکاوٹ ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

يراد من القلب نسيانكم وتابى الطباع على الناقل [2]

''دل چاہتا ہے کہ تمہیں بھلا دوں لیکن طبیعت نہیں مانتی۔''

یہ شاعر کہہ رہا ہے کہ اس کی محبت اور یاد طبیعت کا حصہ بن گئی ہے۔ اگر ان سے جان چھڑانے کی کوشش کی جائے تو طبیعت نہیں مانتی۔

یہ مثل بھی مشہور ہے۔

من احب شيئًا اكثر من ذكره [3]

''جو شخص جس چیز کو جتنا زیادہ پسند کرتا ہے وہ اس کا اتنا ہی زیادہ ذکر کرتا ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ کی ذات تو اس شعر کے صحیح مصداق ہے۔

لو شق عن قلبي فرى وجهه ذكرك والتوحيد في شطر

''اگر میرے دل کو چیرہ جائے تو توحید کی اعتقاد اور تمہاری یاد ایک ہی شکل میں ہوں گے۔ یہ بندہ مومن کا دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کا ذکر کندہ ہیں۔ جنہیں محو یا زائل نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ طے ہو گیا کہ کسی بھی شے کے ذکر کی کثرت اس کی محبت کے دوام یا اسے بھلا دینا اس محبت کے زوال یا کمزوری کا سبب بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ انتہائی تعظیم اور محبت کے ہمراہ اس کی عبادت کی جائے۔ بلکہ وہ شرک جسے اللہ تعالیٰ معاف

---

[1] مرزوقی شرح دیوان الحماسۃ (1237)

[2] دیوان المتنبی (153/3)

[3] میدانی مجمع الامثال (329/2) امیل یعقوب امثال العرب (420/5)

Marfat.com

نہیں کرے گا۔ وہ یہی شرک ہے کہ محبت اور تعظیم میں کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے۔ یعنی غیر اللہ سے محبت کی جائے یا کسی مخلوق کو اللہ سے زیادہ عظیم سمجھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵)

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اللہ کی شریک بنا رکھا ہے اور وہ ان سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہئے اور اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ مشرک اپنے جھوٹے معبود سے اسی طرح محبت کرتا ہے جیسے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے جبکہ مومن ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔

جہنمی، جہنم میں (اپنے معبودوں سے) کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء: ۹۷-۹۸)

''اللہ کی قسم، ہم واضح گمراہی کا شکار تھے کہ ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیا تھا۔''

اور یہ بات طے ہے کہ یہ مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو صرف محبت اور عبادت کے اعتبار سے اللہ کی عبادت قرار دیتے تھے ان میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں تھا کہ ان کے بت یا دیگر معبودان باطلہ تمام صفات اور افعال، آسمانوں اور زمین کی تخلیق یعنی انسانوں کی تخلیق میں اللہ کے برابر ہیں بلکہ وہ انہیں صرف محبت اور عبادت میں اللہ کے برابر سمجھتے تھے۔

ان میں سب سے زیادہ گمراہ اور برا حال اس شخص کا ہے جو ہر شے کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر کامل اور ناقص وجود کی اصل قرار دیتا ہے۔ جو لوگ محبت میں اپنے بتوں کو اللہ کے مساوی قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی گمراہ اور بدبخت قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ذات، صفات اور افعال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی گمراہی کا کیا عالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات کے

Marfat.com

برابر قرار دیتا ہے اور اس فاسد گمان کا شکار ہے کہ اس نے ان تمام معبودوں میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی ہے۔

بہرحال اصل بات یہ ہے کہ ذکر کا دوام، محبت کے دوام کے سبب ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا سب سے زیادہ مقدار ہے کہ اس کی محبت، بندگی، تعظیم اور اخلاص اسی کی ذات کے ساتھ منسوب ہے۔ گویا اللہ کے ذکر کی کثرت انسان کیلئے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے اور انسان کا سب سے بڑا حقیقی دشمن وہ شخص ہے جو اسے اس کے پروردگار کی یاد اور بزرگی کے باز رکھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے اور اسے کامیابی کے حصول کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعة: ١٠)

''کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔''

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۱)

''اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔''

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (الاحزاب: ۳۵)

''اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔''

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون: ۹)

''اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں جو ایسا کرے گا وہ خسارے کا شکار ہوگا۔''

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ: ۱۵۲)

''تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔''

وقال النبی ﷺ: "سبق المفردون" قالو: یا رسول اللہ! وما المفردون؟ قال: الذاکرون اللہ کثیرًا ' والذاکرات"

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر

Marfat.com

کرنے والے مرد اور عورتیں"۔ [1]

ترمذی، حضرت ابو درداء کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

الا ادلکم علی خیر اعمالکم' وازکاھا عند ملیککم' وارفعھا فی درجاتکم' وخیرٍ لکم من انفاقِ الذھب والورقِ' وخیرٍ لکم من ان تلقوا عدوکم' فتربوا اعناقھم' ویضربوا اعناقکم؟" قالوا: بلی یا رسول اللہ! قال: "ذکر اللہ"

"کیا میں بہترین عمل کے بارے میں تمہاری رہنمائی نہ کروں جو تمہارے مالک (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو سب سے زیادہ تمہارے درجات کی بلندی کا سبب بن سکتا ہے۔ جو تمہارے لئے سونا اور چاندی خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے جو تمہارے لئے دشمن کا اس طرح سامنا کرنے سے بہتر ہے کہ تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنا۔ (وہ عمل ہے)۔" [2]

موطا میں یہ روایت حضرت ابو درداء پر موقوف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں:

"جو اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی بھی عمل انسان کو اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلوا سکتا اور اس کے رسول کا ذکر اس کے ذکر کے تابع ہے۔"

بہرحال مقصد یہ ہے کہ ذکر کی باقاعدگی، محبت کی باقاعدگی کا سبب ہے۔ ذکر دل کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا پانی ذرّات کے لیے اہم ہے بلکہ جس قدر پانی مچھلی کیلئے اہم ہے کہ دل اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس کی کئی قسمیں ہیں:

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (2676) احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (411/2)

[2] ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3377) ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3790) احمد ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (195/5، 447/6) حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ "المستدرک علی الصحیحین" (496/1)

Marfat.com

۱- اسماء وصفات کا ذکر اور ان کے ذریعے تعریف کرنا۔

۲- تسبیح، تحمید، تمجید، تہلیل وغیرہ۔ متاخرین کے نزدیک عام طور پر ذکر سے یہی معانی مراد ہوتے ہیں۔

۳- احکام، اوامر، نواہی کا ذکر۔ یہ ذکر اہل علم کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ تینوں اقسام کا ذکر دراصل ان کیلئے پروردگار کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا افضل ترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے کلام کے ذریعے اسے یاد کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ: ۱۲۴)

''اور جو شخص میرے ذکر سے روگرداں ہوگا اس کے لئے زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے زندہ کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی وجہ سے مطمئن ہیں۔ خبردار اللہ کے ذکر کے ذریعے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس سے دعا مانگنا، استغفار پڑھنا اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا بھی شامل ہے گویا یہ ذکر کی پانچ قسمیں ہیں۔

۳۳- درود شریف پڑھنے کی وجہ سے انسان کو نبی اکرم ﷺ کی محبت نصیب ہوتی ہے جس طرح درود شریف کی وجہ سے انسان کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت زیادہ ہوتی ہے اسی طرح اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ بھی انسان سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

۳۴- یہ انسان کے لئے ہدایت کے حصول کا سبب ہے اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ جب بھی کوئی شخص کثرت سے درود شریف پڑھے گا۔ یا آپ کا ذکر کرے گا نبی اکرم ﷺ کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوگی۔ لہٰذا اس کے دل میں کبھی بھی آپ کے احکام کی

Marfat.com

نافرمانی کا خیال نہیں آئے گا یا وہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کے بارے میں کسی قسم کے شک کا شکار نہیں ہوگا بلکہ آپ کی ''تمام تر تعلیمات اس کے دل پر نقش ہوں گی اور وہ ہمیشہ آپ کے احوال (یعنی سنتوں) کی تلاش جاری رکھے گا تاکہ وہ ہدایت اور کامیابی حاصل کر سکے۔ وہ آپ سے مختلف طرح کے علوم حاصل کرے گا اور دینی علوم میں اس کی بصیرت اور معرفت جتنی زیادہ ہوتی چلی جائے گی وہ اتنی ہی کثرت سے آپ پر درود بھیجے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ اہل علم اور عوام کے درود میں فرق ہے۔ عوام محض بعض اعضاء کو حرکت دینے یا آواز بلند کرنے کو سنت سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کے حقیقی پیروکار اور آپ کی شریعت کے علوم کے ماہرین دوسری طرح درود پڑھتے ہیں۔ شرعی علوم میں ان کی معرفت جتنی زیادہ ہوتی ہے ان کی محبت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور درود شریف کے حقیقی مفہوم کے بارے میں ان کی معرفت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ کے ذکر کی بھی یہی کیفیت ہے جب بھی کوئی بندہ اس کی زیادہ معرفت حاصل کرتا ہے اس کی زیادہ اطاعت کرتا ہے، اس سے زیادہ محبت رکھتا ہے تو اس کا ذکر لہو ولعب میں کھوئے ہوئے غافل لوگوں کے ذکر سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اطلاع کی بجائے جس کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسی کیفیت میں محبوب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے جبکہ محبوب کی محبت اس کے دل میں رچ بس چکی ہو اس کے اور اس شخص کے درمیان نمایاں فرق ہوگا جو صرف ایک روایت کے طور پر یا صرف ربی اعتبار سے، معانی سمجھے بغیر ذکر کرتا ہے اور اس کا دل اس کی زبان کی موافقت نہیں کرتا۔ ان دونوں کے درمیان وہی فرق ہے جو (میت پر) پیشہ ور رونے والی اور بیٹے کی وفات پر رونے والی خاتون کے درمیان ہوتا ہے۔

لہٰذا نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک، آپ کی تعلیمات کا تذکرہ، آپ کو مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ نے جو ہم پر انعام و اکرام کیا ہے اس کی تعریف ہی وجود کی زندگی اور اس کی روح ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے۔

روح المجالس ذکرہ وحدیثه — وھدیً لکل ملدد حیران

واذا اخل بذکرہ فی مجلس — فأولئك الاموات فی الحیان

Marfat.com

''مجالس کی روح آپ کا ذکر خیر اور آپ کی باتیں ہیں۔ یہ ہر حیران اور پریشان شخص کیلئے ہدایت ہے۔ اگر کسی مجلس میں آپ کا ذکر نہ ہو تو وہ لوگ بظاہر زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں۔

۳۵- درود شریف کی برکت سے درود شریف پڑھنے والے کا ذکر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا جا چکا ہے۔

ان صلاتكم معروضة علي

''تمہارا درود مجھ تک پیش کیا جاتا ہے۔''

مزید آپ نے فرمایا۔

ان الله وكل بقبري ملائكة يبلغوني عن امتي الاسلام

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتوں کو مقرر کیا ہے جو میری امت کی طرف سے (بھیجا جانے والا) سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''[1]

کسی بھی شخص کیلئے اس سے بڑی خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا نام بارگاہ رسالت میں لیا جائے۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ومن خطرت منه ببالك خطرةً حقيقٌ بان يسمو وان يتقدما

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

اهلاً بما لم اكن اهلاً لموقعه قول المبشر بعد الياس بالفرج

لك البشارة فاخلع ما عليك فقد ذكرت ثم على ما فيك من عوج

''اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر پھر بھی اس بات کے خوش آمدید کہتا ہوں کہ مایوس ہو جانے کے بعد فراخی کی خوش خبری (خوش خبری سنانے والے نے دی ہے) تمہیں خوش خبری ہو اور جو پریشانی تمہیں ہے اس سے چھٹکارا حاصل کر لو کیونکہ تمہاری تمام تر خامیوں کے باوجود میں نے تمہیں یاد کیا ہے۔

۳۶- درود شریف کی وجہ سے پل صراط پر گزرتے ہوئے قدم مضبوط رہیں گے۔ اس کی دلیل حضرت عبدالرحمن بن سمرہ سے منقول ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا۔

---

[1] بزار، کشف الاستار (3162) مجمع الزوائد (162/10)

Marfat.com

وارایت رجلا من امتی یزحف علی الصراط' ویحبو احیانًا '
ویتعلق احیانًا ' فجاء ته صلاته علی ' فاقامته علی قدمیه وانقذته
''میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو پل صراط پر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ
کبھی وہ گھسٹ کر چلتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر پڑھا ہوا درود
وہاں پہنچا اور اس درود نے اس کو اس کے قدموں پر کھڑا کر دیا اور اسے بچالیا۔''[1]

ابو موسیٰ مدینی نے اسے نقل کیا ہے اور اس موضوع پر اپنی ایک کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں پوری ایک فصل قائم کی ہے۔ نیز اس روایت کو نہایت حسن قرار دیا ہے۔

۳۷- نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیج کر آپ کے حق کو ادنیٰ شکل میں ادا کیا جا سکتا ہے اور یہ اس نعمت کا شکر ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کی ہے۔ باوجودیکہ آپ کا حق اس قدر زیادہ ہے کہ علم، قدرت یا ارادے کے ذریعے اسے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کی بدولت اس تھوڑے سے حق کی ادائیگی اور شکر پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

۳۸- درود شریف میں اللہ کا ذکر، اس کا شکر بھی شامل ہوگا نیز اس نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کر کے اپنے بندوں پر جو احسان کیا ہے اس کا ذکر بھی ہوگا لہٰذا نبی اکرم ﷺ پر بھیجے جانے والے درود میں اللہ اور اس کے رسول دونوں کا ذکر شامل ہوتا ہے۔ اس میں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس درود کی جزاء نبی اکرم ﷺ کی شایان شان انہیں عطا کرے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ نے ہمیں ہمارے پروردگار کے بارے میں اس کے اسماء اور صفات کے بارے میں بتایا ہے اور اس کی رضا کے حصول کے طریقہ کار کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے۔ اور آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا درود شریف میں ایمان کی تمام جزئیات شامل ہوں گے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، صرف اسی سے مانگنے، اس کے علم، سمع، قدرت، ارادہ، صفات، کلام، انبیاء کی بعثت اور اس کی تمام ترفرامین کی تصدیق شامل ہوگی۔ بلاشبہ یہی چیز ایمان کی بنیاد ہے۔ لہٰذا درود شریف میں ضمنی طور پر انسان کو ان تمام امور سے واقفیت بھی حاصل ہوتی ہے اور ان کی تصدیق بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت بھی

[1] ترمذی' نوادر الاصول (324) ہیثمی' مجمع الزوائد (180/7) قرطبی (20/2) سیوطی (250)

Marfat.com

کرتا ہے۔ لہٰذا یہ افضل ترین عمل ہے۔

۳۹۔ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا دراصل بندے کی دعا ہے۔ ہر انسان اپنے پروردگار سے جو دعا کرتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اپنی روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل کا سوال یہ ہے اس میں بندہ اپنے ذاتی مقصد کے حصول کیلئے دعا کرتا ہے۔

۲۔ انسان نبی اکرم ﷺ کی تعریف، آپ کی عزت وتکریم میں اضافے کی دعا کرتا ہے۔ آپ کا ذکر مبارک کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کے رسول بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا درود شریف پڑھنے والے کے سوال اور توجہ کا مقصد اور اس کا مطلوب صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی پسند ہوتی ہے اور یوں وہ اپنی ضروریات کے سوال کو اللہ اور اس کے رسول کی پسند پر قربان کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ اور اس کی پسند کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اور انسان کو اپنے عمل کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کو دیگر تمام چیزوں پر ترجیح دے گا اللہ تعالیٰ اسے دیگر تمام بندوں پر ترجیح دے گا۔

اگر آپ اس کی مثال تلاش کرنا چاہیں تو ان لوگوں کے حالات کا جائزہ لیں جو حکمرانوں اور امراء کے آس پاس ہوتے ہیں کہ جب وہ ان کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان سے ان کی پسندیدہ چیز کے بارے میں گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس کے عوض میں انہیں انعام واکرام نصیب ہو سکے۔ یہ ایک عام مشاہداتی حقیقت ہے اگر آپ یہ چاہیں کہ جو شخص اپنی ذات کیلئے سوال کرتا ہے اور جو حاکم کے محبوب کے لئے سوال کرتا ہے ان دونوں کا مرتبہ ومقام ایک سا ہو سکتا تو یہ غلط ہوگا۔ اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اس ہستی کا عالم کیا ہوگا جو اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ محبت کرتی ہے اور جو خود اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر درود شریف کا صرف یہی ایک فائدہ ہو تو کسی بھی مومن کی عزت افزائی کیلئے یہی کافی ہے۔

یہاں ضمنی طور پر ایک بہترین نکتہ اس شخص کے لئے جو دوسروں کو دینی تعلیم دیتا ہے انہیں دین کی دعوت وترغیب دیتا ہے اور اس معاملے میں پیش آنے والی سختیوں پر صبر کرتا ہے اور وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو اپنے ذاتی اعمال کے ہمراہ اپنے پیروکاروں کے تمام اعمال کے اجور کی

Marfat.com

مانند اجر ملتا ہے۔ لہٰذا جو شخص لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی سنت اور آپ کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے اور انہیں نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر وہ یہ نیت کرے اس عمل کی بدولت بنی اکرم ﷺ کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا۔ اور اس کا مقصد صرف یہ ہو کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور ان کی رہنمائی کرنے کے ذریعے ان سب کے اجر کی مانند نبی اکرم ﷺ کے اجر میں اضافہ ہوگا تو امید ہے کہ اس نیت کی بدولت اس دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں اسے بھی اسی طرح اجر عطا کیا جائے گا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الجمعة: ۴)

''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل کا مالک ہے۔''

Marfat.com

چھٹاباب

غیر نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم

تمام انبیاء ومرسلین پر درود وسلام بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ○ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات: ۷۸-۸۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی ہے۔ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ نیکی کرنے والے کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں فرمایا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ○ (الصافات: ۱۱۹-۱۲۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو''

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے بعد میں آنیوالوں میں ان دونوں کی تعریف برقرار رکھی۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔''

نیز فرمایا۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ (الصافات: ۱۳۰)

''الیاس پر سلام ہو۔''

یعنی بعد میں آنے والے انبیاء کرام پر سلام کا ذکر موجود ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت جس میں مجاہد اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ اس بات کی قائل ہے کہ

Marfat.com

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ (الصافات:۷۸) سے مراد تمام انبیاء کی تعریف ہے۔ قتادہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ آپ عمدہ تعریف اور سچائی کو دو الگ قول قرار نہیں دے سکتے جیسا کہ بعض مفسرین نے ایسا کیا ہے۔ جبکہ یہ ایک ہی قول ہے۔

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز ترک کی گئی ہے وہ سلام ہے تو اس صورت میں ''سلام'' علی نوح ایک مستقل جملے کے طور پر ترکنا کا مفعول واقع ہوگا اور آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام جہان والے حضرت نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء پر سلام بھیجتے ہیں اور جنہوں نے عمدہ تعریف اور سچائی کی تفسیر بیان کی ہے۔ انہوں نے سلام اور اس کے موجب کے لازم کو سامنے رکھا ہے۔ یعنی ان کی تعریف اور ان کو جو سچائی دی گئی تھی اسی کی جہ سے جب بھی ان کا ذکر ہو ان پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ [1]

مفسرین کی ایک جماعت جس میں ابن عطیہ بھی شامل ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں۔

کہ جن حضرات نے سابقہ تفسیر کے مطابق ''سلام علیٰ نوح'' ایک ابتدائی جملہ ہوگا جس کا کوئی اعراب نہیں ہوگا۔ اور جملہ یوں ہوگا۔

سلام من الله سلم به عليه

یہ حضرات یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ سلام درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح کیلئے یہ نعمت ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا ذکر ناپسندیدہ الفاظ میں نہیں کرے گا۔

طبریؒ کہتے ہیں اس کو تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جن لوگوں میں ان کی تعریف برقرار رکھی گئی ہے وہ بعد میں آنے والے ہیں جبکہ سلام ان پر تمام جہانوں میں بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ تفسیر چند حوالوں سے ضعیف ہے۔

۱۔ اس تفسیر کی صورت میں ''ترکنا'' کے مفعول کا محذوف ماننا پڑے گا اور اس مفروضے کی صورت میں کلام میں کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا کیونکہ اس وقت جملے کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ ہم نے بعد میں آنے والوں میں انہیں برقرار رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ کیا برقرار رکھا ہے؟ کیونکہ آپ کے نزدیک سابقہ آیت میں موجود سلام کا اس سے کوئی تعلق

[1] الدر المصون (4/218-219) کشاف (1/598) منار الهدی (89)

Marfat.com

نہیں ہے۔

۲- اگر یہاں مفعول کو محذوف کر دیا جائے تو بہراں کسی ایک جگہ پر اسے ذکر ضرور کرنا چاہیے تھا۔ تا کہ اس محذوف مقام کی مراد پر دلالت کر سکے۔ اسے دو جگہ محذوف نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے بلکہ ہر فصیح کلام کا اسلوب یہی ہے کہ ایک چیز کو پہلے ایک جگہ ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اسے کسی دوسرے مقام پر محذف کر دیا جاتا ہے تا کہ ذکر کردہ لفظ محذوف لفظ پر دلالت کر سکے۔ عام طور پر لفظ ذکر کیا جاتا ہے بہت کم حذف ہوتا ہے لیکن ہر جگہ حذف ہی کیا گیا ہو ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ جبکہ دلالت کیلئے کوئی لفظ بھی موجود نہ ہو۔ قرآن میں ایسا نہیں ہوتا۔

۳- حضرت ابن مسعود کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں۔

اس میں آخر میں لفظ سلام مذکور ہے جسے منصوب پڑھا جائے گا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عام قرأت کے مطابق محذوف لفظ سلام میں ہوگا۔

۴- اگر سلام کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بات وضاحت کے منافی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ عبادت پر وقف کرنا درست ہوگا۔ آپ غور کریں کہ جب کوئی شخص یہ آیت سنے۔

''اور ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔''

اب سننے والے کو یہ شوق ہوگا کہ وہ پوری بات سے واقف ہو اور اس سے کوئی فائدہ حاصل کرے لیکن اگر یہاں کلام کو ختم تصور کیا جائے تو ہونا یہ چاہیے کہ سننے والے کو تسلی ہو جائے۔ مگر وہ تو کلام پورا ہونے کا مشتاق ہے یعنی یہ جاننا چاہتے ہیں کونسی چیز متروک ہے؟ اس لئے ''الآخرین'' پر کیا جانے والا وقف مکمل وقف نہیں ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایسی صورت میں مفعول کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ ''ترک'' یہاں عطا کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبیاں عطا کی ہیں اور پھر ان کی تعریف کو بعد میں آنے والوں میں برقرار رکھا۔ لفظ ''اعطی'' کے بعد اس کے دونوں مفعولوں کو ذکر بھی کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا بھی کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ [1]

---

[1] روح المعانی (99/23)

Marfat.com

اِنَّا اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (الکوثر: ۱)

''ہم نے تمہیں کوثر عطا کی۔''

یہاں دونوں مفعول مذکور ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى (اللیل: ۵)

''پس جو شخص عطا کرے۔''

یہاں دونوں مفعول محذوف ہیں۔

ایک مقام پر یہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ (الضحیٰ: ۵)

''اور عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں عطا کردے گا۔''

یہاں پہلے مفعول کو ذکر کیا گیا ہے اور دوسرے کو محذوف کیا گیا ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ (المائدہ: ۵۵)

''اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

یہاں دوسرے مفعول پر اکتفا کیا گیا ہے اور پہلے کو حذف کر دیا گیا ہے۔

عطا کرنا، قابل تعریف فعل ہے اور یہ لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ جس مفعول کو عطا کیا گیا ہے اسے عطا وصول ہو گئی ہے۔ عطا کرنے کا مطلب کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا یا کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔ اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا، انہیں حذف کرنا یا حسب ضرورت ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔

اگر یہ مقصد ہو کہ انسان میں عطا کرنے کے جذبے کو ابھارا جائے جو اسے بخل اور کنجوسی سے نکال دے تو اس وقت صرف فعل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰى (اللیل: ۵)

''یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ کس کو عطا کیا گیا ہے، یا کیا عطا کیا ہے۔ اسی طرح آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ بہت دیتا ہے اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ (مگر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ کس کو کیا دیتا ہے؟)''

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِی لِمَا مَنَعْتَ

''اے اللہ! جسے تو عطا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دینا چاہے اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا۔''[1]

''کیونکہ یہاں اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ دینے اور نہ دینے کا تعلق اللہ کی مرضی کے ساتھ ہے۔''

اس لئے یہاں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس کو کیا ہو گیا۔ اصل مقصد یہی ہے کہ دینا نہ دینا تیری مرضی ہے تو اس معاملے میں منفرد ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں ہے۔ اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا بلاغت کے منافی ہوگا۔

اگر دونوں مفعول ذکر کرنا مقصود ہو تو پھر دونوں مفعول ذکر کیے جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر: ۱)

یہاں دونوں مفعول ذکر کیے گئے ہیں کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ سامع کو نبی اکرم ﷺ کی بنیادی خصوصیت سے آگاہ کیا جائے کہ آپ کو ''الکوثر'' عطا کی گئی اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک دونوں مفعول ذکر نہ کیے جائیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (الدھر: ۸)

''اور وہ پوری خوشی سے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔''

کیونکہ یہاں صرف ایک مفعول کا ذکر کرنا مقصود تھا (یعنی کس کو کھلایا جائے) اس لئے صرف اسی ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جائے۔ (کیا کھلایا؟ یہ بیان نہیں کیا کیونکہ ضرورت نہیں ہے) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''اور وہ زکوۃ دیتے ہیں۔''

اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ وہ لوگ اپنے اس فرض کو ادا

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (844) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (593) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (1505) نسائی' احمد بن شعیب ''السنن'' (80/3)

Marfat.com

کرتے ہیں اور اس میں تاخیر نہیں کرتے اس لئے اس کا ذکر کر دیا کیونکہ مقصود یہی تھا۔

اسی طرح قرآن نے اہل جہنم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر: ۴۳-۴۴)

''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھلاتے نہیں تھے۔''

یہاں اصل مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جس شخص کو کھلانا ضروری ہے یہ بخل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کھلاتے نہیں تھے کیونکہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے۔ اس لئے جو بات مقصود تھی اسے بیان کر دیا یہ نہیں بتایا کہ کیا نہیں کھلاتے تھے۔

اگر آپ اس حوالے سے قرآن میں غور وفکر کریں کہ کس طرح اصل مقصد کو بیان کیا جاتا ہے اور جو چیز مقصود نہ ہو اسے ذکر نہیں کیا جاتا۔ تو آپ اس کے اعجاز اور وضاحت کے کمال کے بہت سے اسرار سے واقف ہو جائیں گے۔

جہاں تک مذکورہ آیت میں موجود فعل ترک کا تعلق ہے تو اس لفظ کے ذریعے نہ تو کسی چیز کا احساس دلایا جاتا ہے اور نہ ہی یہ تعریف کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ترک کرتا ہے تو سننے والے کو کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص کھانا کھلاتا ہے یا صدقہ وخیرات کرتا ہے۔ تو سننے والے لوگوں کو یہ بات پتہ چل جائے گی۔ اس لئے لفظ ترک کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس چیز کو ترک کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص تارک ہے۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ معطی یا مطعم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں بھی لفظ ''المعطی'' شامل ہے۔ اس لئے لفظ ترک کو ''اعطا'' پر قیاس کرنا غلط ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ جملہ ایک حکایت ہے۔

زمخشری کہتے ہیں ''الآخرین'' سے مراد دوسری آیتیں ہیں یعنی ان آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ دوسری امتیں ان کو سلام بھیجتی ہیں اور ان کے لئے دعا کرتی ہیں۔ یعنی یہ کلام بطور حکایت نقل کیا گیا ہے جیسے آپ یہ کہیں۔

میں نے یہ آیت پڑھی۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔ (اس سورة کو ہم نے نازل کیا)

۵- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو''

Marfat.com

یہ بات طے ہے کہ یہ سلام ہوگا کہ جو تمام جہانوں کے لوگ ان پر بھیجیں گے اور آپ کی تعریف کریں گے اور آپ کے لئے دعا کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ ان پر سلام بھیجنے کی روایت تمام جہانوں میں موجود رہے گی۔ لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجنا، یہ جہانوں کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا سوال بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا کوئی شخص ایسا نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے رسول پر تمام جہانوں میں سلام نازل ہو یا اے اللہ! تو اپنے رسول پر تمام جہانوں میں درود نازل کر۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت میں درود و سلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ سلام ہوتا تو اس طرز پر سلام کی دعا کرنا بھی درست ہوتا۔

بعض مفسرین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تمام جہانوں میں سلام بھیجا ہے اور بعد میں آنے والوں میں ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نیت یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور مرسلین پر سلام بھیجے اور ان کی تعریف کرنے کی روایت کو بعد میں آنے والی اقوام میں برقرار رکھتا ہے۔ اور یہ ان حضرات کے اس صبر کا نتیجہ ہوتی ہے جو وہ رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے دوران مختلف طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے اس صبر پر کاربند رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ نوح کی تعریف کو تمام جہانوں میں برقرار رکھا گیا ہے اور یہ سلام ان تمام جہانوں میں ثابت بھی ہے۔ کوئی ایک جہان اس سے خالی نہیں ہے، فرشتے، انسان اور جنات ہر طبق میں اور ہر زمانے میں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے فریضہ رسالت کی ادائیگی کے دوران صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیاء انہی کے ڈیادوں کے ہمراہ مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (الشوریٰ: ۱۳)

"(اللہ تعالیٰ نے) تمہارے لئے اسی دین کو مشروع کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی تھی۔"

جہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سلام سے مراد ان کی تعریف ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سلام کا معنی اور اس کا فائدہ بیان کیا ہے۔

جہاں تک انبیاء کرام پر درود بھیجنے کا تعلق ہے تو شیخ اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب

Marfat.com

میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

صلوا علی انبیاء اللہ ' فان اللہ بعثھم ' کما بعثنی

''اللہ کے نبیوں پر درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا گیا ہے۔''[1]

اسی روایت کو طبرانی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَصَلُّوْا عَلٰى اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهم كَمَا بَعَثَنِيْ

''جب تم مجھ پر درود بھیجو تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر بھی درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا ہے۔''[2]

اس بارے میں ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

حافظ ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے حضرت آدم کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس بات کا شکوہ کر رہے تھے کہ ان کی اولاد ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر بہت کم درود بھیجتی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) حافظ موسیٰ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کی روایت ذکر کی جا سکتی ہے۔

بہت سے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ انبیاء کرام پر درود بھیجنے کی مشروعات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان میں شیخ محی الدین اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔

امام مالک سے ایک یہ روایت بھی منسوب ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور پر درود نہیں بھیجا جائے گا۔

آپ کے شاگردوں نے اس کی یہ تاویل دی ہے کہ جس طرح ہم نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے پابند ہیں اسی طرح دیگر انبیاء پر درود بھیجنے کے پابند نہیں ہیں۔

---

[1] عبدالرزاق (3118) اسمٰعیل قاضی' فضل الصلوٰۃ علی النبی (45) سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (80)

[2] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (80)

Marfat.com

فصل

آل پر درود بھیجنے کا حکم

جہاں تک انبیاء کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی آل پر درود بھیجنے میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو لوگ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیتے ہیں آل پاک پر درود بھیجنے کے وجوب کے مسئلے میں ان کے دو مشہور قول ہیں۔ اور یہ دونوں شوافع کی آراء ہیں۔

۱- ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے جبکہ آپ کی آل پر درود کے وجوب کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ یہ امام الحرمین اور غزالی کا طریقہ ہے۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کی آل پر درود بھیجنے کے وجوب کی دو صورتیں ہیں اور فقہاء کے نزدیک یہی صورت مشہور ہے۔ جن لوگوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ان کے نزدیک آل پر درود بھیجنا واجب نہیں ہے۔

امام احمد کے اصحاب میں آل پاک پر درود بھیجنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر لفظ ''آل'' کو لفظ اہل سے بدل دیا جائے یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ مُحَمَّدٍ کہا جائے تو پھر دو صورتیں ہوں گی۔

امام شافعی کے بعض اصحاب نے یہ بیان کیا ہے کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی آل پر درود بھیجنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (ابن قیم کہتے ہیں) تاہم اس اجماع کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

Marfat.com

فصل

آل پر انفرادی طور پر درود بھیجنے کا حکم

کیا صرف آل پر انفرادی طور پر درود بھیجا جا سکتا ہے؟

اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔

۱- ایک یہ کہ یوں کہا جائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ یہ جائز ہے۔ اور اس صورت میں آپ خود بھی آل کے حکم میں داخل ہوں گے۔ لفظی طور پر اگر چہ آپ کو علیحدہ ذکر نہیں کیا گیا لیکن معنوی اعتبار سے یہ بات ثابت ہوگی۔

۲- آپ کی آل میں سے کسی ایک کو انفرادی طور پر ذکر کیا جائے جیسے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِی (یا پھر) علی حسن (یا) علی حسین (یا) علی فاطمہ وغیرہ۔

اس بارے میں اختلاف ہے نیز آپ کی آل کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم یا بعد میں آنے والے مسلمین اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سابقہ زمانوں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانوں) میں کسی نے بھی یہ عمل نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ بھی اس بات کے قائل ہیں ان کے علاوہ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور طاؤس کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی پر درود بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

اسماعیل بن اسحاق اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اس پر درود بھیجا جائے۔

مسلمان مرد و خواتین کیلئے صرف دعائے استغفار کی جائے گی۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی مذہب ہے۔[1]

---

[1] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (75)

Marfat.com

ابوبکر بن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا۔

''قصہ گو (واعدین) نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ خلفاء اور امراء پر بھی درود بھیجتے ہیں جیسے ہی میرا یہ مکتوب تم تک پہنچے تو انہیں حکم دو کہ وہ درود صرف انبیاء پر بھیجیں گے اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کریں گے۔''[1]

امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

۱- ایسا کرنا حرام ہے۔

۲- ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اکثر شوافع کا یہی فتویٰ ہے۔

۳- ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔[2]

امام نووی نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں یہ تینوں اقوال بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

''صحیح قول یہی ہے اور اکثر فقہاء اسی کے قائل ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔''

سلام کے بارے میں بھی فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا اس کا حکم بھی درود کی مانند ہے یعنی اسلام علی فلان یا فلان علیہ سلام کہنا کیا ہے؟

فقہاء کا ایک گروہ اسے مکروہ قرار دیتا ہے۔ امام ابومحمد کی بھی یہی رائے ہے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کہنا درست نہیں ہے۔ لیکن دوسرے فقہاء نے درود اور سلام کے حکم میں فرق کیا ہے۔ یہ حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہر زندہ یا مردہ موجود یا غیر موجود مسلمان کے حق میں سلام مشروع ہے۔ یعنی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ مسلمان ویسے بھی ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں مگر درود کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ اس کا تعلق رسول اللہ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اسی لئے ہر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیۡنَ کہتا ہے۔ لیکن اَلصَّلٰوۃُ عَلَیۡنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیۡنَ نہیں کہتا ہے۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ دونوں کے حکم میں فرق ہے۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں۔

---

[1] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوۃ علی النبی (76)

[2] امام نووی الاذکار (190)

Marfat.com

۱-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

۲- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے علاوہ دوسرے لوگوں پر درود بھیجنا بدعتیوں کا علامتی نشان ہے اور ہمیں ان کے شعائر کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات امام نووی نے ذکر کی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کا یہ معمول ہے کہ جب وہ اپنے ائمہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ناموں کے ہمراہ ان پر درود بھیجتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان ائمہ سے بہتر ہیں اور اللہ کے رسول کو زیادہ محبوب ہیں۔ ان پر درود نہیں بھیجتے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کے اس شعار کی مخالفت کی جائے۔

۳- وہ دلیل جو امام مالک نے پیش کی ہے کہ سابقہ زمانوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانوں) میں کسی نے یہ عمل نہیں کیا ہے اگر یہ نیکی ہوتی تو وہ لوگ ایسا ضرور کرتے۔

۴- امت کے محاورے اور رواج میں درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ جسے آپ کے نام مبارک کے ہمراہ پڑھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ''عزوجل'' اور ''سبحانہ وتعالیٰ'' اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور اللہ کے نام کے ہمراہ ذکر کئے جاتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ اور کسی کیلئے انہیں استعمال نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا حضرت محمد عزوجل یا حضرت محمد سبحانہ وتعالیٰ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مخلوق کو خالق کا رتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ غیر نبی کو نبی کا سا رتبہ دیا جائے اور یہ کہا جائے فلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۵- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور: ۶۳)

''تم رسول کو اس طرح مخاطب نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نام لے کے اس طرح نہیں بلایا جائے گا۔ جیسے دوسرے لوگوں کو ان کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح درود بھیجا جاتا ہے اسی طرح دوسروں پر درود بھیجا جائے گا۔

۶- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے یہ بات شروع کی ہے کہ وہ تشہد میں اللہ کے نیک بندوں پر سلام بھیجے اور پھر صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ان کی آل) پر درود بھیجیں۔ اس

Marfat.com

سے یہ پتہ چل گیا کہ درود شریف نبی اکرم ﷺ کا ایسا حق ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ جس جگہ درود شریف کا حکم دیتا ہے وہاں صرف نبی اکرم ﷺ کے ذاتی حقوق اور خصوصیات کا ذکر ہو رہا تھا۔ جیسے آپ کی ازواجِ مطہرات کا کسی دوسرے سے نکاح حرام ہونا۔ جو خاتون اپنے آپ کو ہبہ کر دے اس سے آپ کا نکاح درست ہونا۔ جو شخص آپ کو اذیت پہنچائے اس پر لعنت کا واجب ہونا اور اس کے علاوہ دیگر حقوق ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ درود شریف آپ کا مخصوص حق ہے اور آل پاک تبعاً اس میں شامل ہوگی۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے یہ بات مشروع کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کیلئے دعا کریں۔ استغفار کریں۔ ایک دوسرے کی زندگی اور موت میں ان کیلئے ایک دوسرے کیلئے دعا ئے رحمت کریں لیکن سجدے میں یہ مشروع کیا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور وصال ظاہری کے بعد آپ پر درود بھیجیں۔ لہٰذا دعا اہل اسلام کا حق ہے اور درود رسول اللہ کا حق ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک، دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اسی لئے نماز جنازہ میں مردے کیلئے رحمت، استغفار اور دعا کی جاتی ہے۔ لیکن ان کے عوض میں اس پر درود نہیں بھیجا جاتا کہ یہ کہا جائے ''اے اللہ! اس مردے پر درود و سلام نازل کر۔'' اسی طرح نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ اس کے عوض میں یہ نہیں کہا جاتا۔ ''اے اللہ! ان کی مغفرت کر دے، ان پر رحم کر وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ہر ایک کو اس کا حق دینا چاہئے۔

۹۔ بندہ مومن کو اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ اس کیلئے رحمت اور بخشش کی دعا کی جائے۔ مگر رحمت، بخشش اور عذاب سے نجات کی دعا کی جائے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کو اس قسم کی دعا کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے مرتبے اور مقام میں اضافے اور درجات کی بلندی ہے۔ اور یہ چیز آپ کو حاصل ہے۔ اگرچہ لوگ آپ پر درود بھیجنے سے غافل رہیں۔ لہٰذا آپ پر درود بھیجنے کا حکم اس امت پر اللہ کا احسان اور مہربانی ہے۔ تاکہ وہ لوگ بھی اس درود کی برکت سے عزت اور بزرگی حاصل کر سکیں۔ لیکن امت کے

Marfat.com

افراد کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ کوئی ان کیلئے دعا کرے۔ استغفار پڑھے، ان کیلئے رحمت کی دعا کرے اسی لئے شریعت نے دعا اور درود کا ایک موقع و محل بیان کیا ہے۔

۱۰۔ اگر نبی اکرم کے علاوہ دوسروں پر درود بھیجنا بھی درست ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

یہ درود امت کے بعض افراد کیلئے مخصوص یا پھر ہر مسلمان پر درود بھیجنا جائز ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ کچھ افراد درود شریف کیلئے مخصوص ہیں تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی دلیل کے بغیر ان افراد کو خاص نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ درود شریف کسی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جس شخص کیلئے دعا کی جا سکتی ہے اس پر درود بھی بھیجا جا سکتا ہے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر درود بھیجنا درست ہوگا اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو۔ لہٰذا جس طرح اس کیلئے یہ دعا کی جا سکتی ہے کہ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ اے اللہ! اسے بخش دے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکے گا۔ اے اللہ! اس پر درود بھیج اور یہ باطل ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صرف صالحین پر درود بھیجنا جائز ہے دوسروں پر نہیں تو اگرچہ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے مگر پھر بھی یہ ضابطہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی بھی شخص کا صالح ہونا یا نہ ہونا ایک ایسی کیفیت ہے جس میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کسی کے ولی، پرہیزگار یا مومن ہونے کی کیفیت میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے تو پھر آپ کیا قانون مقرر کریں گے کہ کس پر درود بھیجا جا سکتا ہے اور کس پر نہیں۔

ان دس دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درود شریف کا حکم نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے۔

بعض حضرات کی رائے اس سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ دوسروں پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔

قاضی ابوالحسین کا یہی فتویٰ ہے ان کے علاوہ خواجہ حسن بصری، خصیف، مجاہد، مقاطل بن سلیمان، مقاطل بن حیان اور علم تفسیر کے بہت سے ماہرین اسی بات کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ ابوداؤد کی روایت کے مطابق امام احمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا تھا صلی اللہ علیک (اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔)

Marfat.com

اسحاق بن راہویہ، ابوثور، محمد بن جریر طبری اور دیگر حضرات نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ حضرت ابوبکر بن ابوداؤد نے اپنے والد کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے۔ ابوالحسین فرماتے ہیں اسی فتویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبة:۱۰۳)

''ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کردو اور اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کرو اور ان پر صلوٰۃ بھیجو۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ امت سے صدقہ وصول کریں گے اور ان پر صلوٰۃ بھیجیں گے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ کے بعد سرکاری اہلکار صدقہ وصول کریں گے جیسے آپ صدقہ وصول کرتے تھے تو اب ان سرکاری اہلکاروں کیلئے یہ بات بھی جائز ہونی چاہئے کہ وہ صدقہ دینے والوں پر اسی طرح صلوٰۃ پڑھیں جیسے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

۲- صحیحین میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے منقول وہ حدیث جس کے مطابق جب بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی قوم کی طرف سے صدقہ آتا تو آپ دعا کرتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ فُلَانٍ۔ ایک مرتبہ میرے والد صدقہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى۔[۱]

اور اصول یہ ہے کہ کوئی بھی حکم مخصوص نہیں ہوتا اور بظاہر آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۳- حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے منقول یہ روایت جس کے مطابق ایک خاتون نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجیں۔ تو آپ نے فرمایا: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ۔[۲]

اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

۴- وہ روایت جسے ابن سعد نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

---

[۱] بخاری'ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل''الجامع الصحیح''(6332,1497)مسلم بن الحجاج القشیری''الجامع الصحیح''(1078)

[۲] ابوداؤد'سلیمان بن اشعث''السنن''(1533)احمد'ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل''المسند''(398-399)

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عمر کے پاس آئے جبکہ انہیں کفن دیا جا چکا تھا۔ اور فرمایا:
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ ، ما احدٌ القی اللہ بصحیفتہ احب الی من ھذا المسجی بینکم

''اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ بھیجے۔ اپنے نامہ اعمال کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا شخص مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو تمہارے درمیان کفن پہن کر لیٹا ہوا ہے۔ [1]

۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں تکبیر پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھتے اور یہ دعا مانگتے۔

اللھم ! بارك فیه ، وصل علیه ، واغفرله ، واورده حوض نبیك صلی اللہ علیہ وسلم

''اے اللہ اس (مرحوم کو) برکت دے۔ اس پر صلوٰۃ بھیج، اس کو بخش دے اور اسے اپنے نبی کے حوض تک پہنچا۔'' [2]

۶- صلوٰۃ درحقیقت دعا ہے اور ہمیں ایک دوسرے کیلئے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دلیل ابوالحسن نے پیش کی ہے۔

۷- وہ روایت جسے امام مسلم نے اپنی سند کے ہمراہ اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''جب بندہ مومن کی روح جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔ (روایت کے راوی) حماد کہتے ہیں پھر حضرت ابو ہریرہ نے اس روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا۔ اور پھر فرمایا۔ آسمان والے کہتے ہیں زمین کی طرف سے پاکیزہ روح آتی ہے۔ (پھر اس روح کو مخاطب کر کے کہتے ہیں)

صلی اللہ علیك ، وعلی جسدٍ کنت تعمرینه

''اللہ تعالیٰ تم پر صلوٰۃ بھیجے اور اس جسم پر بھی جس میں تم رہتی رہی ہو۔''

اس روایت کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً نقل کیا ہے لیکن روایت کا بیان یہ

---

[1] طبقات ابن سعد (270-269/3)

[2] قاضی اسمٰعیل، فضل الصلوٰۃ علی النبی (92)

Marfat.com

بتاتا ہے کہ یہ مرفوع ہے کیونکہ اس کے بعد یہ بات بیان کی ہے کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے اور پھر اس کی بدبو اور غلاظت کا ذکر ہے اور پھر یہ کہ آسمان والے یہ کہتے ہیں۔ زمین کی طرف سے ایک خبیث روح آئی ہے۔ تو کہا جاتا ہے اسے اس کے ٹھکانے تک لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی ناک پر اس طرح کپڑا رکھ لیا۔ [1]

یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ سابقہ بیان حضرت ابوہریرہ نے بطور حدیث نقل کیا ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ سے بطور مرفوع حدیث نقل کیا ہے جس میں ابوسلمٰی، عمر بن حکم، اسماعیل، سعید بن بسیار اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

ہم نے اپنی تصنیف ''الروح'' میں اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

فقہاء یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب فرشتے کسی مسلمان کو صلی اللہ علیک کہہ سکتے ہیں۔ تو اہل ایمان کیلئے بھی یہ بات جائز ہونی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسا کہہ سکیں۔

۸۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان

ان اللہ وملائکتہ ''واھل السمٰوٰت والارضین' حتی النملة فی حجرھا' وحتی الحوت'' یصلون علی معلم الناس الخیر

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین میں رہنے والی ساری مخلوق، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں، اس شخص پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔'' [2]

نیز اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (الاحزاب: ۴۳)

''وہ (یعنی اللہ عزوجل) اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔''

۹۔ وہ روایت جسے امام ابوداؤد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی میامن الصفوف

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف میں دائیں طرف والوں پر صلوٰۃ

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2872)

[2] ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (2685)

Marfat.com

بھیجتے ہیں۔''[1]

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔''[2]

کتاب کے آغاز میں یہ بات نقل کی جا چکی ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔فرشتے اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

۱۰- قاضی ابویعلی نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ حضرت مالک بن یخامر کے حوالے سے یہ مرسل حدیث منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اللھم ! صل علی ابی بکر' فاناہ یحب اللہ ورسولہ ' اللھم ! صل علی ''عمر' فانہ یحب اللہ ' ورسولہٗ اللھم! صل علی عثمان' فانہ یحب اللہ ' ورسولہ ' اللھم ! صل علی علی ' فانہ یحب اللہ ' ورسولہ ' اللھم ' صل علی ''ابی عبیدۃ ' فانہٗ بحب اللہ ورسولہ ' اللھم ! صل علیٰ عمرو بن العاص ' فانہ یحب اللہَ ورسولہٗ

''اے اللہ! ابوبکر پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اے اللہ! عمر پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔اے اللہ! عثمان پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔اے اللہ! علی پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔اے اللہ! ابوعبیدہ پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔اے اللہ! عمرو بن العاص پر درود بھیج کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''۔[3]

---

[1] ابو داؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن''(676) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن''(1005) فتح الباری (177/2) منذری (697)

[2] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند''(67/6) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید' ''السنن''(6995) ابن خزیمہ' ابوبکر محمد بن اسحٰق' ''الصحیح''(23/3) ابن حبان' ابوحاتم محمد بن حبان' ''الصحیح''(2160) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ' ''المستدرک علی الصحیحین''(214/1)

[3] سخاوی' ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن' ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع''(84-85)

Marfat.com

۱۱- موطا میں منقول عبداللہ بن دینار کی یہ روایت کہ وہ فرماتے ہیں۔

رایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یقف علی قبر النبی ﷺ ' یصلی علی النبی ﷺ وعلی ابی بکر ' وعمر رضی اللہ عنہما

''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے قبرانور پر کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر درود بھیجا۔''

(موطا کے راوی) یحییٰ بن یحییٰ کے یہی الفاظ ہیں۔

۱۲- نبی اکرم ﷺ سے یہ صحیح روایت منقول ہے کہ آپ نے اپنی ازواج پر درود بھیجنے کی تصریح کی ہے۔

یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

فقہاء کہتے ہیں آپ کے اصول کے مطابق یہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ کے نزدیک ازواجِ مطہرات نبی اکرم ﷺ کی اس آل میں شامل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے لہٰذا جب ان پر درود بھیجنا جائز ہوتا تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی درود بھیجنا جائز ہوگا۔

۱۳- آپ حضرات نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ دوسروں پر تبعاً درود بھیجنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یعنی آپ کے نزدیک ایسا کہنا جائز ہے۔

اللھم ! صل علی محمد وعلی آلِ محمد ' واصحابہ ' وازواجہ ' وذریتہ ' وتباعہ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل اور آپ کے احباب، آپ کی ازواج، آپ کی ذریت اور آپ کے پیروکاروں پر درود بھیج۔''

ابوذکریا نووی کہتے ہیں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ درود شریف میں تبعاً غیر انبیاء کا ذکر کرنا جائز ہے۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تشہد میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلاف نماز کے علاوہ بھی اس طرح درود پڑھا کرتے تھے۔ [۱]

(ابن قیم کہتے ہیں) بعض اسلاف سے یہ درود منقول ہے۔

اللھم ! صل علی ملائکتك المقربین ' وانبیائك ' والمرسلین ' واھل طاعتك اجمعین من اھل السمٰوٰت والارضین

۱۔ امام نووی' یحییٰ بن شرف' الاذکار (190)

Marfat.com

''اے اللہ! اپنے فرشتوں، اپنے انبیاء ومرسلین اور آسمانوں اور زمینوں میں بسنے والے اپنے تمام فرمانبرداروں پر درود بھیج۔''

۱۴- وہ روایت جسے امام ابویعلی موصلی نے اپنی سند کے ہمراہ، حضرت زید بن ثابت کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ دعا سکھاتے ہوئے تلقین کی کہ وہ خود بھی باقاعدگی سے روزانہ یہ دعا پڑھیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی اسے پڑھنے کی تلقین کریں۔

لبيك اللهم لبيك' ! لبيك وسعديك' والخير في يدك' ومنكم واليك ' اللهم ! ما قلت من قولٍ' او نذرت من نذر ' او حلفت من حلفٍ فمشيئتك بين يديه ' ما شئت منه كان' ومالم تشألم يكن ' ولا حول ولا قوة الا بك' انت علىٰ كل شيء قدير' اللهم ! وما صليت من صلاةٍ فعلى من صليت' وما لعنتَ من لعنٍ فعلى من لعنت ' انت ولي في الدنيا والأخرة' توفني مسلمًا والحقني بالصالحين

''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں۔ ساری بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، تیری طرف سے (آتی ہے) اور تیری ہی طرف (لوٹتی ہے) اے اللہ! میں جو بھی ہوں یا جو بھی نذر مانوں یا جو بھی قسم اٹھاؤں یہ سب تیری رحمت کے سامنے ہے۔ اگر تو چاہے گا تو ایسا ہو جائے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو ایسا نہیں ہوگا۔ تیرے علاوہ بقیہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ! میں نے اسی پر درود بھیجا جس پر تو نے درود بھیجا اور میں نے اس پر لعنت کی جسے تو نے ملعون قرار دیا۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا نگہبان ہے۔ تو مسلمان ہونے کی حالت میں موت دینا اور مجھے صالحین میں شامل کرنا۔''[1]

اس روایت میں دلیل یہ ہے کہ اگر غیر نبی پر درود بھیجنا مشروع نہ ہوتا تو اس میں استثناء نہ

---

[1] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (191/5) حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ'' المستدرک علی الصحیحین'' (516/1) طبرانی' سلیمان بن احمد' المعجم الکبیر' (4803, 4932) ہیثمی' مجمع الزوائد (113/10)

Marfat.com

کیا جاتا کیونکہ جب کوئی بندہ کسی ایسے بندے پر درود بھیجے گا جو درود کا اہل نہ ہو تو وہ یہ نہیں جان سکے گا کہ اس نے اس میں استثناء کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے حلف یا نذر میں استثناء کیا ہے۔

پہلے مؤقف کے قائدین اس کا جواب دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں آپ نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو کئی اعتبار سے صحیح ہیں۔ لیکن ان کا موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے انہیں بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا جبکہ دوسری قسم نقلی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے انہیں بھی بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اب ہم ہر دلیل کا جواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وَصَلِّ عَلَيْهِمْ'' ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے کیونکہ بحث یہ چل رہی ہے کہ کیا کوئی عام مسلمان نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی اور پر درود بھیج سکتا ہے؟

جہاں تک نبی اکرم ﷺ کے اس شخص پر درود بھیجنے کا تعلق ہے جس نے آپ کی خدمت میں ہدیہ درود پیش کیا ہو تو اس کا اس درود سے کوئی تعلق نہیں ہے جسے پڑھنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ ہم نبی اکرم ﷺ کا حق ادا کر سکیں۔ بحث اسی دورد کے بارے میں ہے کہ کیا اس میں کسی دوسرے کو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ شریک کیا جا سکتا ہے؟

اس کی تائید دوسری صورت میں یوں کی جا سکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا آپ کا مخصوص حق ہے جس کی ادائیگی امت پر لازم ہے لیکن نبی اکرم ﷺ خود کسی بھی شخص کو یہ حق عطا کر سکتے ہیں (یعنی اس پر درود بھیج سکتے ہیں) اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جیسے کوئی شخص اگر آپ کی شان میں گستاخی کرے تو آپ کا یہ حق ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور یہ بات امت پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ خود کسی بھی گستاخی کرنے والے شخص کو معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

رحم اللہ موسیٰ لقد اوذی باکثر من ہذا فصبر

''اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا''۔[1]

اسی کے ذریعے دوسری اور تیسری دلیل کا جواب سامنے آجائے گا یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ

---

[1] بخاری' ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (6059, 4336, 4335)

Marfat.com

عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی اور ایک اور خاتون اور اس کے شوہر پر درود بھیجنے والی روایت (کے جواب میں ہے یہی اصول پیش کیا جائے گا۔)

آپ کی چوتھی دلیل یعنی حضرت علی کا حضرت عمر سے یہ کہنا صلی اللّٰه علیك اس کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے اس روایت کے بارے میں امام جعفر صادق کے حوالے سے اختلاف ہے۔

انس بن عیاض کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے اپنے والد امام باقر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جب حضرت عمر کو غسل دے کر، کفن پہنا کر، چارپائی پر لٹا دیا گیا تو حضرت علی وہاں آئے اور حضرت عمر کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے کہا۔

واللّٰه ما علی الارض رجلٌ احب الی ان القی اللّٰه بصحیفته من هذا المسجی بالثوب

اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی شخص، جو اپنے نامہ اعمال کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہو میرے نزدیک کفن میں لپٹے ہوئے اس شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

جبکہ بعض دیگر راویوں نے امام باقر کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں صلی اللّٰه علیك کی بجائے رحمك اللّٰه کے الفاظ ہیں۔

(پھر مصنف نے اس کی دو تین اسناد نقل کی ہیں)

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے۔ ابن سعد نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی ہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ایک صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اسی طرح روایت کے الفاظ بھی مبہم ہیں ہو سکتا ہے کہ راوی انہیں یاد نہ رکھ سکا ہو اس لئے اس روایت کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتوے کے خلاف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

آپ کی پانچویں دلیل یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں مرحوم کیلئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ کہنا اس کے بھی کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اس کا نافع بن ابی نعیم محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اگرچہ وہ علم قرأت کا بہت اچھا ماہر ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے قرآن سیکھا جا سکتا ہے لیکن حدیث روایت نہیں کی جا سکتی۔

Marfat.com

اس روایت کے غیر مسند ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مستند طور پر منقول نہیں ہے۔ بلکہ امام مالک نے اسے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اگر یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید نافع سے منقول ہوتی تو مالک (سابقہ ذکر کردہ) نافع بن ابی نعیم کی بہ نسبت اس سے زیادہ اچھے طریقے سے واقف ہوتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو بات منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ آپ کی چھٹی دلیل یعنی صلوٰۃ درحقیقت دعا ہے اور یہ پھر مسلمان کے حق میں مشروع ہے۔ اس کے بھی کئی جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ ایک مخصوص دعا ہے جس کا حکم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دیا گیا ہے اور یہ اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی یہی دعا کی جائے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی صلوٰۃ اور عام دعا کے درمیان فرق ذکر کر چکے ہیں۔ باوجودیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی عام شخص کے درمیان عظیم ترین فرق موجود ہے لہٰذا عام شخص کو درود شریف کے حکم میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ نہ تو درود شریف کی دعا میں اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسے شامل کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جس طرح یہ درست نہیں ہے کہ دوسروں کی دعا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر قیاس کیا جائے اسی طرح یہ بھی درست نہیں ہوگا کہ دوسروں کو دعا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا جائے۔

تیسرا یہ کہ درود شریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صرف دعا کے طور پر مشروع نہیں ہے بلکہ اس کی مخصوص حیثیت ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، بزرگی اور تعریف شامل ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اس لئے یہ مطلق دعا کے مقابلے میں مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔

آپ کی ساتویں دلیل یہ تھی کہ فرشتے بندہ مومن کی روح سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور جس جسم میں تم رہتی رہی ہو اس پر درود بھیجے۔ یہ چیز ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اصل اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا ہم میں سے کوئی ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کیلئے علاوہ کسی اور پر درود بھیج سکتا ہے؟ فرشتے ان احکام کے خلاف نہیں

Marfat.com

ہیں جو بندوں کے ساتھ مخصوص ہیں اس لئے انہیں یا ان کے اقوال وافعال کو بندوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (فرشتوں کے احکام کو بندوں کے احکام) پر قیاس کیا بھی کیسے جاسکتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے حکم میں فرستادہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ بندوں کے حکم کے تحت تصرف نہیں کرتے۔ اس اصول کی روشنی میں ان تمام روایات کا جواب آجائے گا جس میں فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا حکم ہے۔

آپ کا یہ دلیل دینا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر یا لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ یہ ہمارے موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ بھلا بندے کے کسی فعل کو رب کے فعل پر کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ بندے کی صلوٰۃ، دعا اور طلب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر صلوٰۃ نازل کرنا دعا نہیں ہے بلکہ یہ اس کی عزت افزائی ہے۔ اس کی محبت وتعریف ہے۔ بندے کی صلوٰۃ کو اس سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟

آپ کی دسویں دلیل حضرت مالک بن یخامر سے منقول وہ روایت ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر درود بھیجا تھا۔ اس کے بھی کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس کی سند کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس کا جائزہ لیا جاسکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کا ہمارے موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ کی گیارہویں دلیل یہ تھی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبر انور کے سامنے کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر درود بھیجا اس کے بھی کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں علماء نے یحیٰ بن یحیٰ کی اس روایت کا انکار کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوکر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بھی بھیجا۔

یہ محدثین کہتے ہیں امام مالک اور دیگر حضرات نے اسی روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ پر درود بھیجا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کی۔

ابن قاسم، متضی، ابن بکیر اور دیگر حضرات نے امام مالک سے یہی روایت نقل کی ہے۔

گویا اس روایت کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دعا میں لفظ ''صلوٰۃ'' اور ''دعا'' الگ الگ ذکر کر کے اس بات کی وضاحت کر دی کہ اگر صلوٰۃ بھی دعا ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ کے ذریعے مخصوص نہ کیا جاتا۔

(ابن قیم کہتے ہیں) ابن وہب کی موطا میں یہی الفاظ منقول ہیں یعنی لفظ صلوٰۃ نبی اکرم کے ساتھ مخصوص ہے اور دعا آپ کے دونوں ساتھیوں کیلئے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دو میں سے ایک پہلے فعل پر اکتفا کیا گیا ہے اگرچہ وہ دوسرے پر واقف نہیں ہوتا۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

علفتها تبناً وماءً باردًا — حتیٰ غدت همالةً عيناها [1]

''میں نے اسے گھاس کھلائی اور ٹھنڈا پانی پلایا تو اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے''۔

ورأيتُ زوجكِ قدْ غدَا — متقلدًا سيفًا ورمحا [2]

''میں نے کل تمہارے خاوند کو تلوار اور نیزہ لٹکائے ہوئے دیکھا''۔

وزجّجْنَ الحواجبَ والعُيونَا [3]

''ان عورتوں نے آنکھوں اور ابروؤں کو کھینچا ہوا تھا''۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کے خلاف ہے۔

آپ کی بارہویں دلیل یہ تھی کہ ازواج مطہرات پر درود بھیجنا۔ تو یہ دلیل فاسد ہے کیونکہ ازواج مطہرات پر اس لئے درود بھیجا کہ انہیں آپ سے نسبت حاصل ہے اور وہ آپ کی آل اور اہل بیت میں شامل ہیں۔ درود شریف آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی خصوصیت ہے اور آپ کی ازواجِ مطہرات اس میں شامل ہوں گی۔

---

[1] ابن جنی الخصائص (431/2)

[2] ابن جنی خصائص (432/2) مقاصد النحویہ (91/3) اوضح المسالک (432/2) شرح الاشمونی (226/1) کتاب الصناعتین (182) همع الهوامع (222/1)

Marfat.com

آپ کا یہ کہنا کہ یہ ہمارے اصول کے مطابق زیادہ ضروری ہے کہ ہم ان پر صدقے کو حرام قرار نہیں دیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسے درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اس آل میں شامل نہیں ہیں جس پر صدقہ حرام ہے۔ کیونکہ انہیں وہ قرابت حاصل نہیں ہے جس کی بدولت صدقے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ تاہم ازواجِ مطہرات آپ کے ان اہل بیت میں شامل ہیں جن پر درود بھیجا جاتا ہے اور ان دونوں صورتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔

آپ کی تیرہویں دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ دوسروں پر تبعاً درود بھیجنا جائز ہے اور آپ نے یہ بات بھی نقل کی کہ اس پر سب کا اتفاق ہے اس کے بھی دو جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ اتفاق ثابت نہیں ہے کیونکہ جو لوگ انبیاء پر درود کو ممنوع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک غیر انبیاء پر انفرادی اور تبعاً دونوں اعتبار سے درود بھیجنا ممنوع ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں لیکن پھر بھی تمام حضرات کا یہ فتویٰ نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں پر تبعاً درود کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ معین طور پر انفرادی حیثیت سے ان پر درود بھیجا جائے یا نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور پر مستقل طور پر درود بھیجا جائے۔

یہ کہنا کہ احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے تو صحیح احادیث میں نبی اکرم ﷺ، آپ کی آل، ازواج اور ذریت کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کے پیروکار اس میں شامل نہیں ہیں۔

یہ کہنا کہ تشہد میں ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ حکم آپ کی آل اور ازواج سے متعلق ہے ان دونوں کے علاوہ کسی کیلئے نہیں ہے۔

آپ کی چودھویں دلیل حضرت زید بن ثابت کی وہ روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

اللهم ! ما صليت من صلاةٍ فعلى من صليت

''اس کی سند میں ابوبکر بن ابومریم ہے جسے امام احمد، ابن معین، ابوحاتم، نسائی اور سعدی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ صاحب اہل شام کے نیک لوگوں میں سے ایک ہیں لیکن ان کا حافظہ کمزور ہے۔ کوئی روایت بیان کرتے وقت انہیں وہم لاحق ہوجاتا ہے اور اس کثرت سے ہوتا ہے جس کی بدولت یہ متروک الحدیث قرار پاتے ہیں۔

Marfat.com

بہرحال اس مسئلے کے بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے غیر پر درود بھیجا جائے گا تو اس غیر سے مراد آپ کی آل، ازواج یا ذریت ہوگی یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں گے۔ اگر پہلی صورت ہو تو نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ان پر درود بھیجنا شروع ہے اور انفرادی طور پر بھیجنا جائز ہے۔ اگر دوسری صورت ہو تو اگر اس سے مراد فرشتے یا نیک لوگ ہوں جس میں انبیاء اور غیر انبیاء سب شامل ہوں تو ایسا کہنا جائز ہے۔ یعنی یہ کہنا۔

اللّٰهم صل علٰی ملائکتك المقربین' واهل طاعتك اجمعین

''اے اللہ! تو اپنے فرشتوں اور اپنے تمام فرمانبرداوں پر درود نازل فرما۔''

لیکن اگر اس سے مراد کوئی معین شخص یا کوئی معین گروہ ہو تو شعار کے طور پر باقاعدگی سے ان پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ اور اگر اسے حرام قرار دیا جائے تو اس کی بھی ایک صورت ہے۔ بطور خاص اس وقت جبکہ یہ اہل بیت کا شعار ہو اور وہ اس مخصوص فرد یا گروہ کے ہم پلہ یا لائق لوگوں پر درود بھیجنے سے منع کرتے ہوں۔ جب کہ شیعہ حضرات حضرت علی کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب بھی آپ کا نام لیں گے تو ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں گے۔ لیکن جو لوگ ان سے بہتر ہیں ان کے بارے میں ایسا کچھ نہیں کہیں گے۔ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ بطور خاص جب اسے ایسے شعار کے طور پر اپنایا جائے۔ جسے کبھی ترک نہ کیا جائے۔ اس طرح درود بھیجنے کو یقینی طور پر ترک کیا جائے گا۔

لیکن اگر کسی معین شخص یا گروہ پر کبھی کبھار کسی شعار کے بغیر درود بھیجا جائے جیسے زکوٰۃ ادا کرنے والے کیلئے یہ لفظ استعمال کرنا یا جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میت کیلئے یا نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون اور ان کے شوہر کیلئے یا حضرت علی نے حضرت عمر کے لئے یہ الفاظ استعمال کیے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تفصیل کے ذریعے دلائل میں اتفاق ہو جائے گا اور مسئلے کی درست صورت واضح ہو جائے گی۔ باقی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

تلک عشرۃ کاملۃ

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سلام کا جواب دیتے ہیں
- فرشتے درود خواں پر سلام بھیجتے ہیں
- ہر محفل میں درود شریف پڑھنا چاہیئے
- درود شریف کفارے کی حیثیت رکھتا ہے
- درود شریف تمام ضروریات کیلئے کافی ہے
- جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو
- ہر جگہ درود پڑھو
- صبح و شام درود پڑھو
- تنگدستی میں درود شریف پڑھو
- ہر مشکل یا پریشانی میں درود پڑھو

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com